وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠

آئینۂ اسلامی

مؤلفہ

جناب مولانا شکور علی انور کوروی

نظرِ ثانی

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر فاضلِ عربی

الناشر:
رجسٹرڈ
پاکستان
اَلندوۃ الاسلامیہ نوربخشیہ

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

آئینۂ اسلامی

مؤلفہ

جناب مولانا شکور علی انورکووی

نظرِ ثانی

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر فاضل عربی

الناشر:

رجسٹرڈ

الندوۃ الاسلامیہ نوربخشیہ پاکستان

Scan By:

NYF Manzoor and MehmoodAbad Unit

جملہ حقوق بحق ندوۃ الاسلامیہ نوربخشیہ (رجسٹرڈ) پاکستان محفوظ ہیں

نام کتاب ——— آئینہ اسلامی

مؤلفہ ——— مولانا شکور علی انور کوروی

نظرثانی ——— علامہ محمد بشیر فاضل عربی مدظلہ

کتابت ——— اخوند محمد حسین کاشف ژونگمن دی

تقطیع ———

تعداد ——— ایک ہزار

مطبع ——— جدید پریس

ھدیہ ——— [redacted]

محصول ڈاک وغیرہ ——— [redacted]

نشرواشاعت

اَلنَّدْوَۃُ الْاِسْلَامِیَّۃُ نُوْرْبَخْشِیَّۃ

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

اس عالم آب و گل میں ہر چیز کی پہچان اس کی مخصوص شکل کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ ایک قسم کی مادی پہچان ہے۔ اسطرح سے کسی بھی مکتبہ فکر کا مابہ الامتیاز اس کے بنیادی عقائد کے ان خصوصی کلمات یا روحانی نعروں کی ہیئت کذائی ہے۔ جس پر وہ قائم ہے۔

چنانچہ مذاہب عالم میں صوفیہ نوربخشیہ مکتبہ فکر کا مابہ الامتیاز اس کے چودہ کلمات قدسیہ یا روحانی نعروں کا مخصوص ہیئت ہے۔ یہی ہر فرد صوفی نوربخشی کا وہ آئینہ بھی ہے۔ جس میں اس کی معنوی صورت دیکھی جاسکتی ہے۔

چودہ کلمات قدسیہ یا روحانی نعرے یہ ہیں۔

۱:۔ سنتِ خدا	۲:۔ ذریتِ آدمؑ
۳:۔ ملتِ ابراہیمؑ	۴:۔ اُمتِ محمدؐ
۵:۔ دینِ اسلام	۶ کتاب قرآن

NYF Manzoor and MehmoodAbad Unit

۷:۔ کعبہ قبلہ ۸:۔ متابعت سنت نبویؐ
۹:۔ محب علیؑ ۱۰:۔ سلسلۂ ذہب
۱۱:۔ مذہب صوفیہ ۱۲:۔ مشرب ہمدانیؒ
۱۳:۔ روش نوربخشی ۱۴:۔ مرید مرشد

جناب محترم مولانا شکور علی انور صاحب نے زیر نظر کتاب "آئینۂ اسلام" میں ان چودہ کلمات قدسیہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ یہ ہر فرد نوربخشی کے لئے ایک انمول موتی کی حیثیت رکھتی ہے۔ نوربخشیوں میں بگاڑ پیدا کرنے کے لئے ماضی میں بہتیرے مفاد پرست عناصر نے ہماری امتیازی شان کو بری طرح متاثر کیا تھا۔ اور ہمارا دائرہ طاق حد تک گھٹ گیا تھا۔ آج بھی بعض عناصر کلمہ ۱۱ میں ترمیم و اضافہ کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

حالانکہ اس قسم کی کاروائی کے نتیجے میں ہماری مخصوص پہچان ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔

ندوۃ اسلامیہ نوربخشیہ کا سب سے بڑا مقصد صوفیہ نوربخشیہ کی ترویج و ترقی ہے۔ تاکہ غیر صوفیہ نوربخشیہ والوں کی حسین نقب زنی سے نوربخشی مکتبہ فکر والے محفوظ رہ سکیں۔

کتاب آئینۂ اسلام کے منظر عام پر آنے سے ہماری ایک بڑی ضرورت پوری ہو گئی ہے۔ اس کے لئے پوری قوم مولانا انور صاحب کو خراج تحسین پیش کرتی ہے۔ ندوۃ اسلامیہ نوربخشیہ رجسٹرڈ کو اس کے منظر عام پر لانے کا اعزاز حاصل ہونے پر

بھی فخر ہے۔

عوام کے ہر صاحب قلم کو چاہئے کہ وہ اپنی مقدور بھر کوشش صوفیہ نوربخشیہ کی حقیقی ترویج و ترقی میں صرف کرے۔

مجھے اپنی اس حالت پر قدرے افسوس ہے کہ ایک غیر معمولی عرصہ سے میرا اپنا فکری اقدام دوسروں کی ذہنی کاوشوں کی نظر ثانی جیسے ارزاں کارنامے کی انجام دہی تک محدود چلا آتا ہے۔ تاہم مقدر کا شکوہ درست نہیں۔

ہمیں قوم پر کئے گئے اس عظیم احسان پر مولانا انور موصوف کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعاگو ہوں کہ اللہ پاک مولانا موصوف کو مزید دینی خدمات انجام دینے کی توفیق بخشے۔ اور ہر فرد نوربخش کو اس سے استفادہ کرنے کی قسمت عطا کرے (آمین)

خیر اندیش

محمد بشیر فاضل عربی
نگران اعلیٰ ندوۃ اسلامیہ نوربخشیہ
رجسٹرڈ (پاکستان)
حال خطیب جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ
اسلام آباد ۸/۱ جی
۱۱/۳/۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۰/ ۲۷/ ۱۹۸۸ء

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	بندۂ خدا		۱۰	ہمارے عقائد	۱۱
			۱۱	ارکان ایمان	۱۱
۱	بندہ کے معنی	۱	۱۲	نتائج	۱۲
۲	بندوں کا فرق	۱	۱۳	توحید ربانی	۱۵
۳	نسبت کی ہیر پھیر	۴	۱۴	آں حضرت ﷺ کا یہودیوں	
۴	عبادت	۵		سے مناظرہ	۱
۵	عبادت من حیث	۵	۱۵	اللہ ہی کافی	۱۹
	الاصطلاح		۱۶	اسلام اور شرک	۲۱
۶	عبادت کی لغوی معنی	۵	۱۷	ملی وحدت کا نصب العین	۲۷
۷	عبادت کی شرعی اصطلاح	۷	۱۸	مرحلہ طلب	۲۴
۸	حکما کی اصطلاح میں	۷	۱۹	مرحلہ تربیت	۲۵
	عبادت کی اقسام		۲۰	تہذیب الاخلاق	۲۷
۹	عبادت کی چارٹ	۹	۲۱	اخلاق ذمیمہ	۲۹

NYF Manzoor and MehmoodAbad Unit

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
٢٢	اخلاق حمیدہ	٢٩
	ذرّیت آدمؑ	
	ملّت ابراہیمؑ	
٢٣	ملّت کا مفہوم	٣٤
٢٤	ملّت کے معنی اور استعمالات	٣٥
٢٥	تخصیص ملّت	٣٦
	امّتِ محمّدؐ	
٢٦	امّت	٣٩
٢٧	امثال تعمیم	٤٠
٢٨	امثال تخصیص	٤١
٢٩	عظیم گراں	٤٣
٣٠	پیغمبر انقلابؐ	٤٤
٣١	آپؐ امی الاصل ہیں	٤٦
٣٢	آپؐ بشر ہیں	٤٦

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
٣٣	آپؐ نور ہیں۔	٥٠
٣٤	آپؐ عالم الغیب ہیں	٥٣
٣٥	معراج پر اعتقاد	٥٨
٣٦	ختم نبوّتؐ	٥٨
٣٧	شفاعت	٦٠
٣٨	انبیاءؑ پر اعتقاد	٦٢
٣٩	اولیاءؒ پر اعتقاد	٦٢
	دینِ اسلام	
٤٠	دین	٦٤
٤١	اسلام کا فلسفہ	٦٥
٤٢	اسلام کی معقولیت	٦٧
٤٣	اسلام کی ماہیت	٦٩
٤٤	ارکانِ اسلام	٧٠
٤٥	بنائے اسلام	٧١
٤٦	اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین مقبول نہیں	٧٢

ص

تاکہ آئندہ اشاعت میں ازالہ سقم کے ساتھ منصۂ شہود میں لائی جاسکے۔ وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہے۔

الفقیر الی اللہ الاکبر

المخلص **شکور علی انور**

بی۔اے، فاضل عربی، فاضل تنظیم المدارس علوم
عربیہ والاسلامیہ (مساوی ایم۔اے

۱۴۱۲/۱/۱۰ ہجری مطابق ۲۶/۴/۹۱ اپریل بروز جمعہ کو رقم ہوا

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	کتاب قرآن	
۴۷	کتاب	۷۴
۴۸	آسمانی کتب پر اعتقاد	۷۵
	کعبہ قبلہ	
۴۹	کعبہ	۷۷
۵۰	قبلہ	۷۹
۵۱	قبلہ اول	۸۰
۵۲	قبلہ برائے رب الکعبہ	۸۱
	متابعت سنت	
۵۳	متابعت	۸۳
۵۴	سنت	۸۷
۵۵	سنت سے لگاؤ	۸۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	محبت علیؓ	
۵۶	تفضیل علیؓ	۱۰۳
	سلسلہ مذہب	
۵۷	مذہب	۱۱۷
۵۸	صوفیہ	۱۱۹
۵۹	وجہ تسمیہ	۱۲۲
۶۰	تصوف کی بنیاد	۱۲۳
۶۱	اہل صفہ کا طریقہ	۱۲۹
۶۲	تاریخ تصوف	۱۳۲
۶۳	تعریف تصوف	۱۳۴
۶۴	صوفی کون!	۱۳۶
۶۵	مکارم الاخلاق	۱۳۶
۶۶	محاسن الاخلاق	۱۳۷
۶۷	صوفیہ کا مذہب	۱۳۹
۶۸	حرف آخر	۱۴۷

hoodabad Unit Karachi

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۶۹	تشابہ کا فائدہ		۸۰	نام	۱۸۰
	مشرب ہمدانیہ		۸۱	لقب	۱۸۰
			۸۲	تخلص	۱۸۰
			۸۳	کنیت	۱۸۰
۷۰	مشرب	۱۵۳	۸۴	والد	۱۸۱
۷۱	ہمدانیہ	۱۵۴	۸۵	ولادت	۱۸۱
۷۲	جامعیت صوری	۱۵۵	۸۶	تعلیم	۱۸۲
۷۳	جامعیت معنوی	۱۵۷	۸۷	زمانہ	۱۸۲
	روشِ نوربخشیہ		۸۸	شرفِ کمال	۱۸۳
			۸۹	آپؒ کا مذہب	۱۸۴
			۹۰	آپؒ کی علمیت و منزلت	۱۸۷
۷۴	نورِ عقل اور نورِ ایمان	۱۶۹			
۷۵	کامل مذہب		۹۱	شاہ صاحبؒ کی فقاہت و بصیرت	۱۸۹
۷۶	اسبابِ اختلاف				
۷۷	ایک حقیقت ایک جائزہ	۱۷۴	۹۲	رفعِ اختلاف کی چند مثالیں	۱۹۲
۷۸	نوربخشیت کی اصل	۱۷۵	۹۳	آپؒ کی فقہی اساس اور حیثیت	۲۰۰
۷۹	شخصیت	۱۸۰			

NYF Manzoor & Mehr

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۹۴	آئینہ اسلام کا معنوی انعکاس	۲۰۱
	مرید مرشد	
۹۵	مرید	۲۰۵
۹۶	ارادت کی دولت	۲۰۸
۹۷	مرشد	۲۱۲
۹۸	ضرورت وافادیت	۲۱۳
۹۹	مرشد	
۹۹	مقام غور	۲۱۵
۱۰۰	تزکیہ نفس کی ضرورت	۲۱۷
۱۰۱	تزکیہ جاری رکھیں۔	۲۱۸
۱۰۲	شرائط مرید	۲۲۰
۱۰۳	توضیح	۲۲۱
۱۰۴	ماخذ و معارف	۲۳۰

اِنتِساب

میں اپنی اِس معمولی کاوش کو اپنے مرحوم والد کی طرف منسوب کروں گا۔ انھوں نے اپنے حسین خواب شرمندۂ تعبیر ہونے سے پہلے کوسِ اجل کو لبیک کہا۔

ہم آٹھ بہن بھائیوں اور میری والدہ محترمہ کو داغِ مفارقت دے گئے!

ع آسماں اُن کی لحد پر شبنم افشانی کرے

میں خوب جانتا ہوں کہ مرحوم و مغفور کی دین دوستی کی بدولت ہی میں اس قابل بنا۔

اللہ پاک اُن کی روح کو اِس کا ثواب پہنچا دے۔

———————— :آمین: ————————

NYF Manzoor and MehmoodAbad Unit

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۶۹	تشابہ کا فائدہ	
	مشربِ ہمدانیہ	
۷۰	مشرب	۱۵۳
۷۱	ہمدانیہ	۱۵۴
۷۲	جامعیت صوری	۱۵۵
۷۳	جامعیت معنوی	۱۵۷
	روشِ نوربخشیہ	
۷۴	نورِ عقل اور نورِ ایمان	۱۶۹
۷۵	کامل مذہب	
۷۶	اسبابِ اختلاف	
۷۷	ایک حقیقت ایک جائزہ	۱۷۴
۷۸	نوربخشیت کی اصل	۱۷۵
۷۹	شخصیت	۱۸۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۸۰	نام	۱۸۰
۸۱	لقب	۱۸۰
۸۲	تخلص	۱۸۰
۸۳	کنیت	۱۸۰
۸۴	والد	۱۸۱
۸۵	ولادت	۱۸۱
۸۶	تعلیم	۱۸۲
۸۷	زمانہ	۱۸۲
۸۸	شرفِ کمال	۱۸۳
۸۹	آپؒ کا مذہب	۱۸۴
۹۰	آپؒ کی علمیت و منزلت	۱۸۷
۹۱	شاہ صاحبؒ کی فقاہت و بصیرت	۱۸۹
۹۲	رفعِ اختلاف کی چند مثالیں	۱۹۲
۹۳	آپؒ کی فقہی اساس اور حیثیت	۲۰۰

NYF Manzoor & Mehm

حرفِ مدّعا

اس ہیچمدان، کج مج بیان حقیر پر تقصیر بندہ نے طالب علمی کے دوران ہی ایک ناشستہ قلمی کاوش شروع کر دی تھی۔ جو آخر میں مختلف تراش و خراش وضع و قطع اور ترمیم و اضافے کے ساتھ قابلِ اشاعت ہونے کا امکان ہوا۔

۱۹۸۶ء میں جب مجھے درجہ عالیہ (تنظیم المدارس) فی علوم العربیہ والاسلامیہ اور بی۔ اے (پنجاب یونیورسٹی) کا امتحان دینے کے سلسلے میں عازمِ لاہور ہونا پڑا۔ اس وقت کتاب کا مسودہ تیار ہو چکا تھا جسے ساتھ لے کر پھرتا رہا، لیکن اسے شائع کر کے منظرِ عام پر لانے کی ہر کوشش ناکام ثابت ہوئی۔ ساتھ ہی ذاتی کم مائیگی اور تنگ دامنی کی وجہ سے اس خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ کر سکا۔ بقولِ شاعر مجھے یہ کہنا پڑا۔ ؎

نہ شاخِ گل ہی اونچی ہے نہ دیوارِ چمن بلبل
تری ہمّت کی کوتاہی تیری قسمت کی پستی ہے

مگر کتاب "آئینۂ اسلاف" کو تالیف کرنے کا اصل غرض اور وحید مقصد یہ تھا کہ اسلافِ عرفانی کا ذمے ہمارے مسلک کی حقانیت کا اظہار ہے

پھر یہ حرف بہ حرف اظہارِ حق اور تحقیق کی ادنٰی کوشش تھی۔ لیکن میں اس قابل نہ تھا۔ نہ ہی مجھ میں اتنی صلاحیت موجود تھی کہ میں تبلیغ حق کا حق ادا کروں۔ نہ میرے قلم میں اتنی روانی تھی۔ نہ میرے قول میں سکت! نہ میں ادیب تھا۔ نہ میرے الفاظ میں اتنی قوت!۔

لیکن میرے محترم و مکرم راس العلماء صوفیہ نوربخشیہ قبلہ علامہ ابوالعرفان مولینا محمد بشیر صاحب مدظلہ العالیہ کی علم دوستانہ حوصلہ افزائیوں سے اس مہمل جذبات کو معنی خیز عملی جامہ پہنانے کا حوصلہ ملا۔ اور آپ ہی کی روح افزا جلوہ سامانیوں کی بدولت میری یہ خامہ فرسائی قابل اشاعت ٹھہری۔ چنانچہ خطرات اور مشکلات کے باوجود اطمینان کے ساتھ کوشش جاری و ساری رکھی گئی۔ اس فکری اعتبار سے کہ ؎

چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا سیل حوادث میں
اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے ::

اگر علامہ ابوالعرفان صاحب مدظلہ اس طرف رغبت نہ کرتے۔ اور اپنے گوناگوں مصروفیات سے وقت نہ نکالتے اور حشو و زوائد دور فرمانے پر توجہ مبذول نہ کرتے۔ تو میرے خام خیالی کا فیلِ مستاں اب بھی لنگڑا رہا ہوتا۔ اور میں درماندہ گاؤ کی طرح ناامیدی کے تاریک گھڑے میں بھٹک رہا ہوتا۔

تاہم میں ان کی اس عظیم کرم نوازی کا تاابد ممنون ہوں گا۔ جو میرے بے پر و بال عملی ممولے کو دانہ پرازی کا ساماں بہم پہنچایا۔ اور خامی تحریر کے نوک پلک سیدھا کر کے میرے لئے سوہان روح کا معاملہ ثابت کیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ موصوف قبلہ نے دینی نشر و اشاعت کے فروغ اور مذہبی ترقی و ترویج کی خاطر ہی اس بات کو اہمیت دی۔ اور تقریظ بھی قلمبند فرما کر دینی تڑپ سے نشر و اشاعت کو جاری و ساری رکھنے کے لئے قدر خیالات کا اظہار بھی فرمایا۔

میں ان احباب علم اور عزیز دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے اس رسالے کی اشاعت کے سلسلے میں ہر ممکن طریقہ سے میری معاونت کی۔ رکاوٹوں کو دور کر کے ہموار فضا بھی پیدا کی۔

اور میں اخوند محمد حسین کاشف صاحب کاتب کا بھی شکریہ ادا کرتا چلوں گا۔ جنہوں نے صرف ایمانی جذبے سے اس کی کتابت کو حتی المقدور احسن کیا۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس معمولی کوشش کو منظور فرما کر مقبول عام بنا دے گا۔ اور ہر کوئی مستفید و مستفیض ہوتا رہے گا۔ اور مجھے قوی اُمید ہے کہ مذہب صوفیہ المعروف نوربخشیہ کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کرتے ہیں یہ رسالہ ممدّ و معاون ثابت ہوگا۔ اور جدید سکالروں کے ہاں موجود چیستان کا جواب از خود فراہم کرنے کا سبیل ہو جائے گا۔

اور یہ توقع ہے کہ اس رسالے کے مطالعے سے مبتدی طلباً کو بہت سی علمی و اعتقادی روشنیاں حاصل ہوں گی۔ اور پریشان خیالات اور منتشر فکری ناہمواریوں کی شیرازہ بندی بھی ہو سکے گی۔ اور فکری تحریکوں کو استحکام حاصل ہو جائے گا۔

میرا مقصد اکائی یہی ہے کہ مبتدی طلباً کو بنیادی عقیدوں سے روشناس کرایا جائے۔

اگرچہ کتاب لکھ کر خود کو ایک سنگین ہدف تو بنا دیا ہے لیکن سعادت بزور بازو نیست۔ لہذا اَلْعَمَلُ مِنَّا وَالْقَبُوْلُ مِنَ اللہِ۔

آخر میں میں قارئین سے گزارش کروں گا۔ کہ کتاب میں موجود تمام خامیوں کو مدنظر سے سہو قلم سمجھ کر نشاندہی فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی سَائِرِ الْحَیْوَانَاتِ بِالنُّطْقِ وَالْبَیَانِ وَکَرَّمَنَا عَلٰی سَائِرِ الْاُمَمِ السَّابِقَۃِ بِالشَّرِیْعَۃِ وَالْقُرْاٰنِ وَاَمْتَازَنَا عَلٰی جَمِیْعِ الْفِرَقِ بِالْوَسَطِ وَالْاِحْسَانِ وَنَوَّرَ قُلُوْبَنَا بِفِقْہِ الْاَحْوَطِ وَمَشْرَبِ الْھِمْدَانِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ صَاحِبِ الشَّفَاعَۃِ بِالْجُرْمِ وَالْعِصْیَانِ وَعَلٰی اٰلِہِ الَّذِیْنَ جَعَلَھُمُ اللّٰہُ لِلشَّرِیْعَۃِ الْعُنْوَانَ وَصَحْبِہِ الَّذِیْنَ اَوْصَلَنَا حَبْلَ الثَّقَلَانِ ؕ

امابعد! خداوندعالم نے آسمانوں کے ستاروں کو اطراف زمین میں حیران و سرگرداں پھرنے والوں کے لئے روشن نشانیاں قرار دیا۔ ان کی روشنی میں رات کی منڈلاتی تاریکیوں میں بھی انسان راہ راست حاصل کرتا ہے۔ اور وہ منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے۔ اور انکے راستے کی درست سمت معلوم کر کے خطرات و نقصان کے متوقع خدشات سے دامن محفوظ کرلیتا ہے۔ زندگی سلامت رہتی ہے۔ اور انجام بخیر ہوتا ہے۔

اس طرح ہم اپنے مسلک کے بتاتے ہوئے اُصول اور امتیازی علامات اور مخصوص ہیئت وجودی کی پہچان نہ کریں گے تو ہمارے معنوی وجود کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ وجود استقلالی خود حجابِ عدم سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔

NYF Manzoor and MehmoodAbad Unit

یہی چند علامات اور مخصوص ایمانی نعرے ہی ہمارے لئے نشانِ راہ متعین کرتے ہیں۔ ان کی معرفت دین کی سمجھ کو مزید ممکن کرتی ہے۔ اس کے بغیر عقائد ڈانواڈول صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ جو ایک مسلمان کے لئے نقصانده اور دین میں لڑکھڑا جانے کا سبب ہے۔

راقم نے مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے آسمان پر دھکتے ستاروں کو نشانِ راہ بنانے کی خاطر ان مخصوص علامات کی نشاندہی کر کے ان کی تھوڑی تشریح کی ہے۔ تاکہ ہمارے سادہ لوح عوام کی صحیح رہنمائی ہو سکے۔ اور ہماری امتیازی علامتوں کی پھر سے بازیابی ہو سکے ان کلمات کا نام توکلیمات مقدسہ ہے۔

جسے حضرت میر شمس الدین عراقی بت شکنؒ نے تعلیم کی غرض سے یکجا کیں۔ نوربخشی بچوں کو نوکلموں کے ساتھ ان کلمات مقدسہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اور اس کا ورد کرنے کی تاکید بھی کرتے تھے۔

(طبقات نوریہ)

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمْ

۱

بندۂ خدا

بندہ کے معنی

یہ فارسی لفظ ہے ہے اِس کے معنی عربی زبان کا لفظ عَبدٌ سے ماخوذ ہے بندہ کی نسبت خدا کی طرف کی گئی ہے تازی زبان میں لفظی ترکیب اور مطلب عبداللہ ہوتا ہے یہاں بندۂ خدا کے اظہار نکتہ سے مراد انسان کی اصل اور معنوی صورت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے گو ہم خدائے عظیم وبرتر کے ھی بندے ہیں کسی جعل معبود کی قطعی طور پر عبادت گزاری کرنے والے نہیں ہیں چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قَالَ اِنِّی عَبدُ اللّٰہِ سورہ مریم آیت ۳۰ ترجمہ: کہا میں اللہ کا بندہ ہوں۔

حضرت عیسےٰ نے مہد میں فرمایا تھا کہ جن کے کمال توحید اور بندگی کی بڑی مثال ہے

بندوں کا فرق

دراصل بندہ کا لفظ اسی مخلوق خدا کے لئے استعمال ہوتا ہے کہ جو اپنے وجود روح اور جلد کو خدا کی مکمل ملکیت ٹھہرائے منجم الہدیٰ میں مرقوم ہے۔ ے

از عبدیت چہ باشد مدعا || بندہ یکرنگ مملوک خدا

عبد سے مراد کیا ہے؟ بندے کا سراسر خدا کے ہی مملوک ٹھہرانا ہے

بودن آوردن از فرخندگی || در عمل جملہ حقوق بندگی

خدا کی بندگی میں خوشی سے شامل ہوتے ہوتے عمل میں تمام بندگی کے حقوق کی بجا آوری ہے۔

"تو اس میں اعمال اور بندگی کی مشروط صفات کے حامل ہونا ضروری نہیں بلکہ عامی طور پر ہر ہر فرد بشر خدا کا بندہ مملوک ہے اس لئے چونکہ خدا پرستی انسانی فطرت میں ہے عالم، جاہل، رذیل و شریف، نیکو کار، بدکار، شاد و گدا، افریقہ کا وحشی اور یورپ کا اعلیٰ تعلیم یافتہ سب اس میں برابر کے حصہ دار ہیں"

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ ط
(سورت الاعراف۔ آیت ۱۹۴)

ترجمہ: بے شک جو لوگ غیر اللہ کو پکارتے ہیں وہ بھی تمہارے طرح کے بندے ہیں۔

غرضیکہ باری تعالیٰ کا اجمالی اعتراف تمام مذاہب اور تمام انسانوں میں پایا جاتا ہے اس بنا پر اسلام نے اس مسئلہ کو چنداں زور نہیں دیا اسلام کے مختصات میں جو ہے وہ چیز توحید ہے کیونکہ دوسرے مذاہب میں یا تو سرے سے توحید نہیں تھی یا تھی تو کامل نہیں تھی اس بنا پر کلام الٰہی میں بار بار ذکر کیا گیا ہے کہ کفار کو بھی وجودِ خدا سے انکار نہیں۔ کفار کو جو وحشت ہے وہ عقیدۂ توحید ہے۔

اس لئے ارشاد ہوتا ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمْ

ترجمہ: اے لوگو! تم اپنے اس

الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝
سورۃ البقرہ آیت ۲۱

رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا۔ اور ان لوگوں کو تم سے پہلے پیدا کیا۔ تم کو ڈرنا چاہیئے۔

بدیں صورت ذات باری کی ربوبیت اور ملکیت ہر ہر چیز پر حاوی ہے انسان جبکہ اشرف المخلوقات ہے تو اس کی نسبت باری تعالیٰ کی طرف اس کی ارتفاع شان کے تئے زیادہ مصیب تھی۔ بایں ہمہ جسماً و روحاً دونوں اعتبار سے اس کی طرف نسبت کی گئی ہے۔

تو اس نکات طیبات سے بندۂ خدا کا پہلا نعرہ ہے۔ اس بات کی طرف مشیر ہے کہ ہم سب خدا ہی کے بندے ہیں۔ یعنی ہم خدا کے تمام مخلوقات سے نکل کر ایک خاص مخلوق (انسان) کے زمرے میں داخل ہونے والے ہیں۔ سو ہم ان انسانوں میں سے ہیں جو صرف خدا ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ یوں اس جہاں میں جتنے انسان بس رہے ہیں خدا ہی کے بندے ہیں۔ خواہ وہ سعادت مندوں میں سے ہوں خواہ وہ بدبختوں میں سے ہوں۔

لہٰذا عام بندوں میں سعداً و اشقیاءً سب شامل ہوتے ہیں کسی ذاتی خصوصیات یا کسی مصطلحہ عمل سے کوئی سروکار نہیں۔ سو مشرک، کافر، یہود، نصاریٰ، سکھ، ہندو، لا مذہب اور بے دینیوں سب کو شامل ہے یہ بھی تو خدا کے بندے ہیں۔ خدا کی ربوبیت ان پر بھی لاگو ہیں۔ ؎

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو || گیر و دار و صاحب و دربان دریں درگاہ نیست

جو چاہے اس کو حاصل کرے۔ جو چاہے اس پر چلے۔ سو رکھوالی، چوکیدار اور دربانچی (کا امتیاز) اس درگاہ میں نہیں ہے۔

نسبت کی ہیر پھیر

وہ بھی انسان ہے بعض خود کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنے آپ کو عبدالشمس، عبدالکعبہ، عبدالمالکہ، عبدالاحمر، عبدالمنات، عبدالعزیٰ اور عبدالشیاطین وغیرہ کہلاتے ہیں۔ اور غیر اللہ کی نسبت کو فخر سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان اضافات سے ان کا عملی اور اعتقادی علاقہ تھا بلکہ ان کے اذہان میں سورج، چاند، تارے، لات، عزیٰ، آگ، پانی اور ابلیس وغیرہ کی طرف انتسابِ نام کا ہونا ان کے بہترین ناموں میں سے ہے۔

چنانچہ وہ مشرک ہیں غیر اللہ کی پرستش کرنے والے ہیں یہ طریقہ عہدِ جاہلیت کے مشرکوں کا بھی تھا۔ ان سب کا ناسخ اسلامی تعلیمات، عادات واخلاق کا وجود ہے۔ تعلیماتِ ربانی سے یہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝

سورۃ البقرہ۔ آیت ۲۰۸

ترجمہ: اے مومنو! اسلام کے اندر پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اسلام کی تعلیمات سے یہ ہے کہ مسلمان والدین اپنے بچوں کو عبداللہ عبدالرحمان، عبدالصمد جیسے ناموں سے موسوم کرے۔ یہ اعلیٰ طریقہ تسمیہ ہے اس کے علاوہ جو بھی رحمانی نام رکھ دیں وہ بھی مسنون فعل ہے مگر شیطانی ناموں کا شائبہ تک نہ ہو۔ اس کے علاوہ انبیاء و آئمہ کرام، اولیاء و بزرگانِ دین کے ناموں سے موسوم کرنا اسلافِ دین کے طریقوں کے موافق ہیں اور اُن سے

محبت کی علامت بھی ہے کافروں، ظالموں، رسولؐ کے دشمنوں اور آپؐ کے آل کے دشمنوں کے ناموں سے انتخاب کرکے نام رکھنا مکروہ ہے۔ اور محمدؐ کے نام مبارک اور آپؐ کی کنیت ابوالقاسم سمیت فرد واحد کے نام میں یکجا کرنا بھی مکروہ ہے۔ (الفقہ الاحوط)
چنانچہ حضرت امام الاوصیا حیدر کرار علیہ السلام فرماتے ہیں۔

وَحَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ اَنْ يُّحْسِنَ اِسْمَهٗ وَيُحْسِنَ اَدَبَهٗ وَيُعَلِّمَهُ الْقُرْاٰنَ۔ (نہج البلاغۃ)

ترجمہ: فرزند کا باپ پر فرض یہ ہے کہ اس کا نام اچھا تجویز کرے اسے اچھے آداب سکھائے اور اسے قرآن شریف کی تعلیم دیں۔

یہ انسب طریقہ ہوگا کہ ہم ہر حالت میں ظاہری و باطنی نسبت کو خدا ہی کی طرف تعلیق کرے۔

عبادت

عبادت سے مراد یہ ہے کہ بندہ خود کو ہر حالت میں رضا و منشا رب کے مطابق چلائے۔ اس کی بارگاہ میں شکستگی اور ذلت اختیار کرے۔ ہر وہ کام جس کے کرتے ہوئے خدا کی بڑھائی اور بزرگی نیز اس کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ ایک مخلص بندے کی تو شان یہ ہے

اِنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا۔ (سورۃ الجن آیت)

ترجمہ: اور یہ جب اللہ کا بندہ کھڑا ہو کر اس کی عبادت میں لگ جاتا ہے تو قریب ہے لوگ اس پر جم گھٹا کرے۔ فرما دیجئے! اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

میں تو صرف اپنے پروردگار کی ہی عبادت
کرتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک
نہیں ٹھہراتا۔

لازمی امر ہے جب اِس ذات نے ہمیں پیدا فرمایا تو ہم کسی زمانے کی بندگی کیوں کرے۔ ؎

یہ بندگی خدائی یہ بندگی گدائی || یا بندۂ خدا بن یا بندۂ زمانہ

اِس کے بندے تو وہ ہیں۔

يَعْبُدُونَنِي وَلَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا
سورۃ النور آیت ۵۵

ترجمہ: وہ میری عبادت کرتے ہیں۔ اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

عبادت من حيث الاصطلاح

کتاب مجمع البحرین قرآنی لغات کی ایک طرح دار تفسیر ہے۔ اِس میں عبادت کی لغوی اور شرعی اصطلاحات پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے۔

عبادت کی لغوی اصطلاح

اصطلاحِ لغات میں عبادت سے مراد هي مواظبة على فعل المامور به کسی مامور بہ کام پر پابند رہنے کا نام عبادت ہے۔ اِنسان کو کوئی حاکم اعلیٰ ذات کی طرف سے دیا جائے اِس حکم کے مطابق پابندی سے عمل پیرا رہنا عبادت کہلاتا ہے۔

عبادت کی شرعی اصطلاح

اصطلاحِ شرع میں عبادت سے مراد العبادۃ

الخضوع والتذلیل الی اللہ ۔ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں شکستگی اور ذلت اختیار کرنا ہے۔ گو ہر وہ فعل جس کے کرتے ہوئے خدا کی بڑھائی اور بزرگی نیز اس کی عظمت کے سامنے خود کو خاکساری سے پیش کرنا۔ تمام انانیت موہومہ کو زیر کرتے ہوئے اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔ چاہے یہ لسانی ہو یا بدنی یا کل اعضا و جوارح سے ادا ہو رہے ہوں شرعی روسے عبادت کہلاتے ہیں۔

قرآنی روسے عبادت معرفتِ اللہ کا دوسرا نام ہے۔ تذلیل خودی ہی نہیں معرفتِ حق بھی عبادت میں شامل ہے۔

حکما کی اصطلاح میں عبادت کی اقسام

حکما کی اصطلاح میں عبادت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) عبادت وہ جو ابدان پر واجب کردی جائے مثل نماز، روزہ اور حج اس کی عبادت گزاری کے لئے وقوف (عرفات و منیٰ) وغیرہ اور سعی شریف (صفا و مروہ) وغیرہ۔

(۲) عبادت وہ ہے جو نفوس پر لازم کی جائے اس کی مثال یقین کے ساتھ ان چیزوں میں صحیح اعتقاد رکھنا ہے۔

(ل)۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے۔

(ب) یہ کہ خدا تعالیٰ کی ہی حمد و ثنا کا مستحق ہے۔
(ن) یہ کہ خدا تعالیٰ نے وجود اور حکمت کی بدولت تمام عالم کو جو فضل و عطا سے فیض یاب کر دیا ہے۔ ان سب کے بارے میں فکر و نظر کرنا۔
(د) یہ کہ رب تعالیٰ کے مصارف میں سعی بروئے کار لانا۔
(۳) عبادت سے مراد یہ ہے کہ ان آداب کو ملحوظِ نظر رکھنا جو لوگوں اور معاشرے میں مشترک ہوں گو تجارت، زراعت تزویج امانت کی ادائیگی بعض بعض کو نصیحت و تادیب، مابین تعاون، دشمن دین کے ساتھ جہاد، حسریم کا احترام اور مزکر اسلام کیساتھ مسابق ہوتا ہے

مذکورہ تقسیم کو قبول کرنے کی صورت میں ہم عملی طور پر اس امر کے مصداق ٹھہرے کہ ہمیں ایک موحد ایک مسلمان اور معاشرے میں ایک مخلص کارکن شریف انسان کی حیثیت سے رہنا چاہئے۔

ہم جب تک زندہ ہیں شریعت کے احکام و نواہی کے مکلف ہیں اور اُصولِ شرع ہی کے پابندیوں کو قبول کرکے حقیقی بندگی کا مظاہرہ کرنا ہے اِس کے بغیر ہم اس کے حقیقی بندوں میں سے نہیں ہیں

عبادت کے تعارف و تحقیق کے بعد ہم اس کی اجتماعی صورت کو ایک خوبصورت نقشے کی مدد سے مذید واضح کرتے ہیں۔

(اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

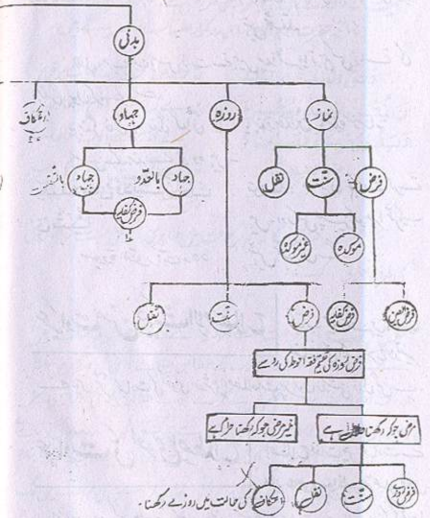

۱؎ نوٹ:۔ فرض کفایہ سے مراد ہے چند لوگوں کی ادائیگی سے یہ فرض ادا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ جنازہ اور جہاد یہ دونوں اجتماعی عبادات میں سے ہیں۔ اس لئے اِس کی ادائیگی ہر ایک پر لازم نہیں ہیں۔ مگر انکاری پہلو حرام ہے۔

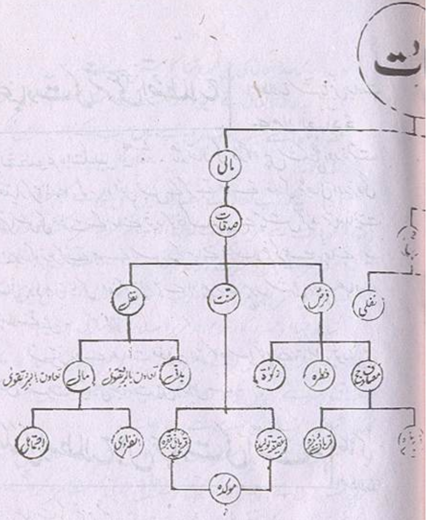

نوٹ:۔ الفقہ الاوسط کی رو سے اعتکاف بھی دو قسموں میں منقسم ہے۔ مرضی غیر مرضی، مرضی حلال
ہے۔ اور غیر مرضی حرام ہے۔ مرضی کی تین قسمیں ہیں۔ فرض، سنت اور نفل۔ ان چاروں کی صورت
زہ ضروری ہے۔

(مزید مطالعہ کے لئے باب الاعتکاف کی طرف رجوع کریں۔) ۔۔شکریہ:۔

ہمارے عقائد

ہم بندہ ہونے کی وجہ سے ایک خالص مسلمان بننے کے لئے قرآن وسنّت ہی کے مطابق عمل اور اعتقادی نظریات رکھنے والے ہیں، غیر اسلامی نظریات سے کھلی دشمنی اور بیزاری ناقابلِ تسخیر ہیں۔ عقیدے کے لحاظ سے ہم وہی کچھ ہیں جو بزرگان سلف الصالحین اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے اختیار کردہ عملیات ونظریات سے اپنے زیبِ گلو حاصل کرلئے ہیں

مسلک نوربخشیہ کے ایمانی اور اعتقادی پہلوؤں کو حضرت میر سیّد علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب دعوات صوفیہ میں یوں مذکور کیا ہے۔

ارکانِ ایمان

اُصولِ شرع کے اعلامیے کے مطابق ایک مسلمان کے ایمانی تقاضے اِس طرح اختیار کرنے سے پورے ہوجاتے ہیں۔

(ا) اقرار بر زبان۔

(ب) تصدیق بدل۔

(ج) عمل بہ تن۔

(د) متابعت سنّت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اِن چہار گانہ ارکان کے معانی یہ ہیں کہ اپنی زبان سے اقرار کرنا، اپنے دل کے ساتھ تصدیق کرنا۔ اپنے اعضا وجوارح کے ذریعے عملیات دین احکامِ شرع متین ادا کرنا سنّت رسولِ مقبول علیہ الصلوٰت والتسلیم کی بہرحال متابعت کرنا ہیں یہ چار ارکانِ ایمان ہر مکلّف مسلمان مرد عورت پر لازمی طور پر اختیار کرنے کو فریضہ عائد

ہے۔ اِس پر تصدیق و احسان کے ساتھ زندگی بھر کی پابندگی اور استقامت سے رہنما ہر فردِ بشر کو راہِ نجات وہدایت پر گامزن رکھتا ہے۔ حضرت شیخ ضیاءالدین ابو نجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب آدابُ المُریدین میں بحث ایمان میں ان ارکان کی من وعن وضاحت فرماتی ہے۔ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ذخیرۃ الملوک میں ان ہی ارکان کو رقم کیا ہے۔ ان دو مقتدر گرامی متعالی بزرگوں کی تحاریر کے علاوہ ان ارکان کی اہمیت واہمیت کا اندازہ درج ذیل مفاہیم و مقاصد سے بھی ممکن ہو جاتا ہے کہ ایک فرد کو مسلمان بنانے یا اسلام پر قائم دائم رکھنے کے لئے مذکورہ ارکان کا دائرۂ اثر کس حد تک قوی ہے۔ اور ہجومِ افکار سے سیدھے سادے مسلمان کو کس طرح پریشان فکر سے نکال کر صحیح اور درست سمت پر رواں دواں رہنے کی تعلیم فراہم کرتا ہے

(۱) زبان کا اقرار۔

(۲) دل کی تصدیق۔

(۳) بدن کا عمل۔

(۴) سنّت نبویؐ کی پیروی درج ذیل طریقوں کے مطابق کرنا ہے۔

(ا) شریعت میں اقوالِ پیغمبرؐ کو اختیار کرنا۔

(ب) طریقت میں افعالِ پیغمبرؐ کو اپنانا۔

(ج) حقیقت میں احوالِ پیغمبرؐ کو اعتبار کرنا۔

نتائج

● ۔ چاروں ارکان کا حامل مومن مسلمان ہے۔

● ۔ چاروں ارکان سے عاری فردِ کافرِ مطلق ہے۔

● ۔ رکنِ دوم کا حامل، رکنِ اول سے عاری فردِ منافق ہے۔

نتائج

ارشادِ ربانی ہے ۔

اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ

ترجمہ : بے شک منافق لوگ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے ۔

رکنِ اوّل اور رکنِ دوئم کا حامل، رکن سوم سے عاری فردِ فاسق ہے۔

نتائج

اعمال و عبادت کی بجاآوری میں سستی اور کوتاہی وغیرہ کی بنا پر جہنم کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ اور آخرکار سزائیں کاٹ کاٹ کر جہنمی کے نام سے جنت میں داخل کیا جائے گا۔

(مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ)

نتائج

فرمانِ نبوی ہے ۔

اِنَّ اَهْلَ الْبِدْعِ كِلَابُ اَهْلِ النَّارِ

ترجمہ : بے شک بدعتی لوگ جہنم والوں کے کتے ہیں

کتاب نجم الھدیٰ میں اس نیرنگِ تعلیم کو ایک اور انداز و ندرت سے مذکور کیا گیا ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ ۔

ترجمہ : نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے ۔

اَلشَّرِيْعَةُ اَقْوَالِيْ وَالطَّرِيْقَةُ اَفْعَالِيْ وَالْحَقِيْقَةُ اَحْوَالِيْ

شریعت مرے اقوال ہے ،
طریقت مرے افعال ہے ۔

۱؎ دعوات صوفیہ اردو مترجم ابو العرفان

وَقَالَ [illegible] اَلشَّرِيعَةُ اَقْوَالُ النَّبِيِّ مَعَ الْخَلْقِ وَالطَّرِيقَةُ [illegible] مَعَ الْقَلْبِ وَالْحَقِيقَةُ اَحْوَالُهُ مَعَ اللّٰهِ ۞

اور حقیقت مرے احوال ہے۔ بعض عرفا کا کہنا ہے کہ لوگوں کے ساتھ نبی کے کلام کرنے کو شریعت آپ کے قصداً افعال بجالانے کو طریقت، اور خدا کے ساتھ آپ کے جو حالات قائم ہوں گے وہ حقیقت کہلاتے ہیں

بہرحال اس کے تحت جو اشعار ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

مدعائے قولہا لیکن یکیست	بے خرد آں کس دریں معنیٰ شکیست
پس ہمے باید کہ فردِ ہوشیار	بر شریعت کرد اول استوار
بر طریقت مائل آنکہ دل کند	وز طریقت معرفت حاصل کند

ترجمہ: سب اقوال کا مدعا ایک ہی ہے۔ لیکن بے عقل لوگ وہ ہیں جو اصل نتیجہ سے رہ جاتے ہیں۔

بس ہوشیار کو چاہیے کہ پہلے شریعت ہی پر کامل استواری اختیار کرے۔ (پھر اگر) طریقت پر دل مائل کر دیا جائے تاکہ طریقت پر گامزن اس قصد سے ہو کر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے تو صاف ظاہر ہے کہ ہماری خلقت اور شرع کی پابندی حرف بحرف رب تعالیٰ کی معرفت کی غرض سے کی گئی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ۞
(سورۃ الذاریات آیت ۵۶)

ترجمہ: ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی وحدانیت اور معرفتِ توحید کی غرض سے پیدا کیا ہے۔

ان کے دلائل سے ایک بھی دلیل عقلی کی قائم نہیں فرمائی بلکہ فرمایا قل ھواللہ احد آپ فرمادیں کہ اللہ ایک ہے۔ اس جملے سے اللہ تبارک تعالیٰ کا وجود ثابت ہوگیا۔ اور تعداد کی نفی ہوکر اللہ سبھی کے لئے احدیت کا ثابت ہوگیا۔

اللہ الصمد یعنی اللہ بے نیاز ہے۔ تو اس سے اللہ تعالیٰ کی جسم کی نفی ہوگئی۔ ولم یکن لہ کفوا احد۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

تو اس سے اللہ تعالیٰ کی بیوی ہونے کی نفی ہوگئی۔ اس کا شریک نہ ہونے کے بارے میں یہ ارشاد ہے۔

لَوْكَانَ فِيهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔

ترجمہ: اگر آسمان وزمین میں خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی خدا ہوتا تو وہ دونوں ضرور تباہ ہو جاتے۔

پس عقل دلیل رکھنے والا اس معنوی سمت پر عقل کے ساتھ برہان طلب کرے گا۔ اور بے شک اس کی سمت پر یہ لفظ دلالت کرتا ہے۔ مسلمان اس توحید کی غیر متزلزل عہد کو روزانہ بلکہ ہمیشہ اعتراف کرتے ہیں اور نماز صبح کے بعد نیک لوگ اس ورد کو مخلوص دل وظیفہ کرتے ہیں۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ صَاحِبُ الْوَحْدَانِیَّۃِ الْفَرْدَانِیَّۃِ الْقَدِیْمِیَّۃِ الْاَزَلِیَّۃِ الْاَبَدِیَّۃِ لَیْسَ لَہٗ ضِدٌّ وَلَا نِدٌّ وَلَا مِثْلٌ۔

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی حق عبادت نہیں (وہ ذات کے لحاظ سے) یکتائی والا ہے اور (صفات کے لحاظ سے) تنہائی والا ہے (وجود کے لحاظ سے) قدیم ہے

وَلَاشَرِیْكَ لَہٗ اِلٰہ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ
لَاشَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ
یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَحَیٌّ
لَایَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُوَھُوَ
عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌوَاِلَیْہِ
الْمَصِیْرُ ؕ
(دعوات صوفیہ اُردو)

(زمان کے لحاظ سے) اول ہے (ابقا کے لحاظ سے) ابدی ہے۔ اس کی نہ مخالف طاقت ہے نہ کوئی برابر کے شریک ہے نہ کوئی مثال ہے نہ کوئی اس کا شریک کار ہے۔ اکیلے اللہ کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ اس کا کوئی شریک کار نہیں۔ حقیقی سلطنت اس کی ہے۔ تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ وہ سب کو حیات بخشتا اور موت دیتا ہے۔ وہ خود زندہ ہے۔ اس کے لئے کوئی موت نہیں۔ اس کے قبضہ قدرت میں بھلائی ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اسی کی طرف بازگشت ہے۔

اور پنجگانہ نمازوں کے بعد اسی توحید و وحدانیت کی روح افزا اذکار کے ساتھ آواز بلند کرتے ہیں۔ اور عصر کی نماز کے بعد روزانہ یہ ورد زبانِ حال اور زبانِ قال دونوں سے جاری کرتے ہیں۔

شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآاِلٰہَ اِلَّا
ھُوَوَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ
قَآئِمًابِالْقِسْطِ۔ لَآاِلٰہَ اِلَّا
ھُوَالْعَزِیْزُالْحَکِیْمُ ؕ
(دعوات صوفیہ اُردو)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے خود (فعلاً) گواہی دی ہے کہ اسی کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں فرشتے اور اہل علم بھی عدل و انصاف پر قائم رہتے ہوئے گواہی دیتے ہیں۔ اسی اللہ کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

وَاَنَا اَشْهَدُ بِمَا شَهِدَ اللّٰهُ بِهٖ وَاَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ هٰذِهِ الشَّهَادَةَ لِيَوْمِ حَاجَتِيْ وَهٰذِهِ الشَّهَادَةُ لِيْ عِنْدَ اللّٰهِ وَدِيْعَةٌ حَتّٰى يُؤَدِّيَهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔

(دعوات صوفیہ اُردو)

جس امر کی اللہ نے (تعالیٰ) گواہی بھی دی ہے۔ میں بھی اس کی گواہی دیتا ہوں۔ اور اس گواہی کو اپنی ضرورت کے لئے اللہ کے ہاں ودیعت رکھتا ہوں۔ یہ گواہی بھی اللہ کے میری ایک امانت ہے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ اس امانت کو میرے حوالے کرے گا۔ بے شک اللہ کے نزدیک (قابل قبول) دین اسلام ہے۔

ہر صبح نمازِ تہجد سے فارغ ہونے کے بعد جب صبح صادق طلوع ہو جائے۔ اذان دینے کا حکم بجا لاتے ہیں۔ اذان کے بعد دو رکعت نمازِ صبح کی سنّت کی نیت سے بجا لاتے ہیں۔ اور سنّتِ صبح سے فارغ ہوتے ہی اورادِ صبحیہ کا ورد کرتے ہیں۔ اور ایمان والے گڑگڑا کر خدا کی درگاہ میں آہ و بکا کرتے ہوتے یوں دعا کرتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ وَاَسْئَلُكَ يَقِيْنًا صَادِقًا لَيْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ وَلَا شِرْكٌ وَلَا شَكٌّ وَاَسْئَلُكَ اَنَالُ بِهَا شَرَفَ الْكَرَامَاتِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

(دعوات صوفیہ اُردو)

ترجمہ: پروردگار! میں تجھ سے دل کے ساتھ رہنے والا ایمان کا طلب گار ہوں اور سچے یقینی پہلو کا خواہاں ہوں جس کے حصول کے بعد کسی قسم کے کفر و شرک اور شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ نیز اس رحمت کا درخواست گزار ہوں۔ جس کے ذریعے میں دنیا و آخرت دونوں میں عزت کا شرف حاصل کروں۔

آخر میں ایک اور توحید سے بھرپور شذرہ پیش کرنے کے بعد کفایت ربّانی پر کلام کروں گا اوراد و تحمید میں یہ کلمات توحید ربّانی کے اظہار کے لئے دلوں کو جلا بخشتے رہے ہیں۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ
لَهٗ اِلٰهًا وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا
فَرْدًا وِتْرًا حَيًّا قَيُّوْمًا دَائِمًا
اَبَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا
وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي
الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ
الذُّلِّ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ

(دعواتِ صوفیہ اُردو)

ترجمہ: اکیلے اللہ کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ اس کا کوئی بھی شریکِ کار نہیں۔ جبکہ وہ ایک ایسا معبود ہے۔ جو یکتا ہے۔ تنہا ہے۔ بے نیاز ہے۔ منفرد ہے۔ طاق ہے۔ حیات بخش ہے۔ کائنات کو قائم رکھنے والا ہے۔ ابدالآباد کے لئے ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اس نے نہ کسی رفیقۂ حیات کو اختیار کیا ہے۔ نہ ہی کوئی بیٹا۔ سلطنتِ حقیقی میں اس کا کوئی شریکِ کار نہیں۔ اور نہ ہی ذلت سے بچانے کے لئے اس کا کوئی دوست متصور ہو سکتا ہے۔ آپ اس کی خوب خوب بڑھائی بیان کریں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔

اللہ ہی کافی

توحید کے جیالوں کا ہر کام اللہ ہی کے بل بوتے پر سرانجام پاتا ہے۔ اس لئے وہ ہر وقت ہر کام اپنے اعمال و افعال اور جملہ معاملاتِ دینوی اور آخروی سب کو اللہ ہی کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اور یہ کہہ کر دمِ آسائش لیتے ہیں کہ اللہ ہی کافی ہے۔

ان کے وظیفہ اوراد سے چند کلمات یہ ہیں جنہیں اولیا سلف نے میر سیّد علی ہمدانیؒ کو عنایت فرمایا ہے جو اوراد فتحیہ کے اندر یوں مذکور ہیں۔ اور وہ توکل علی اللہ کی روشن مثال ہے۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ لِدِيْنِنَا
حَسْبُنَا اللّٰهُ لِدُنْيَانَا
حَسْبُنَا اللّٰهُ لِمَنْ اَهَمَّ لَنَا
حَسْبُنَا اللّٰهُ لِمَنْ بَغٰى عَلَيْنَا
حَسْبُنَا اللّٰهُ لِمَنْ حَسَدَنَا
حَسْبُنَا اللّٰهُ لِمَنْ كَادَنَا بِالسُّوْءِ
حَسْبُنَا اللّٰهُ عِنْدَ الْمَوْتِ
حَسْبُنَا اللّٰهُ عِنْدَ الْقَبْرِ
حَسْبُنَا اللّٰهُ عِنْدَ الْمَسَائِلِ
حَسْبُنَا اللّٰهُ عِنْدَ الصِّرَاطِ
حَسْبُنَا اللّٰهُ عِنْدَ الْحِسَابِ
حَسْبُنَا اللّٰهُ عِنْدَ الْمِيْزَانِ
حَسْبُنَا اللّٰهُ عِنْدَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ
حَسْبُنَا اللّٰهُ عِنْدَ اللِّقَاءِ
حَسْبُنَا اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ
اُنِيْبُ ۔

(دعوات صوفیہ اردو)

ترجمہ: اپنے دینی معاملات میں ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔ اپنے دنیاوی معاملات میں ہمارے لئے اللہ کافی ہے ہمیں رنج پہنچانے والے کے مقابلے بھی ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔ اپنے بغاوت پسندوں میں بھی ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔ ہم سے حسد کرنے والوں کے مقابلے میں بھی ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔ ہمیں دکھ کے ساتھ فریب دینے والوں کے مقابلے میں بھی ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔ موت کے وقت بھی ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔ قبر میں پہنچنے کے وقت بھی ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔ نکرین کے سوالات کئے جانے کے وقت بھی ہمیں اللہ کافی ہے پلِ صراط سے گزرتے وقت بھی ہمیں اللہ کافی ہے۔ حساب لیتے وقت بھی ہمیں اللہ کافی ہے۔ اعمال کے ترازو نصب کرتے وقت بھی ہمیں اللہ کافی ہے۔ بہشت اور دوزخ کے وقت بھی ہمیں اللہ کافی ہے۔ آخری ملاقات کے وقت بھی ہمیں اللہ کافی ہے۔ میرے لئے وہ اللہ کافی ہے۔ جس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں تو مرق اللہ پر.

اعتماد کیا کرتا ہوں۔ اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

وَعَلٰی هٰذِهِ الشَّهَادَةِ نَحْيٰی وَنَمُوْتُ وَعَلَيْهَا نُبْعَثُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی

ترجمہ: انشاء اللہ ہم اسی گواہی پر زندہ زندہ رہا کرتے ہیں۔ اور اسی پر مرا کریں گے اور اسی گواہی پر حشر میں اٹھائے جائیں گے۔

(دعوات صوفیہ اُردو)

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

(اقبالؒ)

اسلام اور شرک

بعض قومیں اللہ تعالیٰ کی بھی مخالفت کرنی شروع کر دیتی ہیں۔ لیکن ان کی خوش قسمتی اور اللہ کی تحمل کو دیکھئے کہ وہ اسے بھی برداشت کر لیتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یوں بھی ارشاد فرمایا ہے۔

وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰی رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ۝ سورۃ الفرقان آیت ۵۵

ترجمہ: کافر اپنے رب کے بھی مخالفت شروع کر دیتی ہے۔

بعض جاہل انسان ما بہ صفت اتنے تنگ نظر ہو جاتے ہیں۔ بصیرت کی باتوں سے عاری ہو کر ہمیشہ ضد و عداوت کی عینک لگا رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ اصل حقیقت سے ہمیشہ نابلد ہوتے ہیں۔ اپنی زبان کو حد سے تجاوز کرنے پر لگا دیتے ہیں۔ ان کی زبانیں تائید حق کی توفیق سے محروم ہوتی ہیں۔ اصل مشرک تو وہی لوگ ہیں جن کی کوئی شریعت نہیں۔ ان کا کام فقط کیچڑ اچھالنے جہالت پر مبنی باتوں کو اچھال اچھال کر اسلام میں افتراق ڈالنا ہوتا ہے۔ ایسا کام کرنے سے ہرگز احتراز کرنا چاہئے۔ جو رب تعالیٰ کے حکم اور منشا کے خلاف واقع ہوتے ہوں۔ ایسی باتوں سے

زبان کو لگام کیا جائے۔ چنانچہ رب کائنات خود ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

(سورۃ النحل آیت ۱۱۶)

ترجمہ: اور تم جھوٹ مت باندھو جو تمہاری زبانیں بیان کرتی ہیں یہ کہ حلال اور حرام ہے، اس غرض سے کہ اللہ کے ساتھ تم جھوٹ کا افترا کرو۔

اب افترا علی الرحمٰن کرنے والوں کی کیا نجات ممکن ہے؟ بعض لوگ تو اچھے بھلے مسلمانوں کو شرک کہتے ہوئے ذرا جھجکتے نہیں پائے حالانکہ یہ تحقیق بڑی عار والی چیز ہے سے

خدا سے غافل اور اس پہ نعمت دنیا
اسی کی شان ہے احسانِ ناسپاس کے ساتھ

ملّی وحدت اسلام کا نصب العین

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (آل عمران آیت ۱۰۳)

اسلام وحدت و یکسوئی کی آماجگاہ ہے۔ انبیا کرام اور اولیا سلفُ الصالحین کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ کبھی بھی اسلام کے اندر اتحاد و اتفاق کے منافی روش کو اختیار نہیں کرتے تھے۔ ان سب کا نصب العین اسلام رہا ہے اور اسلام کا نصب العین وحدت ملت ہے اعتصام و التزام وقت کے اہم تقاضے ہیں۔ اس پر فتن دور میں تو اس رفیع الشان نصب العین کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کی ضرورت ایک حقیقت ہے۔ اس چیز کی حفاظت ہر طبقہ کے لوگوں پر عائد ایک فریضہ

ہے۔ علماء، دانشور، سماجی کارکن، اور سیاسی عناصر اور اساتذہ کے کردار اس سلسلے کی اہم کڑیاں ہیں۔ اسلام کو سیاست اور فرقہ پرستی اور گروہ بندیوں کے دنگل سے بچایا جائے۔

اختلافات، انتشار کو ہوا دینے والی ہر ہر مضر عبارت سے گریز کریں اور عملی زندگی میں خلوص اور ملک وملت کے نقصانات کو احساس خاطر رکھیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والی لابیوں سے ہوشیار رہیں۔ ہم سب کو علمائے حق کی دعوتوں کو قبول کرلینی چاہئے۔ ہم سب نے اسلام کے اندر رہی سہی کسر کو دور کرکے وحدتِ اسلامی کی تقدس کو بحال رکھنا ہے پھر ان بزرگ ہستیوں کے نقوشِ قدم پر بھانپ بھانپ کران پر چلنے کی کوشش کرنی ہے۔ سہ

اپنے من میں ڈھوب کر پاجا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہ بنتا تو نہ بن، اپنا تو بن

اسلام کے دیس میں کوئی ایسی کمی نہیں ہے جس سے آپ کو منظ مالتقدم کا سامان نہ ملتا ہو بلکہ اس میں توالحمدللہ ہر درد کا علاج اور ہر تنگی کے لئے ششنا موجود ہے۔ سہ

تو ہی ناداں چند کلیوں پر گزارا کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

رب تعالیٰ کی معرفت اور اس کی توحید کو جاننے کے معیار کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ عوام الناس کے لئے اور حق ومعرفت کی جستجو کرنے والوں کے لئے کافی ہے۔ چونکہ خزانے کے مال یا جنس کی پہچان کے لئے یک مشت از خروار کافی ہوتا ہے۔ ورنہ

باری تعالیٰ کے بارے میں خود خالق کائنات کی یہ کلیات قابل فہم ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِہٖ عِلْمًا۔

ترجمہ :۔ اور انہوں نے خدا کا قدر بھی نہیں سمجھا۔ اور علم کے زور سے اس پر احاطہ نہ کر سکے۔

تاہم اللہ کے حقیقی بندوں میں شامل ہونے کے لئے انسان کو کئی مرحلے طے کرنا ہونگے۔ ان کے بغیر زندگی کچھ بے معنی سی لگتی ہے۔

مرحلہ طلب

انسان اور جستجو چولی دامن کا ساتھ ہے اس کی فطرت معلوم سے نامعلوم کی طرف رغبت کرتی ہے۔ نامعلوم چیز کے جاننے کے بارے میں جستجو جاری رہتی ہے۔ طلبِ حق اس کا فریضہ ہے۔

جہل سے اس کو نفرت ہے۔ اور علم و معرفت کے حصول کی راہ میں شدائد کو خاطر میں نہیں لاتے۔ بلند ہمت اور سخت کوشی اس کا شعار ہے۔ وہ جانتا ہے۔ حق اور روشنی اس کی خاطر تخلیق کی گئی ہے۔ جب وہ اس کے حصول میں سرگرم ہو جاتا ہے۔ تو خالق

اس کی اس پیاس کو بجھاتا ہے۔ اور اسے یوں اپنی شفقت نوازی کا اعلان کرتا ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔
(سورۃ العنکبوت۔ آیت ۶۹)

ترجمہ:۔ جو لوگ طلب حق میں جستجو کرتے ہیں ہم انہیں راہ دکھاتے ہیں۔

اس سے یعنی طلب حق سے زندگی کے سفر کا آغاز ہوتا ہے۔ اور سفر کی ابتدا ہی سے رب تعالیٰ کی رہنمائی حاصل ہوجائے تو زندگی کی یہ تاریک دنیا روشن کرنے میں کوئی مشکل نہیں

لہٰذا انسان کو اپنی فطرتی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے ظلمت سے علم کی طرف علم سے عرفان کی طرف رواں دواں رہنا چاہئے۔ تاکہ تلوین کے ذرین اصول اور تمکین جیسی عظیم دولت سے قلب و روح کو دوام و استحکام حاصل ہوجائے۔ طلب کے بغیر وجد ممکن نہیں ہے۔

مرحلہ تربیت

لڑکپن کا زمانہ اس میں اسے نفع و نقصان، حلال و حرام اور حق و ناحق کی پہچان نہیں

بلکہ بچے کا دل گویا شیشہ نما ہوتا ہے۔ بُرے خیالات اور فاسد حالات یا ماحول اور باطل اعتقادات سے بلکل پاک و صاف ہوتا ہے۔ اس کا مزاج شہوات و غضبات کے مہلک بیماریوں سے بھی محفوظ ہوتا ہے۔ اور عقل و شعور کے اعتبار سے ناپختہ مگر باتوں کے اعتبار سے بہت اثر پزیر اس کے دل کی تختی صاف ستھری ہے

اس پر سامع و حافظ کی باتیں بہت اثرانداز ہوتی ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے عظیم حسن و تقویم سے پیدا فرمایا ہے۔ جسمانی صحت و تندرستی سے بھی مالا مال ہے۔ مگر اسے جو کمی درپیش رہتی ہے۔ وہ صرف صرف تعلیم و تربیت کی کمی ہے۔ رشد و ہدایت کی ضرورت ہے۔

جہاں خداوند کریم نے تمام اعضاء انسانی کو حسن و خوبصورتی کا حامل بنایا گیا ہے۔ اس میں کسی ایک عضو یا حصہ کا فقدان اس کی خوبصورتی میں نقص پیدا کرتا ہے۔ آنکھ، ناک، کان، منہ، ہاتھ اور ٹانگیں ہر چیز کی اپنی خوبی اور منفعت ہے۔ ان تمام کا مجموعہ انسان کو ظاہری حسن میں چار چاند لگاتا ہے۔ مناسب قد و قامت بھی اسی بات پر توثیق فراہم کرتا ہے۔ اسے حسن صورت سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس صورت کے ذریعے انسان پہچانا جاتا ہے۔ یہ ظاہری عشق و محبت کی بنیاد بن جاتا ہے۔ خوبصورتی انسان کا لازم و ملزوم حصہ ہے۔ اور یہ انسان کا ظاہر کہلاتا ہے۔ ہم ظاہری خوبیوں کو نمبر کم دیں گے۔ مگر انسان کا باطن سیرت ہے۔ اسے اپنانے کے لئے انسانی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔

بچہ ابھی صاف و شفاف دل رکھتا ہے۔ اسے نہایت مؤثر تعلیم و تربیت کی ضرورت درپیش رہتی ہے۔ اسے حسن سیرت فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کی نفی اثر پزیر صلاحیتوں کو اُجاگر کرکے حسن اخلاق یعنی باطنی خوبصورتی پیدا کرنے پر توجہ مبذول کر دی جائے تاکہ وہ علم و حکمت تقویٰ و طہارت، شجاعت و عفت، حلم و تواضع صبر و شکر اور عدل و انصاف کا حامل بن جائے۔

اگر کوئی کسی عارف اور کامل کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کرے گا۔ تو اُمید ہے کہ وہ اللہ کے نیک لوگوں میں شامل ہو جائے اور ولیوں میں سے ایک ولی بن جائے۔ اور اگر کسی فاسق اور فاجر بد شعار شریر کے ہاں بود باش کرے تو اس کی یہ محبت اسے شیطان صفت بنا دے گی۔ اور وہ لوگوں کی نظر میں بھی مردود ہو جائے گا۔ اللہ کے ہاں بھی لعنت و تردید کا مستحق ٹھہرے گا۔ اور جہنم اس کا ٹھکانہ ہوگا۔ اس لئے ہمیں یہ امر ہوتا ہے۔

قُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا ۔ (سورۃ تحریم آیت ۶) ترجمہ:۔ ہم اپنے نفسوں اور اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچالو۔

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"ارباب قلوب اور اہل تحقیق کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ حسن خلق ایمان کو بھی کہتے ہیں۔ اور بد خلقی کو بے ایمانی"

(ذخیرۃ الملوک)

اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ روح اور دل کا معیار بھی حسن خلق ہے۔ جس کے ذریعے انسانی کمالات صوری و معنوی کا متصف ہو سکتا ہے۔

تہذیب اخلاق

انسانی زندگی کے اخلاقی اعتبار سے تین ادوار ہوتے ہیں:۔

۱:۔ زمانہ طفولیت ۔

۲:۔ زمانہ تمیز۔
۳:۔ زمانہ قبول یا انکار۔

زمانہ طفولیت جو لڑکپن کہلاتا ہے۔ اس کے بارے میں تھوڑی وضاحت ہو چکی ہے۔ تاہم یہ دور بچے کے لئے تعلیم و تربیت کا خواہاں ہوتا ہے۔ چونکہ اس وقت بچے کا لوح قلب شیشہ کی مانند ہے۔ مرشد یا اتالیق کا ہر ہر حکم قبول کرتا ہے۔ اس کی طبیعت کی تختی پر نقش کالحجر ہو جاتا ہے۔ جو کبھی مٹ نہیں سکتا۔

دوسرا زمانہ تمیز کا ہے۔ وہ بچہ کی حد تک کامیاب ہو رہا ہوتا ہے۔ اس کے ذہنی قوتیں کام کرنے لگتی ہیں۔ اسے نیک و بد کی تمیز ہو جاتی ہے۔ باوجودیکہ وہ شہوانی غلبے سے نیک کاموں سے جی چرانے لگتا ہے۔ عبادت و ریاضت کی طرف دل نہیں دہرتا۔ خودسری کا عادی بن جاتا ہے۔ سہل پسندی اس کا مزاج بن جاتا ہے۔ یہ زمانہ بہت ہی مشکل ہے۔ اس دور میں بچے کو قائل کرنا کسی نیک کام کی طرف مائل کرنا قدرے محنت طلب بن جاتا ہے۔ اس لئے اسے نیا فکر دینا اور اس پر نیا خیال جمانا پڑتا ہے۔ تاہم اس طرح اس کی اصلاح ہو جاتی ہے۔

تیسرا زمانہ قبول و انکار کا ہے۔ قبول کی فرصت تو کھو چکی ہے۔ کیونکہ دور ثانی بے کار گیا۔ اس میں کچھ نہ کر سکا۔ انکاری پہلو نمایاں ہو جاتا ہے۔

اخلاقِ ذمیمہ

شاہ ہمدانؒ فرماتے ہیں۔
وہ شخص جس کے خیالات کی ترتیب اور پرورش خیالات فاسدہ پر ہوچکی ہے۔ اور اس کا دل اعتقادات باطلہ پر جم چکا ہے۔ اور غضب یہ ہے۔ کہ اعتقادات باطلہ کو صحیح مانتا ہے۔ یعنی باطل کو حق اور رات کو دن سمجھتا ہے۔ اور بد کو نیک جانتا ہے۔ اور کڑوے کو میٹھا۔ اور برے کاموں کے کرنے پر فخر کرتا ہے۔ ایسے بداعتقاد کا درست ہونا پہاڑ کو ناخن سے کھودنا۔ سر و لوہے کو کاٹنا یا آگ کو پانی سمجھنا ہوتا ہے۔ ایسے آدمی کی اصلاح میں اہل عرب یہ مثال دیا کرتے تھے۔

اَشَدُّ التَّعذِیبُ تَھذِیبُ الذِّئبِ

ترجمہ:۔ بھیڑیے کا درست کرنا سخت مشکل ہے۔ کیونکہ اس کی عادت جبلی ہوچکی ہے۔

ع عاقبت گرگ زادہ گرگ شود
گرچہ با آدمی بزرگ شود ؎

اخلاقِ حمیدہ

راہِ حق پر چلنے کے لئے اپنے نفس کو خواہشات اور نکوہیدہ اوصاف سے پاک رکھنا شرط اول سے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اخلاق ذمائم سے خود کو مبرا کرکے تمام اوصاف حمیدہ سے مزین کرنا کمال تہذیب و تکمیل

اخلاق سے مترادف ہے۔

حضرت عائشہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپؐ کے تمام اخلاق قرآن پر مبنی ہے۔

(بخاری مسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بدخلقی بدبختی ہے۔ اور تم میں وہ بد ہے۔ جو بد اخلاق ہو۔

(نہج الفصاحہ)

دوسری حدیث میں فرماتا ہے۔ بدخلقی بدبختی ہے۔ عورتوں کی تابعداری شرمندگی اور نیک سیرتی کامیابی ہے۔

(نہج الفصاحہ)

ذخیرۃ الملوک میں ہے کہ مومن ہمیشہ زمانہ کی پانچ مصیبتوں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ اول تو یہ کہ مسلمان اس پر حسد کرتے ہیں۔ دوم منافق اس کو دشمن جانتے ہیں۔ سوم کافر اس کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرتے ہیں۔ چہارم شیطان چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کرئے۔ پنجم اس کا نفس چاہتا ہے کہ اس کو خواہشات نفسانی میں مبتلا کرے۔

مگر وہ خدا کے حکم کے بموجب نفس کو ڈانٹتا ہے۔ انہی باتوں میں اگر وہ حوصلہ کرے تو اس کی ابدی وسیلہ کا باعث ہو جاتی ہیں۔

حضرت شیخ ابوبکر وراقؒ فرماتے ہیں۔

جس نے اعضا کی باگ کو شہوات کے میدان میں ڈھیلا کر دیا۔ گویا کہ

اس نے اپنے دل کے باغ میں ندامت کا درخت بھر دیا۔ جس کا پھل حسرت و ہوائے سوا کچھ نہ ہوگا۔

وہب بن درداؒ فرماتے ہیں۔

جس نے لذات دنیوی کو نہایت خوشی سے چاہا۔ اس کو آخرت کے واسطے تیار رہنا چاہئے۔

روایت ہے جب عزیز مصر زلیخا کو صرف اس لئے طلاق دے دیا۔ کہ وہ یوسف علیہ السلام کی محبت میں ہمیشہ مستغرق رہتی ہے تو زلیخا کا کام یہ تھا کہ جو شخص یوسف علیہ السلام کا نام اس کے روبرو لیتا۔ اس وقت جو کچھ اس کے پاس موجود ہوتا۔ اس پر قربان کردی۔ حتٰی کہ سخت نادار، غریب اور محتاج ہوگئی۔ ایک راہ گزر پر بیٹھ کر بھیک مانگتی تھی۔ جب وہ زمانہ آگیا کہ یوسف علیہ السلام بادشاہ ہوگئے۔ اور انہوں نے زلیخا کو نکاح میں لے لیا۔ تو زلیخا نے ایک دن بیان کیا کہ اس زمانہ مصیبت کو ہجر میں مجھے یہ اچھی طرح سے معلوم ہوگیا کہ حرص کی کثرت بادشاہوں کو غلام بنادیتی ہے۔ اور صبر و تقویٰ بندوں کو بادشاہ بنا دیتا ہے تقویٰ کیسا کام ہے۔ جس کو ہم اوصاف حمیدہ کا مجموعہ کہتے ہیں اور جو شخص اپنے آپ کو امورِ شرعی کے تابع بنالیتے ہیں۔ اور متقی ہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں وہ مقبول اور معزز ہوجاتا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔ سورۃ الحجرات آیۃ ۱۳

ترجمہ:۔ تم میں سے پرہیزگار لوگ اللہ کے ہاں زیادہ عزیز ہیں۔

۲

ذریّت آدم علیہ السلام

ہمارا دوسرا نعرہ ذریتِ آدمؑ ہے۔ ہم آدم صفی اللہ کی اولاد ہیں۔ ہم سب کا باوا آدمؑ ہے۔ اور ان تمام ذرّوں سے (جو عالم ارواح میں رکھے گئے تھے) خود کو ممتاز سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام کے صلب سے ظہور ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہٖ ترجمہ: بچہ باپ کا بھید ہوتا ہے۔
(صحیح مسلم)

حق تعالیٰ کا ارشادِ گرامی اس معنی پر دلالت کرتا ہے۔

یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ سورۃ الطارق آیت ۷ ترجمہ: وہ پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔

یعنی اولادِ آدم اپنے باپ کے پیٹھ اور اس کی سینے کے درمیانی ہڈیوں کی بیچ سے نطفہ خروج پاکر قرارِ حمل ہو جاتا ہے۔ پھر یہ نطفہ اپنی مدت، نمو وصل پورا کرنے کے بعد رحم مادر سے بچہ بن کر پیدا ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
(سورۃ الاعراف آیت ۱۷۲)

ترجمہ: جب تمہارے رب نے آدمؑ سے اس کی پشت در پشت اولاد پیدا کی۔ یہی اولاد آپ کی بقائے نسل کا بہانہ ٹھہریں۔

آپؑ سے انبیاءؑ پیدا ہوئے۔ مرسلین پیدا ہوتے۔ اولیاءؒ، غوث، قطب اور ابدال معرض وجود میں آتے۔ نیک لوگ نمودار ہوتے۔ عبادت، ریاضت، زہد، ورع اور پاکیزگی اختیار کرکے وہ فرشتہ صفت بن گئے۔ بخدائے ذوالجلال کے ہاں بڑے بڑے مقام حاصل کئے۔

اور وہی انسان ہے خباثت، نجاست اور غلیظ کیفیات سے واسطہ رکھنے کی وجہ سے مقام انسانیت سے زوال پزیر ہوا۔ روحانی کثافت اور بدعملی نے ملکی منازل سے اُتار کر اسفل السافلین کے ذلت آمیز طبقوں میں لاکر رکھ دیا۔ اس بنا پر رب کائنات خود اس چیز کو مظہر فرماتا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ
(سورۃ التین آیت ۴، ۵)

ترجمہ: ہم نے انسان کو بہترین تقویم کے ساتھ پیدا کیا۔ پھر اس کو ہم نے ہی اسفل السافلین میں پھینک دیا۔

جو صرف رب تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے تعمیل احکام سے سرکشی کے سبب حاصل ہوا۔ انسان ہی انسان کے سلسلہ پیدائش اور نسلی پھیلاؤ کا سبب ٹھہرا۔ اور اسی سے آدمیت کی سلطنت قائم دائم ہوگئی۔ بدیں وجہ یوں ارشاد ربانی ہے۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ
(سورۃ الصافات آیت ۷۷)

ترجمہ: ہم نے اس کی اولاد کو (قیامت تک) باقی رہنے والا قرار دیا۔

۳

ملّت ابراہیم علیہ السلام

فرزندانِ توحید کا تیسرا شعار ملّتِ ابراہیم ہے۔ ہم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ملّت پر قائم دائم ہیں۔

ملّت کا مفہوم

ملّت دین کا دوسرا نام ہے۔ دین تو اسلام ہے اسلام ایک ہمہ گیر شریعت ہے۔ اس کی ابتدا حضرت آدمؑ اور انتہائے احکام ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہو جاتی ہے۔ مگر اسلام مسلسل روشن افروز عمل و اطوار اور اعتقادات کا نام ہے۔ جو مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اور دینِ فطرت ہے۔ اِسلام سراسر فوز و فلاح کا ذریعہ تقویٰ اور تزکیہ اپنانے والوں کے لئے وسیلۂ معرفت سعادت اور مسرّت سرمدی ہے۔ ہر نبی کی نبوت پر رسول کی رسالت کے پرکار اسلامی اخلاق و عادات کے ہی گرد گھومتے رہے ہیں۔

اِسلام قرآن مجید کا پاکیزہ تصوّر ہے۔ یہی مقدس تصوّر درحقیقت توحید، رسالت

عبادت۔ قیامت، جزاو سزا، حشر و نشر اور موت کے فہمیدہ لوازمات پر مشتمل اعتقادی اور ایمانی اشکال کا مجموعہ رہا ہے۔ اس میں عدل و انصاف، مساوات و برابری کے تمام تقاضے موجود ہیں۔ جو حضرت آدمؑ سے کر ہمارے نبی گرامی پیغمبر اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کے تمام انبیاؑ ورسل کے بعثت کا باعث ٹھہرے۔ اور مظہر کل کائنات کے یہ مظہر عجائبات کے انعامات فاضلہ کی موسلا دھار بارش سے پوری پوری سیرابی ہوتی رہی۔ دریں صورت تمام انبیاؑ ورسل کی طرف الگ الگ یا کچھ کچھ تغیر و تبدل مقرری سے نوک پلک سنوارنے کا کارنامۂ حکمت گری سے آئین اسلام جاری وساری رہا۔

آخر صاحب ختم رسالت مآب کی زندگی میں تکمیل دین و دنیا کا منجانب اللہ اعلان ہوگیا گویا اسی اصولوں اور اعتقادات پر مشتمل صورت ملّت اسلام یعنی ملّت ابراہیمؑ کی تشریحی ڈھانچے کی تھی، چنانچہ ملّت اسلام کی روشِش حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ملت سے غماز ہوتی ہے۔

ملّت کے معانی اور استعمالات

ملت کا لفظ توحید، طریقہ دین اور راستے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

وَالْمِلَّةُ فِى الْاَصْلِ مَاشَرَعَ اللّٰهُ لِعِبَادِهٖ عَلٰى سُنَّةِ الْاَنْبِيَاءِ لِيَتَوَاصَلُوْا بِهٖ جَوَارَاللّٰهِ۔ (مجمع البحرين)

ترجمہ: دراصل ملت اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں کو انبیاؑ کے نقش قدم پر چلانے کا نام ہے۔ اس لئے اللہ کی قربت حاصل کی جاسکے۔

ملت کی اضافت خدا کی طرف نہیں ہوگی نہ ہی کسی اُمت کے کسی فرد کی طرف۔ بلکہ کہا جائے گا ملت موسیٰؑ۔ ملت ابراہیمؑ۔ اس کا استعمال عام راستوں کے لئے بھی ہوتا ہے۔ اور باطل مذہب پر بھی بولا جاتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔

الکفر ملۃ واحدۃ (مجمع البحرین)

ترجمہ: یعنی تمام کفر ایک ہی ملت پر ہیں۔

جب اس لفظ کی اضافت کسی نبی کی طرف کی جاتی ہے تو اس کے ساتھ خاص ہو جاتی ہے۔ تو اس صورت میں ملت سے مراد دین ہو گا۔

ملت ابیکم ابرھیم ھو سماکم المسلمین ؕ (سورۃ الحج آیت ۷۸)

ترجمہ: تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملت اختیار کرو۔ اسی نے ہی تمہارا نام مسلمان رکھا۔

واتبعت ملت ابائی ابراھیم واسحاق ویعقوب ؕ (سورۃ یوسف آیت ۳۸)

ترجمہ: اور میں نے اپنے باپ ابراہیمؑ اور اسحاقؑ و یعقوبؑ کی دین کی پیروی کی۔

تخصیصِ ملّت

ملت کو حضرت ابراہیمؑ سے خاص کرنے اور آپ کی ملت کو اپنانے کا اصل مقصد امرِ خداوندی ہی ہے جس کی تعمیل ہم سب پر واجب العین ہے۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

فرض اللہ الطاعۃ نظاماً للملۃ ای الدین والشریعۃ (مجمع البحرین)

ترجمہ اللہ نے دین کے نظام اور ضوابط کے لئے اطاعت لازم قرار دیا۔

اس کے علاوہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی للّٰہیت کی جزبات سے قریبی تعلق بھی ہے۔ جس کی اصل وجہ سراپا تعبداری کے لئے روشن ہدایات فراہم کرنا ہے چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

(سورۃ الانعام آیت ۱۶۲، ۱۶۳)

ترجمہ: فرما دیجیے اے رسول ﷺ بیشک میری نماز، قربانی، میرا جینا میرا مرنا تمام جہانوں کے پالنہار کے لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اسی پر مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور میں پہلا مسلمان ہوں۔

ہمارے اس روحانی نعرے کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ اسی میں اسوہ ابراہیمی سے توحید للّٰہیت، اخلاص، تعبدی کے رہنما اصول پھوٹ پھوٹ کر نمودار ہو رہے ہیں۔ بایں ہمہ ملت ابراہیم کی پیروی ہی مسلمانوں کا ایمانی حصہ ہے۔ روحانی قوت کے اعتبار سے ملت ابراہیم عظیم اثرات کی حامل ہے۔ اسلامی روحانی دنیا کا یہ پاور ہاؤس نظام شریعت کے لامحدود روشن شعبوں کو گھیرا ہوا ہے۔ اس کی اہمیت و افادیت کا اندازہ درج ذیل آیات سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ

(سورۃ الانعام آیت ۱۶۱)

ترجمہ: استوار دین تو ابراہیم کا، وہ تو شرک لانے والوں سے نہیں تھا۔

ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا

(سورۃ النحل آیت ۱۲۳)

ترجمہ: پھر ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی بھیجی۔ ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کرنا۔

قَدْ کَانَتْ لَکُمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ

ترجمہ: تحقیق تمہارے لئے بہترین زندگی کا معیار، ابراہیم اور ان لوگوں

(سورۃ الممتحنۃ آیت ۴)

جو آپؑ کے "ساتھ تھے" میں ہے

وَمَن يَرغَبُ عَن مِلَّةِ ابرَاهِيمَ اِلَّا مَن سَفِهَ نَفسَهُ (سورۃ البقرہ آیت ۱۳۰)

ترجمہ: اور ابراہیمؑ کے دین سے اعراض کرنے والا کون ہے؟ مگر جو اپنے نفس کو بے وقوف بنا دیا۔

مِلَّةَ اَبِيكُم اِبرَاهِيمَ هُوَ سَمّٰكُمُ المُسلِمِينَ ط (سورۃ الحج آیت ۷۸)

ترجمہ: تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین اختیار کرو۔ اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

قَالُوا كُونُوا هُودًا اَو نَصٰرٰى تَهتَدُوا ط قُل بَل مِلَّةَ اِبرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ المُشرِكِينَ (سورۃ البقرہ آیت ۱۳۵)

ترجمہ: انہوں نے کہا تم یہودی اور نصرانی ہدایت پاؤ گے کہہ دو نہیں بلکہ تم ابراہیمؑ حنیف کی ملت کی پیروی کرو وہ شرک کرنے والوں سے نہیں تھے۔

رَبَّنَا وَاجعَلنَا مُسلِمَينِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُسلِمَةً لَكَ۔ (سورۃ البقرہ آیت ۱۲۸)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم دونوں کو اپنے مطیع (مسلمان) اور ہماری اولاد سے فرمانبردار جماعت بنا دے۔

قرآنی نظریہ ملتِ ابراہیمؑ کی ضرورت کو معلوم کرنے کے بعد اب اس پر چنداں تفصیل کی ضرورت نہ رہی۔ ہم نے اختصار سے جو کچھ بیان کیا ہے۔ یہ رسالہ اتنے کا متحمل تھا۔ زیادہ طوالت تقاضائے حال سے موافق نہیں ہے۔

لہٰذا تھوڑے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ واللہ معین ونعم المولیٰ ونعم النصیر

وَاللّٰهُ مُعِينٌ نِعمَ المَولٰى وَنِعمَ النَّصِيرُ

۴

امتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہمارا چوتھا روحانی نعرہ ہے۔ یہ کہ ہم محمد کے امتی ہیں۔ جو نہ صرف دلوں کو موہ لیتا ہے بلکہ جذبہ ایمانی کو مزید فروغ دیتا ہے۔

امت

یہ لفظ جماعت یا گروہ کے معنی دیتا ہے۔ اس میں تعمیم پائی جاتی ہے۔ کوئی سی ٹولی چاہے لوگوں کی ہو یا جانوروں وغیرہ کی ہر ٹولی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بلا تخصیص پائے جانے کی وجہ سے جلدی سے اس کا معنیٰ سمجھ نہیں سکتا۔ اور اس کے سمجھنے میں ٹامک ٹوئیاں کھا جانے کا خدشہ رہتا تھا۔ اس وجہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اضافت کرکے اس تعمیم کو تخصیص میں بدل دیا گیا ہے۔ تاکہ نکرہ سے معرفہ ہو کر اصل معنیٰ معلوم ہو جائے اور یہ کہ ہم اس کے تمام مغائر سے مستثنیٰ ہیں۔ پھر اس متبرک نعرہ سے پوری

طرح اعتقادی اور ایمانی نیز عملی پہلو کا اظہار بھی ہوجاتا ہے۔ یہ کہ ہم آپؐ کے فرمانبردار اور تعبیدار امّت سے ہیں۔ جن کو آپؐ کے عشق و محبّت سے وافر حصّہ ملا ہے۔

امثالِ تعمیم

کلامِ مجید میں اس کا استعمال عامیانہ ہوتا رہا ہے درج ذیل آیات میں اس کی تعمیم یوں مظہر ہے۔

وترٰی کل امۃ جاثیۃ کل امۃ تدعٰی الٰی کتابھا۔
(سورۃ الجاثیہ آیت ۲۸)

ترجمہ: اور تم ہر امّت کے گھٹنوں کے بل کھڑی دیکھیں گے۔ ہر گروہ اپنے نامہ اعمال کے ساتھ بلایا جائے گا۔

اِن ابراھیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا۔
(سورۃ النحل آیت ۱۲۰)

ترجمہ: بے شک ابراہیم علیہ السّلام خدا سے خوف کھانے والے۔ سیدھے راستے پر چلنے والے گروہ سے تھا۔

ولکل امۃ اجل۔
(سورۃ الاعراف آیت ۳۴)

ترجمہ: ہر گروہ کے لئے معیّن وقت ہے۔

ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم۔
(سورۃ الانعام آیت ۳۸)

ترجمہ: کوئی سا پرندہ جو اپنے پروں کے ذریعے اڑتا ہے۔ مگر تمہاری ہی طرح کے گروہ ہے۔

وکان الناس امۃ واحدۃ (سورۃ البقرہ آیت ۲۱۳) ترجمہ: لوگ ایک ہی گروہ سے تھے۔

عربی زبان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق مشہور مثالی کتاب مجمع البحرین میں لکھا ہے کہ:

مجمع الناس والحیوان علی امۃ۔ ترجمہ: لوگوں اور حیوانوں کو یکجا کرنے والا ایک گروہ (پیشوا) ہے

ایسا ہی تمام کفر کے بارے میں کہا گیا ہے۔

الکفر ملۃ واحدۃ ۔ (بیضاوی) ترجمہ: تمام کفر ایک ہی گروہ ہے۔

امثال تخصیص

اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاً و رسل بھیجے ہیں ہر نبی کا الگ الگ گروہ تھا۔ جدا جدا امت تھی انہی گروہوں کی طرف ان انبیاً کی تبلیغ وارشاد ہوتا رہا۔ اور وہ اسی امت سے مخصوص تھا۔ جن کے وہ نبی تھے۔

کلام مجید کے درج ذیل آیات میں مخصوص امتوں کے یوں تذکرے ملتے ہیں۔

ولکل امۃ رسول فاذا جاء رسولھم قضی بینھم بالقسط وھم لا یظلمون ۔ (سورۃ یونس آیت ۴۷) ترجمہ: ہر امت کے واسطے پیغمبر ہے۔ جب ان کا رسول آتا ہے۔ تو وہ ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرتا ہے۔ اور وہ ظلم کرنے والے نہیں ہوتے۔

ولقد بعثنا فی کل امة رسولاً ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت فمنھم من ھدی اللہ ومنھم من حقت علیہ الضلالة ط

سورۃ نحل آیت ۳۶

ترجمہ: اور تحقیق ہم نے ہر اُمت کے اندر پیغمبر بھیجے یہ کہ اللہ کی عبادت بجالاؤ۔ اور شیطان سے بچ کے رہے لیکن ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت دی۔ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوگئی۔

وقطعناھم فی الارض امماً فالصالحون ومنھم دون ذالک۔

ترجمہ: ہم نے ان کو زمین میں امت۔ امت بنادی ہیں۔ اور ان میں سے کچھ نیک لوگوں کے خلاف

سلام منا وبرکات علیک وعلی امم ممن معک ط

(سورۃ الانبیا آیت ۶۲)

ترجمہ: ہمارا سلام ہو تجھ پر اور ان لوگوں پر جو تیرے ساتھ ہیں۔ برکتوں سے بھی سرفراز کردیاہے

ان ھذہ امتکم امة واحدة وانا ربکم فاعبدون۔

(سورۃ الانبیآ آیت ۹۲)

ترجمہ: بے شک تمہارا گروہ ایک ہی امت ہے۔ میں تمہارا پالنہار ہوں۔ تم میری عبادت کرو۔

ان ھذہٖ امتکم امة واحدة وانا ربکم فاتقون (سورۃ مومنین آیت ۵۲)

ترجمہ: بے شک تمہارا گروہ ایک ہی امت ہے۔ اور میں تمہارا پالنہار

ہوں۔ مجھ سے ڈرو۔

ومن جعلنا امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون ط

ترجمہ: اور ان لوگوں میں سے ہم نے امت بنائی ہیں۔ وہ حق کی راہ دکھاتی ہے۔ اور اسی کے ساتھ انصاف کرتی ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر ط سورۃ آل عمران آیۃ نمبر ۱۱۰

ترجمہ: تم ہی بہترین امت ہو۔ لوگوں کے لئے نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے لئے نکالی گئی ہے۔

مجمع البحرین میں ہے کہ۔

والشریعۃ والملۃ واحدۃ

ترجمہ شریعت وملت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

عظیم گرامی

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سرور کائنات ہیں اللہ کے برگزیدہ رسول اور رحمت کل کائنات ہیں خاتم الانبیاء و مرسلین ہیں، امام الانبیاء ومتقین ہیں، محبوب سبحانی اور پیغمبر انقلاب ہیں، مظہر الذات والصفات خداوندی ہیں، آپ جامع القبلتین ہیں۔ صاحب تاج ومعراج ہیں۔

آپ کی ذات گرامی دنیا کی عظیم ہستیوں میں شمار ہوتی ہے۔ آپ کی تعلیمات واخلاق حسنہ ادیان عالم کے لئے روشن دلیل اور منارہ نور ہیں آپ کی تعلیمات کے متعلق ساری دنیا کے اہل فکر و دانش نے عقل و دانش کے اعلیٰ معیار پر مبنی ہونے

کو تسلیم کیا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے دانشوروں، مفکروں، اہلِ علم، مصنفوں نیز سائنسی سکالروں نے آپؐ کو اور آپؐ کی تعلیمات کو خوب سراہا ہے۔ اور دنیا آپؐ کی کمالیت اور جامعیت پر محوِ حیرت ہے۔ اور نبی الرحمت اور رؤف الرحیم نیز صادق و امین ہونے کا اعتراف کرتی چلی آئی ہے۔

غیر مسلم دانشوروں نے بھی آپؐ کے ذاتِ مقدسہ کے متعلق بے مقصد حرف استعمال نہیں کیا۔ آپؐ کی کمال، بلاغت اور حسن فصاحت پر ساری دنیا انگشت بدنداں ہے۔ آپؐ شریعت کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔ آپؐ اُمی ہوتے ہوئے قرآن مجید جیسے جامع آئین اور اُصول حیات لے کر آئے۔ وہی آپؐ کی افضلیت اور حقانیت پر واثق ثبوت اور اعجاز ہے۔ جس کی عالمتاب تعلیمات سے دنیا کا کونہ کونہ روشن ہوگیا۔ آپؐ کی دم قدم سے ہی آتشکدہ ایران سرد ہوگیا۔ قیصر و کسریٰ کے محلات میں زلزلہ آگیا۔ ان کی دیواریں پاش پاش ہوگئیں۔ پوری انسانیت کے پاس قرآن جیسی ثانی کتاب نہیں ہے۔ اس کے مضامین و آیات جو علم و حکمت کے بحرِ ذخار ہیں دنیا میں کوئی بھی ایسا صاحبِ بصیرت پیدا نہ ہو سکا۔ جو اس جیسی تعلیمات کا حامل ہو۔

پیغمبرِ انقلاب

باری تعالیٰ کی جانب سے ایک انقلابی ہستی کی آمد کی ضرورت اس وقت درپیش آئی جب عرب ظلمت و جہالت اور شرک و بدعت کے عمیق گڑھے میں گر چکا تھا۔ دنیا علم و عرفان سے خالی ہو چکی تھی۔ ظلم و بربریت عام ہو چکی تھی۔ بچیوں کو زندہ درگور کرنا رواج پکڑ چکا تھا۔ بت پرستی عام ہو چکی تھی۔ جفاکاریوں کا دور دورہ تھا۔ کعبے کو بتوں سے پر کیا گیا تھا۔ مظالم و ہٹ دھرمی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ توحید کے بجائے

شرک واصنام پرستی دین کی جگہ لے چکی تھی۔ تو آپ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا کی جانب سے پیغمبر انقلاب بنا کر بھیجا گیا آپؐ نے کائنات پر ایک عظیم ہستی کی حیثیت سے انقلابی تحریک جاری کردی۔ مختصر سی مدت میں دنیا کا نقشہ بدل ڈالا ظلمت وجہالت مٹ گئی۔ کائنات کو علم وعرفان، حکمت وموعظت سے بھردی آپؐ نے فرمایا قرآن مجید میرا اعجاز ہے۔ گویہ اعجاز ناقابل تسخیر ثابت ہوا۔ دوسرے تمام معجزے اس کے مقابلے میں کمزور ثابت ہوگئے۔ دنیا کی تمام کرامت واعجاز مٹ گئے ختم ہوگئے۔ قرآن مجید نہ کبھی ختم ہوا۔ اور نہ کسی انسان کی ضد سے ختم ہوسکے گا۔

ع خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

آپؐ کی انقلابی حیثیت کو قرآن مجید میں اس طرح وارد کیا گیا ہے۔

انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔
سورۃ الاحزاب آیت ۔ ۴۶

ترجمہ: اے رسولؐ ہم نے تم کو گواہ اور بشارت دینے والا۔ اور ڈرانے والا اللہ کی طرف سے اس کے اذن کے مطابق جلانے والا روشن چراغ بنا کر بھیجا۔

باطل پرستوں کے مقابلے میں یہ ضروری ہوگیا تھا کہ وہ ایسا معاشرہ پیش کرے جو زبان حال سے غیر اسلامی معاشرے کے مقابلے میں اپنی برتری ثابت کرسکے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے کسی اہتمام اور بناوٹ کی ضرورت نہیں پڑتی۔ بلکہ تحریک انقلاب کے علمبرداروں میں تقویٰ اور احسان کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

ایک نبی کی اصلاحی اور انقلابی تحریک دوسرے تمام تحریکوں سے ممتاز ہوتی ہے۔ نبی اپنے پیروکاروں کی تزکیہ نفس اور روحانی صفائی کا زیادہ بندوبست فرماتا ہے وہ تہذیب اور تمدن کے لحاظ سے بھی اعلیٰ درجات پر فائز ہوتے ہیں۔ وہ معاشرے کو حسن عمل اور اخلاق نیز زندگی کا بہترین نمونہ بن کر آتے۔ اور دنیا کو علم وصداقت

توحید و رسالت کی تبلیغ فرماتے رہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :-

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین
(سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷)

ترجمہ : اے رسول تمہیں تو ہم نے سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

آپ مسلمان ، کافر ، فاسق ، کالے گورے ، امیر غریب ، دوست دشمن چھوٹے بڑے ، مرد و زن اور غلام و آقا سب پر رحمتِ بے کراں بنا کر تشریف لائے ہیں۔

آپ اُمّی الاصل ہیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فاٰمنوا باللّٰہ و رسولہ الامّی۔
(سورۃ الاعراف آیت ۱۵۸)

ترجمہ : پس اللہ اور اس کے رسول اُمّی پر ایمان لاؤ۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا لقب اُمّی تھا۔ آپ بالکل ناخواندہ تھے۔ کسی سے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھے تھے۔ آپ نے تمام کائنات پر ذات و صفاتِ خداوندی کے مظہر ہونے کی وجہ سے اصل ہیں۔ امی عربی لغت میں اصل اور مبتدا کے معنی دیتا ہے آپ اسلام کی اصل اور مرکز ہونا یہ حقیقت ہے۔

آپ بشر ہیں

حضرت سیدالعارفین علاؤالدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تین ذاتی حالتیں ہیں۔

(۱) بشری۔
(۲) ملکی۔
(۳) حقی۔

بشری حالت کے مطابق ارشاد ربانی ہے۔

قل انما انا بشر مثلکم۔ (القرآن) — ترجمہ: فرمادیں کہ میں بھی بیشک تمہاری طرح کا آدمی ہوں۔

ملکی حالت کے مطابق آپؐ فرماتے ہیں۔

انی لست کاحدکم انی ابیت عند ربی وھو یطعمنی ویسقینی۔ (القرآن) — ترجمہ: بے شک میں رات گزارتا ہوں اپنے رب کے ہاں وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ میں تم جیسا کوئی نہیں ہوں۔

حقی حالت کے مطابق خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں

لی مع اللہ وقت لا یسعنی ملک مقرب ولا نبی مرسلؐ۔ (القرآن) — ترجمہ: اللہ کے ساتھ میرا ایک مخصوص وقت ہے۔ جس میں نہ کسی مقرب فرشتے کو نہ کسی نبیؑ کو میرے ساتھ شرکت کی گنجائش ہے۔

اس بات پر مزید یہ روشن حدیث وارد ہے۔

من رانی فقد رای الحق (الحدیث) — ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

آپؐ ان تینوں حالتوں میں کلام اللہ سے مستفیض ہوتے تھے۔ بشری حالت میں کلام کی مثال ہے۔ جو صورت بشری سے مرکب تجلیات پر مشتمل ہوتا تھا۔

جیسے قل ھو اللہ احد۔

صورت ملکی میں کہیعص وغیرہ حروف مقطعات ہیں۔ اور صورت حقّی میں کلام مبین جیسے فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ ہوتا تھا۔[۱]

آپؐ بشر تھے چنانچہ آپؐ کھاتے تھے پیتے تھے۔ آپؐ کو آرام و راحت کی تقاضا و طلب تھی۔ نیند آتی تھی، خواہش نفس ودیعت کی گئی تھی۔ جنسی روابط شادی بیاہ کے ذریعے اولاد بھی ہوئی۔ آپؐ کے والدین ہیں۔ جہاد میں شریک ہوئے۔ دشمن سے لڑ کر کامیاب کا تاج پہنا زخمی ہوتے۔ آپؐ کو زہر دیا گیا۔ دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔ روح پرواز حق ہونے کے بعد جسم مطہر کو دفنایا گیا۔ تکفین و تجہیز بھی جنازے کی فرضیت بھی پوری کر دی گئی تاہم روضہ منور آج بھی سبز گنبد سے مزین فرش سے عرش تک فیوض و برکات چھوڑ رہا ہے اور فرزندان امت کے لئے منبع فیوض و برکات ہے۔ عاشقوں کے روحانی تسکین کا سبب بنا ہوا ہے

لہٰذا ان تمام بشری لوازمات کی بنا پر آپؐ بشر تھے۔ ہمارے لئے تعلیم و اخلاق کا معلم بن کر آئے۔ روشن اسوہ ساتھ لاتے تھے۔ آپؐ کی اسوہ حسنہ میں ہمارے لئے زندگی کا بہترین نمونہ موجود ہے۔ آپؐ ہماری طرح بشر تھے۔ مگر وحی الٰہی ہوتی تھی چنانچہ۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد (سورۃ کہف آیت ۱۱۰)

ترجمہ: فرما دیجیے! اے رسولؐ بے شک میں تمہاری طرح انسان ہوں۔ تحقیق تمہارا معبود اکیلا معبود ہے۔

نیز صفت کمال پیغمبری کی ایک صورت ملکی ہے۔ آپؐ کی یہ حالت

(۱) تفسیر حسینی)

دیکھی نہیں جاتی۔ آپؐ صرف انسان ہی نہ تھے۔ مگر آپؐ کے اندر کمالِ انسانیت سے بڑھ کر نورانی تاثیر بھی ودیعت کی گئی تھی۔ آپؐ ایسے اوصافِ لطیفی و ملکی کے شائستہ کمالات سے فیض یاب ہیں۔ اِس صورت میں ہم جیسے انسان نہیں رہتے۔ بلکہ بعض اوقات آپؐ کی حالت نوری لطافت کا فرشتہ بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ آپؐ دیکھئے۔ حضرت جبرائیلؑ بھی اِس حرف اعتراف سے کمزور معلوم ہوتا ہے۔

لو دنوت باصبع لاحرقت ترجمہ: اگر میں ایک انچ کے برابر بھی اِس حالت سے بالا ہو جاؤں گا، تو جل جاؤں گا۔

؎ اگر یک سرِ موئے برتر برم
فروغِ تجلّی بسوزد پرم
(سعدی)

؎ جلتے ہیں پر جبرائیلؑ کے جس مقام پر
اُس کی حقیقتوں کا شناسا تم ہی تو ہو
(ظفر علی خان)

رسالت مآبؐ اِس مقام سے بھی بالا ہو کر معراجِ نبوّت سے سرفراز ہو گئے۔ ذاتِ نبیؐ کے متعلق ہمیں زیادہ بحث مناظرہ اور حرف گیری کرنے کی جسارت نہیں کرنی چاہیے۔ ہمیں ہر وقت ادب اور احترام کے شائستہ اُصول کو بھی ملحوظ رکھنے کی بھی تمیز سیکھنی چاہیے ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب!

بے ادب تنہا نہ خود را کرد نہ خراب
بلکہ جملہ آب گردد ہم جلاب
(مثنوی مولانا روم)

آپؐ نور ہیں

قرآنِ مجید میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نوری صفت پر واضح آیات موجود ہیں سورۃ النور کی تفصیل ہمیں آپؐ کے نور ہونے پر ثبوت فراہم کرتی ہے۔

مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضئ ولو لم تمسہ النار نور علی نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیئ علیم۔

(سورۃ النور آیت ۳۵)

ترجمہ: اِس کے نور کی مثال طاق کی مانند ہے۔ جس میں چراغ ہو۔ وہ چراغ لالٹین کے اندر ہو۔ گویا چمکتا ہوا روشن ستارہ ہو! روشن کیا جاتا ہے اسے مبارک درخت زیتون (کے تیل) سے نہ شرق کی طرف ہے نہ مغرب کی طرف۔ قریب ہے اس کا تیل روشن ہو جائے۔ اگرچہ اس کو آگ نہ بھی چھوئے۔ نور بالائے نور ہے۔ اللہ جس کو چاہے اِس نور کی راہ دکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے۔ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

شیخ سلیمان قندوزی مفتی قسطنطنیہ نے اپنی کتاب ینابیع المودت میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے ایک لمبی روایت نقل کی ہے۔ اس میں بڑی تفصیل کے ساتھ نورِ محمدؐ کا ذکر موجود ہے۔ اس بیان کے بعد ایک اور حوالہ سے شیخ علاؤالدولہ سمنانی قدس سرہ اللہم صلی علی محمد کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔

مخلوق کی خصلت سے پہلے آپ کا نور پیدا کیا گیا۔ کائنات کے لئے ظاہری شکل میں آپ کا تشریف لانا باعثِ رحمت ہے۔ شیخ سلیمان قندوزی یہ بھی کہتے ہیں کہ نورِ محمدی کی سبقت والتقدم کے بارے میں بہت احادیث وارد ہوئی ہیں۔ میں صرف ایک حدیث بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ آپ نے دوسری حدیث بھی وارد کی ہے۔

حضرت قاضی عیاض کی کتاب الشفا میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ قریش اللہ تعالیٰ کے حضور میں دو ہزار برس پہلے ایک نور کی شکل میں موجود تھے۔ وہ نور اللہ کی تسبیح بیان کرتا تھا۔ اس کی تسبیح سن کر فرشتے تسبیح کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا۔ تو اس نور کو حضرت آدمؑ کی پشت میں جاگزیں کر دیا (نور قریش سے مراد نورِ امامت و نبوت ہے) حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مودت القربیٰ کے آٹھویں مودت میں یہ احادیث وارد کی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا۔ میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؑ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تجھے اپنے نور سے پیدا کیا ہے۔ جب آدمؑ کو پیدا کیا تو اس نور کو آدمؑ کے صلب

میں ودیعت کیا۔ میں اور تم لگاتار ایک صورت میں باقی رہے۔ آخرکار صلبِ عبدالمطلب میں جدا ہو گئے مجھ سے نبوت اور رسالت اور تم سے وصایت اور امامت نمودار ہوئی۔

سیّد محمد نوربخش رح نے نجم الھدیٰ میں نور محمدی کے متعلق یوں شعر کہا ہے۔

نور روحِ مصطفٰے از نور خویش
آفرید و آئینہ کردش بہ پیش

روح مصطفٰے کا نور اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے ہی پیدا فرمایا اور اسے اپنے سامنے رکھنے والا آئینہ بنا دیا۔ لمعۂ اول دربیان تجلی نور احمدی کے عنوان سے کافی ضوفشانی فرمائی گئی ہے۔ کتاب نہج الفصاحۃ میں ہے، آپؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں۔

اول ماخلق اللہ نوری ــــ ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

کتاب تفسیر الحسینی میں تفسیر عین المعانی سے روایت نقل کی گئی ہے

محبت حبیبؐ کا نور خلیتِ خلیلؑ کے نور کے ساتھ نورؓ علی نور ہے۔

پدر نور پسر نور است مشہور
ازیں جا فہم کن نورٌ علی نور

گلشنِ راز میں محمّد لاہیجی فرماتے ہیں:۔

دراں موضع کہ نور حق دلیل است
چہ جائے گفتگوئے جبرائیلؑ است

جہاں نورِ خدا کا ثبوت موجود ہے۔ وہاں جبرائیلؑ کی کیا مکالمت ہو سکتی ہے۔ جبریل جسم نوری ہونے کے باوجود مقام فنا سے ہنوز نہیں ہے کیونکہ فنا فی اللہ کے مقام میں علم و عقل اور تمام انسانی صفات محو ہو جاتے ہیں۔ پس بلاشک و شبہ جس مقام میں اللہ تعالیٰ کا نور رہبر جبریلؑ ہے۔ وہاں پر راہ نہ ہوگی۔ جب انسان کامل کے مرتبہ کے کمال اِس بلندی پر فائز ہے کہ علوی اور سفلی موجودات سے کسی عام فرد کو اس تک رسائی ممکن نہیں تو فرماتے ہیں۔ ؎

فرشتہ گرچہ دارد قرب درگاہ
نگنجد در مقام لی مع اللہ

فرشتے اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے اتنی قربت تو رکھتے ہیں مگر میرے لی مع اللہ والی خاص حالت کے ساتھ ان کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ ؎

چو نورِ او ملک را پر بسوزد
خرد را جملہ پاؤ سر بسوزد

یہاں پر فرشتہ کے پر جل سکتے ہیں۔ وہاں خرد کی بھی سراپا جلی ہوئی راکھ مل سکے گی۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب لے کر تشریف لانے والے ہیں۔ ان کے بارے میں ہماری بحث و نظر چہ معنی دارد اللہ ہم سب کو حق ہی پر چلا دے آمین!

آپؐ عالم الغیب ہیں

انبیاؑ و اولیاؒ کرام دینِ اسلام کی وہ بزرگ ہستیاں ہیں۔ جو اسرار و رموز خداوندی سے بالکل واقف ہوتے ہیں۔ مگر جب ذاتِ نبی کمال صفت

نبوت یعنی بشری، ملکی اور روحی یا حقی سے متصف ہیں۔ تو بھی ہم سکتے ہیں۔ وہ علوم و اسرار غیبی سے ناآشنا ہیں۔ اس بارے میں ہم بطو حضرت علاؤالدولہ سمنانیؒ کے انداز فکر کو ضرور پیش کریں گے۔ یہی ایک بلیغ اور حقیقت کی بنا پر قائم عرفان ہے۔ وہ فرماتے ہیں لیکن عربی عبارت کا طوالت سے بچتے ہوئے صرف ترجمہ قلمبند کرتے ہیں کہ

کہنے والا یہ کہتا ہے کہ غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ حق کے مطابق سچا ہے۔ سچائی اور حقیقت کے امتیاز کرے تو کیا نہیں دیکھتا اللہ تعالیٰ کی اِس فرمان کی طرف۔

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ ولا اعلم الغیب (سورۃ الانعام آیت ۵۰)

ترجمۂ: فرمادیجیے! اے رسولؐ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ اور نہ غیب کو جانتا ہوں۔

اور اگر کہنے والا یہ کہتا ہے کہ انبیاء علیہ السلام و اولیاء کرام، حکماء دین، وحی والہام اور حساب کی صورتوں میں اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے غیب جانتے ہیں اور کوئی بھی ان صورتوں کے بغیر غیب نہیں جانتے۔ وہ سچ کہتا ہے۔ اور اس پر لعن طعن جائز نہیں ہے۔ بلکہ اِس کو ہی جاننا چاہئے کہ جو شخص گمان رکھتا ہے کہ وہ خدا کی تعلیم کے بغیر غیب جانتے ہیں۔ اِس بنا پر وہ جھوٹا اور کافر ہے۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اِس قول کی طرف نہیں دیکھتے۔ جب آپؐ نے کہا کہ اِس کی خبر آپ کو کس نے دی؟

نبانی حکیم الخبیر (سورۃ التحریم آیت ۴۰۳)

ترجمۂ: مجھے علم والے باخبر بادشاہ نے خبر دی۔

کیا حضرت یعقوبؑ کے قول کی طرف نہیں دیکھتے؟

انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ واعلم مالا تعلمون (سورۃ یوسف آیت ۸۶)

ترجمہ: سوائے اس کے نہیں میں شکایت کرتا ہوں۔ اپنے غم اور بے قراری کی خدا ہی کی طرف اور میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوبؑ کے حق میں فرمایا۔

انہ لذو علم لما علمناہ (سورۃ یوسف آیت ۶۸)

ترجمہ: بے شک وہ ہماری تعلیم کی وجہ سے علم والا ہے۔

اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا۔

ذالک من انباء الغیب نوحیہ الیک۔ (سورۃ العمران آیت ۴۴)

ترجمہ: یہ غیب کی خبروں میں سے ایک ہے۔ جس کی ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں۔

قال فلا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول۔ (سورۃ الجن آیت ۲۶)

ترجمہ: کیا بس اس کے غیب کسی پر ظاہر نہیں کیا جاتا ہاں جو رسول میں سے جن سے وہ رضامند ہو۔

اللہ اپنے غیب سے کسی کو باخبر نہیں کرتا۔ مگر اس شخص کو باخبر کرتا ہے۔ جس کو اپنی رسالتؐ کے لئے چنا ہے۔ باقی ہمیں لفظی مناقشے میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ ذاتی اعتقادات پر تکیہ کرتے ہوئے۔ یہ کہنا کہ انبیاءؑ واولیاءؑ

کو علمِ غیب کا حامل سمجھنا شرک فی الصفات ہے حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ شرک تو اِس وقت میں ہوتا ہے۔ جب یہ کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی ذاتی حیثیت سے عالم الغیب ہے۔ جب ایسا نہیں بلکہ انبیاءؑ و آئمہ علیہ السلام کا علم اللہ کا دیا ہُوا ہے۔ تو اِس کو شرک سے کیا واسطہ اور اگر شرک کے یہی معنی ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ کے اس دعویٰ کا کیا نام ہو گا؟ جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔

اِنِّیٓ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ وَاُبۡرِیُٔ الۡاَکۡمَہَ وَالۡاَبۡرَصَ وَاُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ وَاُنَبِّئُکُمۡ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ ط۔

(سورۃ آلِ عمران آیت ۴۹)

ترجمہ: میں تمہارے لئے مٹی سے ایک ڈھانچہ بناؤں گا۔ پھر اس میں پھونکوں گا۔ تو وہ خدا کے حکم سے سچ مچ کا پرندہ بن جائے گا۔ اور میں مادر زاد اندھے کو اور مبروص کو اچھا کروں گا۔ اور اِس کے حکم سے مُردے کو زندہ کر دوں گا۔ اور جو تم کھاتے ہو اور گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو، تم کو بتا دوں گا۔ کیا ان کو بحکمِ خدا خالق و حیات بخش مان لینے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ کی صفتِ خلق و احیاء میں ان کو شریک سمجھا گیا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر اللہ کے سوا کسی امورِ غیب پر مطلع کر دینے سے یہ کہاں سمجھا جا سکتا ہے کہ اِس کے عالمِ غیب ہونے میں اس کو شریک ٹھہرا لیا گیا ہے کہ علمِ غیب کو جاننے کو شرک سے تعبیر کر کے اپنی موحدانہ عظمت کا مظاہرہ کیا جائے۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اولیاءِ عظام اور انبیاءِ کرام کو حست

عند اللہ خواب، الہام، القا اور غیبی اشارات سے ان پر پردہ حقائق منکشف ہوجاتے ہیں۔ اِس طرح اہلبیت کے روحانی عظمت کے پیش نظر کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں سے آگاہ نہ ہوسکیں۔ چنانچہ ابن خلدون نے تحریر کیا ہے۔

جبکہ کرامت کا ظہور اوروں سے ہوسکتا ہے تو ان ہستیوں کے بارے میں تمہارا کیا گماں ہے؟ کہ جو علم و ذہانت کے لحاظ سے ممتاز اور نبوت کی نشانیوں کے آئینہ دار تھے اور اس بزرگِ اصل (رسولؐ) پر جو نظر توجہ باری تھی، وہ اِس کی پاکیزگی شاخوں کے کمالات پر شاہد ہے۔ چنانچہ امورِ غیب کے متعلق اہل بیت سے بہت سی واقعات نقل کئے جاتے ہیں جو کسی اور کی طرف منسوب نہیں کئے جاسکتے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلّم کو تو وحی کے ذریعے خبریں دی جاتی ہیں۔

تلك من انباء الغيب نوحيها اليك۔

ترجمہ: اے رسولؐ یہ غیب کی خبریں ہیں۔ وحی کے ذریعے ہیں بتاتے ہیں۔

اور حضرت علی علیہ السلام کے ایک خطبہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ علومِ غیب کے رازداں تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو تم میں سے ہر ایک شخص کو بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا؟ اور اس کے سارے حالات کیا ہیں؟ لیکن ڈرتا ہوں کہ تم مجھ میں کھو کر رہ نہ جاؤ۔ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے منکر ہو جاؤ۔ البتہ میں خاص ہستیوں تک پہنچا دوں گا جن کے بھٹکنے کا اندیشہ نہیں اور قابل اعتماد ہیں (حاشیہ نہج البلاغہ مترجم)

معراج پر اعتقاد

کتاب الاعتقادیہ میں سیدنا میر محمد نوربخش قہستانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

وَيَجِبُ أَنْ تَعْتَقِدَ أَنَّ نَبِيَّنَا تَرَقّٰى عَلَى الْمِعْرَاجِ وَعَبَرَ عَلَى السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ بِجَسَدٍ يَلِيقُ بِالْعُرُوجِ وَهُوَ جَسَدٌ مُكْتَسَبٌ لَطِيفٌ خَفِيفٌ لِسُرْعَةِ تَوَجُّهِ ثُمَّ فَتْحِ أَبْوَابِ السَّمٰوٰتِ لَا يَلْزِمُ الْخَرْقُ وَالْاِلْتِيَامُ

(رسالہ اعتقادیہ)

ترجمہ: اور اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے۔اور آپؐ نے عالم بالا کو عروج فرمانے کے لائق و مناسب جسم کے ساتھ جو کہ ایک انتہائی خفیف، لطیف اکتسابی جسم ہے۔ آسمانوں کو عبور فرما کر معراج پر آپؐ کا تشریف لے جانا آسمانوں کے دروازے کھولے جانے کے ساتھ ہوا ہے۔اس سے خرق والتیام کا مسئلہ لازم نہیں آتا۔

معراج کے مسئلے پر مزید روشنی حاصل کرنا چاہے تو آپؒ کی کتاب معراجیہ کا مطالعہ کرکے تشنہ مضمون سے سیراب ہوجائیں۔

ختمِ نبوّت

کتاب الاعتقادیہ میں سیدنا میر محمد نوربخش قہستانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر اعتقاد

رکھنا واجب ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاؑ والمرسلین ہیں۔ آپؐ کی نبوت پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا۔ اور آپؐ کی شریعت پر تمام سابقہ شریعتوں اور شرعی امور کا خاتمہ کیا گیا۔ ایک منصب نبوّت و رسالت پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ قرآن اور اولوالعزم رسولوں میں سے ہیں آپؐ ہی پر سلسلہ نبوّت کا خاتمہ کیا گیا۔ آپؐ وہ صاحب دورہ ماہتاب اور صاحب قرآن علوپین ہیں۔ جو رسولوں، نبیوں، بادشاہوں اور حکماء میں امتیازی شان کے مالک ہیں اور آپؐ کو ان سب پر فوقیت حاصل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے جن وانس کے مولا، ہمارے مولا، ہمارے آقا اور ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کائنات میں ان سات صفات کی حامل کوئی شخص نہیں پائی گئی یعنی صاحب دور ماہتاب اور صاحبِ قرآن علوپین کا مصداق کوئی بھی نہیں پایا گیا ؎ (ترجمہ علامہ محمد بشیر فاضل عرب)

سَلَامٌ کَاَنفَاسِیْ اِذَا کُنْتُ نَاطِقًا
لِمَدْحِ رَسُوْلِ اللّٰہِ جَدِّیْ وَسَیِّدِیْ (نجم الھدیٰ)

ہمارا اعتقاد ہے جو شخص ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوّت کا دعویٰ کر بیٹھے جبکہ وہ پاگل یا تاویل کا سہارا لینے والا نہ ہو۔ اس کا قتل کر دینا واجب ہے۔ (المقتد الاحوط)

ختم نبوّت پر ہمارا اعتقادی روشن پہلو سامنے آنے کے بعد میر سید محمد نور بخش پر ادعائے نبوت کی ہرزہ سرائیاں قعرِ ذلت میں دفن ہو چکی ہیں اور اس بہتان عظیم کا خود بھی جواب دے چکا تھا جس کی اب کوئی تفصیل کی گنجائش نہ رہی۔

شفاعت

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۵)

ترجمہ: کون شخص ہے جو اس کی اجازت سے شفاعت کرے گا۔

لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنْدَہٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَہٗ۔

(سورۃ النبا آیت ۲۳)

ترجمہ: اس کے نزدیک کسی کی شفاعت فائدہ نہیں دیتی مگر اس کی جس کو اذن دے۔

حضرت ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب آداب المریدین میں لکھتے ہیں۔ حضرت حسین جعفی نے اپنی حکایت میں لکھا ہے کہ جب آتشِ جہنم جوش میں آئے گی۔ تو ہر نفس نفسی نفسی پکارے گا اور اس سے نہ کوئی بڑا شخص مستثنیٰ ہوگا۔ نہ کوئی آدمی بجز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ آپؐ شفاعت کے مقام پر تشریف فرما ہوں گے۔ اور اُمتی اُمتی کہیں گے۔ کسی شخص کے نفس علت کے بغیر نہیں رہے گا اس لئے وہ ربی ربی کہے گا۔

احادیثِ رسولؐ سے شفاعت ثابت ہے۔ نبیؐ اپنی اُمت کی معصوم بچے اپنے والدین کی، مومن دوسرے مومن کی شفاعت کرنا بھی تعلیمات اسلام سے ثابت ہے۔ ہر نیکی اس کے عامل کی شفاعت کرے گی۔

الشفاعۃ ثابتۃ بالاخبار للرسول فی حق اھل الکبائر۔

ترجمہ: اہل کبائر کے حق میں آپؐ کی شفاعت ہونا ثابت ہے۔

لیکن شرک کے بارے میں کبھی سفارش قبول نہیں کی جائے گی۔

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ شَفَاعَتِیْ اَھْلَ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ اَیْ فَکُلُّ مَنْ مَاتَ مُؤْمِنًا فَاِنَّہٗ یَدْخُلُ فِیْ شَفَاعَتِہٖ۔ (نہج البلاغہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے حق میں ہوگی یعنی جو شخص ایمان پر مرے گا۔ وہ بھی آپ کی شفاعت کا مستحق ہوگا۔ داخل شفاعت کیا جائے گا۔

ہمارے اعمال و دعاؤں میں ہمیشہ یوں کلمات ادا ہوتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (دعوات صوفیہ)

ترجمہ: اے اللہ ہمیں آپ کی شفاعت قیامت کے دن نصیب فرما۔

دعائے تشہد میں اس چیز کی خاص یاد کی جاتی ہے۔

وَتَقَبَّلْ شَفَاعَتَہٗ فِیْ اُمَّتِہٖ وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ وَقَرِّبْ وَسِیْلَتَہٗ۔ (دعوات صوفیہ)

ترجمہ: (یا اللہ) اپنی امت میں آپ کی شفاعت قبول فرما۔ اور آپ کا درجہ بلند فرما۔ اور آپ کا وسیلہ قرب فرما۔

محبان شاہِ ولایت تو اس حد تک اعتقاد رکھتے ہیں اور دعا کرتے رہتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا شَفَاعَةَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَشَفَاعَةَ الْاَئِمَّةِ الْمَعْصُوْمِيْنَ

ترجمہ : اے اللہ ہمیں سیّدالمرسلین کی اور آئمہ معصومین کی شفاعت نصیب فرما۔

احادیث رسولؐ میں وارد ہے۔ کہ ہر بچہ اپنے والدین کے حق میں شفاعت کرے گا۔ قیامت کے دن خدا کے ہاں سے بچہ والدین کے لئے جنّت کا پروانہ حاصل کرے گا۔ مگر شفاعتِ عظمٰی کے مالک صرف وہ ہستیاں ہوں گی۔ جن کو خدا تعالیٰ اجازت دے گا۔ (مسلم)

انبیاؑ پر اعتقاد

کتاب "الاعتقادیہ" میں ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کئے ہوئے انبیاؑ علیہم السلام پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اس لئے کہ انبیاؑ علیہم السلام اللہ اور اس کے بندوں کے مابین احکام خداوندی بیان کرنے کے ذرائع اور واسطے ہیں۔

وہ حق سبحانہ تعالیٰ سے فیض کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اور مخلوقات کو خدا کے فیض پہنچاتے ہیں۔ انبیاؑ علیہم السلام کی فرمان برداری کرنے میں جنّت کا حصول ہے۔ اور ان کی خلاف ورزی کرنے میں وادی جہنّم کے طبقات میں سرنگوں ہونا ہوتا ہے۔

اولیاؑ پر اعتقاد

حضرت میر محمد نوربخش قہستانی قدس سرہ العزیز کا ارشاد ہے۔

اِس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ اولیاؑ کرام انبیاؑ علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اِس لئے کہ اولیاؑ کرام عالمینِ شریعت

علمائے ربانیین ہوتے ہیں رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔
"علمائے کرام انبیائے علیہم السلام کے وارث ہیں"۔
اِس کے مصداق یہی کمالات والے اولیائے کرام ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اُمت میں ان اولیائے کرام کی تعداد تین لاکھ سے بڑھ کر ہے۔

آدم الاولیاء حضرت علی علیہ السلام اور خاتم الاولیاء حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ جس طرح شریعت کے بارے میں انبیائے علیہم السلام پر ایمان لانا واجب ہے۔ اِسی طرح طریقت میں اولیائے کرام پر ایمان رکھنا واجب ہے۔

(کتابُ الاعتقادیہ)

NYF Manoor&Mehmoodabad unit karachi

۵

دینِ اسلام

مسلمانوں کا پانچواں ایمانی اور روحانی نعرہ دینِ اسلام ہے۔ ہمارا روحانی اور ایمانی تعلق اسلام کے سوا کسی دین سے نہیں ہے۔ ہمارا جینا مرنا بہر حال فطرت کے مطابق ہے۔ ہم اِس کے خواہشمند ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا ایمان ہی پر خاتمہ بالخیر فرمادے۔ آمین!

دین

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

ترجمہ: اے میرے پیارے بیٹے! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین کا انتخاب کرلیا۔ پس تم ایک مسلمان کی موت مرو۔

(سورۃ البقرہ آیت ۱۳۲)

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ (سورۃ آل عمران آیت ۱۹)

ترجمہ: بے شک اللہ کے ہاں دینِ اسلام ہی ہے۔

وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا ط (سورۃ المائدہ آیت ۳)

ترجمہ: تمہارے لئے راضی ہوں کہ اسلام دین ہو جائے۔

تفسیر شیخ زادہ علی تفسیر قاضی بیضاوی میں ہے۔

دِيْنُ الْإِسْلَامِ الَّذِيْ هُوَ صَفْوَةُ الْأَدْيَانِ۔

ترجمہ: دینِ اسلام جو کہ تمام ادیان کا نچوڑ ہے۔

دوسری جگہ لکھا ہوا ہے

اَلْإِسْلَامُ فِيْ لُغَةِ الدُّخُوْلُ فِي السِّلْمِ أَيِ الْاِنْقِيَادُ وَالْمُتَابَعَةُ فَاَوْقَعَ مِنْ تَخْصِيْصِ دِيْنِ الْإِسْلَامِ بِدِيْنِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: لغت میں اسلام اتباع میں داخل ہوتا ہے۔ یعنی اسلام اتباع اور تابعداری ہے پس وقوع پزیر اس بات کے ہے کہ دین کی تخصیص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین سے ہو گئی۔

اسلام کا فلسفہ

ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مجموعے کا نام اسلام ہے اسلام کا مطالعہ آپؐ کی سیرت کا مطالعہ ہے۔ اسلام کیا ہے؟ وہ سیدھا

سادھا دین ہے جس کی عام فہم تعلیم ہر ایک کی سمجھ میں آسانی سے آجاتی ہے جس میں اعتدال ہے۔ وہ صحیح اور فطرت کے مطابق پاکیزہ دین ہے جس کی صحت کی تصدیق جملہ علوم سے ہوتی ہے۔ اسلام وہ دین ہے۔ انسان کی سرشت کو بیان کرتا ہے۔ اور ایسے اُصول بناتا ہے۔ جس میں تبدیل ناممکن ہے اسلام اللہ کا وہ آخری پیام ہے۔ جو ترقی یافتہ دنیا کی طرف روانہ کیا گیا۔ جو ہر سطح پر مستحکم ترین نظام پر مشتمل ہے۔ اور تاقیامت ہر دور میں قابلِ عمل ہے۔ چنانچہ فرمان الٰہی ہے۔

یاایھا الذین اٰمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون۝ وجاھدوا فی اللّٰہ حق جھادہٖ ھو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سمّاکم المسلمین من قبل وفی ھٰذا لیکون الرسول علیکم وتکونوا شھداء علی الناس فاقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واعتصموا باللّٰہ ھو مولٰکم فنعم المولٰی ونعم النصیر۝

ترجمہ: اے ایمان والو رکوع کرو۔ اور سجدہ کرو۔ عبادت کرو اپنے رب کی۔ اور بھلائی کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کو لازم پکڑو۔ جتنا اس کا حق ہے۔ اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے۔ تمہارے لئے دین میں کوئی مشقت نہیں رکھی۔ تمہارے باپ ابراہیمؑ کے دین کو اختیار کرو۔ اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔ اس سے پہلے بھی یہی نام تھا۔ اور اس کتاب میں بھی یہی نام ہے۔ یہ کہ رسول تم پر۔ اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔ پس نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔ وہی

(سورۃ الحج آیت ۷۸)

تمہارا مشکل کشا ہے۔ پس اچھا مشکل کشا ہے اور اچھا مدد گار ہے۔

اسلام کا مکمل نقشہ اس آیت سے واضح ہوگیا۔ اسلام کی حقانیت میں کونسی کسر باقی رہ گئی۔ جبکہ اسے کامل کئے جانے کا قرآنی اعلان بھی ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

(سورۃ المائدہ آیت ۳)

ترجمہ: آج کے دن ہم نے تمہاری دین مکمل کردی اور میں نے اپنی نعمت کو تم پر پوری کردی اور میں رضامند ہوں، یہ کہ تمہاری دین اسلام ہے۔

اسلام کی معنویت

شرح تفسیر قاضی بیضاوی میں ہے۔

اَلْاِسْلَامُ شَہَادَۃُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَالْاِقْرَارُ بِمَا جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَھُوَ دِیْنُ اللّٰہِ الَّذِیْ شَرَعَہٗ لِنَفْسِہٖ وَبَعَثَ بِہٖ رَسُوْلَہٗ وَدَلَّ عَلَیْہِ اَوْلِیَاءَہٗ وَلَا یَقْبَلُ غَیْرَہٗ وَلَا یَجْزِیْ اِلَّا بِہٖ۔

ترجمہ: لا الہ اللہ کی گواہی دینا اسلام ہے۔ اس چیز کا اقرار کرنا ہے کہ جو کچھ اللہ کی طرف سے آئی ہے وہ اللہ کا ایسا دین جس کو اس نے اپنے لئے رائج کیا۔ اس کے اولیائے اسی کی رہبری کی۔ اسلام کے سوا کوئی اور دین مقبول نہیں۔ اور صرف اسلام ہی کی وجہ سے بدلہ دیا جائے گا۔

اللہ کریم نے اسلام کے معنوی اظہار کے لئے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کو ارشاد فرمایا۔

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ - (سورۃ البقرہ آیت ۱۳۱)

ترجمہ: جب اس کے پروردگار نے اس کو فرمایا مطیع ہو جا کہا میں تمام جہانوں کے پروردگار کے لئے مطیع ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ تم میرے آگے سر تسلیم خم کرو۔ حضرت ابراہیمؑ نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سر تسلیم خم کر دیا۔ معلوم ہوا دراصل اسلام بارگاہِ خداوندی میں سر تسلیم خم کرنے کا نام ہے۔

بَلٰى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ - (سورۃ البقرہ آیت ۱۱۲)

ترجمہ: ہاں جس شخص نے اللہ کے لئے سر تسلیم خم کر دیا۔ وہ تو نیکی کرنے والا ہے۔

گو اسلام تہذیب و تمدن کا درس دیتا ہے۔ اسلام ہی ایسا دین ہے۔ جو انسان کو تہذیب و اخلاق تزکیہ نفس اور تدبیر منزل اور عمل کا ماہر بنا دیتا ہے۔ اور سیاسیات مدن کا استاد بنا دیتا ہے۔ اسلام ہی وہ دین ہے۔ جو کالے، گورے، غلام، آقا اور جملہ نسلی امتیازات سے بالکل بالاتر ہے۔ ؎

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو کیا بتاؤ تم مسلمان بھی ہو

(اقبالؒ)

اسلام میں باہمی تعاون، اتفاق و اتحاد اور اخوت و بھائی چارگی کیلئے روشن اُصول موجود ہیں۔ تمام انسانوں کے ساتھ شرافت و اخلاق اختیار کرنے کو لازم قرار دیا ہے۔ انتشار و افتراق کی بیماری سے بچنے کے لئے قرآن مجید جیسا نسخۂ کیمیا موجود ہے۔

اس لئے رب تعالیٰ کی دعوت ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ۔

(سورۃ البقرہ آیت ۲۰۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم سب اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی مت کرو۔

اسلام کی ماہیت

اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہیت کذائی کے متعلق وحی نازل فرما کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بتایا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا۔

(سورۃ النساء آیت ۱۳۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اور اس کتاب (قرآن) پر جو اس پر نازل کی گئی اور ان کتب پر جو اس سے پہلے نازل کی گئیں ایمان لاؤ۔ جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں، اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر ایمان نہ رکھے تو

وہ بڑی دور کی گمراہی میں مبتلا
ہو گا۔

اس آیت میں رب قدوس کی جانب سے اپنے اپنے ایمان کو ثابت اور برقرار رکھنے کی تاکید کی گئی ہے اور بتایا ہے ایمان کو ثابت رکھنے کے لئے کیا کیا شرطیں لازم ہیں۔ چنانچہ مومن کو اس ایمانی آئینے کو محفوظ رکھنے کے لئے اقرار کے ساتھ ساتھ دل کی تصدیق اور جسم وجوارح سے عمل بجالانا اور سنتِ رسول مقبولؐ کی پیروی کو لازمی اختیار کرنا ہے۔

ارکانِ اسلام

اب جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا کی جانب سے اَسْلِمْ کا حکم نازل ہوا۔ ایسے ہی ہمیں اٰمِنُوا کا حکم ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اَسْلَمْتُ کے ساتھ جواب امر کا اقرار فرمایا۔ تو اسی طرح ہم بھی جواب امر کا اقرار اٰمنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر۔ سے کرتا ہے۔ اس عبارت النص کے بغیر اُصولی تعمیل کا حکم پورا ہونا محال ہے۔ اس امر کا جواب اٰمنت باللہ الی آخرہ کے بغیر ناممکن ہے۔ چونکہ ایمان کی اضافت اسم ذات کی طرف کی گئی ہے۔ جو اسم صفت سے زیادہ واضح اور اَدل ہے اور ایمانی بنیاد ان ارکان کے مجموعے کی تعمیل پر موقوف ہے۔ یہی اُصولِ دین ہے اور بنائے ایمان ہے۔ یہ اُصولی اور فروعی عقائد کی بزبرائی کے لئے تاکیدی پہلو رکھتے ہیں۔

- یعنی اپنے اعمال کو باور ثابت کرنے کے لئے اُصولی عقائد کا روشن اور واضح غیر مبہم ہونا لازمی ہے۔

- اِسلام صرف توحید توحید کی رٹ لگانے کا نام نہیں ہے۔ ہر نفس مسلم کے لئے اِن اُصولوں کی معرفت ضروری ہے۔
- ان اُصولوں کی پہچان نہ رکھنا اپنے دین اور مسلک کے ساتھ بے رغبتی اور پہلوتہی کے مترادف ہیں جو نہایت قبیح چیز ہے۔
- مکلّف لوگوں کے لئے ایسی سستی نہیں کرنی چاہیئے۔ تاکہ ہلاکت کے دہانے نہ پہنچ جائے۔

بنائے اِسلام

بنی الاسلام علی خمسۃٍ شہادۃ ان لا الٰہ الّا اللّٰہ و انّ محمّداً عبدہ ورسولہ واقام الصّلوٰۃ وایتاءِ الزکوٰۃ صوم رمضان وحج البیت من استطاع الیہ سبیلاً۔

(بخاری مسلم)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا فرمان ہے۔

ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ یہ کہ گواہی دینا لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمّداً عبدہٗ ورسولہٗ۔ نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ رمضان کا روزہ رکھنا۔ اور استطاعت والوں پر بیت اللّٰہ کا حج کرنا۔

یہی فروعِ دین بنائے اِسلام کہلاتے ہیں۔ دینِ اسلام، توحید، رسالت نماز، روزہ۔ زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی کا نام ہے علاوہ ازیں مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں جہاد کی فرضیت بھی رکھی گئی ہے۔ جو اِس کے دفاعی امور کی ضروریات پوری کرنے کی راہ میں لابدی چیز متصور ہوتی ہے۔

اِسلام میں جہاد کی ضرورت واہمیت اور اس کی افادیت کے پیشِ نظر

اجتماعی زندگی کا جزبن گیا ہے۔ اِس عنصر کو ملحوظ رکھتے ہوئے اِس کے اُصول و ضوابط بنائے گئے ہیں۔ فنِ حرب کو منظّم طور پر بحال رکھنے میں اِن اُصولوں کی روشنی اہمیّت کی حامل ہے۔ اِسلام جنگ کو برائے جنگ بپا کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ جہاد سیاسی اور تعمیراتی اُصولوں پر مبنی ہوا کرتا ہے۔ جو اجتماعی سرحدی اور جغرافیائی نیز نظریاتی حدود کو محفوظ رکھنے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

اپنی قومی زندگی اور عزت کو بحال رکھنے کے لئے جہاد نہایت مؤثر ذریعہ ہے۔ انسانی حیات اور بقا کے خلاف کھیلنے والی خون و خرابی کا نام نہیں ہے۔ اس مقصد حفاظتِ دین اور ترقی اِسلام حق کے اظہار کا عملی طریقہ ہے۔ اِس کے بغیر حفاظتِ دین ممکن نہیں۔ کتاب فقہ النحوط کی رو سے جہاد کی دو قسمیں ہیں۔ دونوں پیغمبرِ اسلام کے پسندیدہ اعمال ہوتے ہیں۔ اِن کے وجوب اور وجود یا قیام، مبارزت اور اعلانِ جہاد کے متعلق جداگانہ ضوابط و شرائط ہیں۔ جہاد کن سے ہوگا؛ کیسے ہوگا؛ کیوں اور کب ہوگا؛۔ اِس کی تفصیل کتاب مذکورہ کے مطالعہ سے معلوم ہوسکے گا۔

اِسلام کے سِوا کوئی دُوسرا دین مقبول نہیں

اِسلام کے رہنما اُصول آپ کے سامنے پیش کردئے ہیں۔ جنہیں مضبوطی سے تھامے رکھنا بھی دین ہی کے فرائض ہوتے ہے۔ ایمان و اعتقاد کی حالت کو بھی استقلالی زینت سے مالامال رکھنا عین لازمہ حیات ہے۔ بصورت دیگر کئی اخلاقی اور روحانی امراض کے پیدا ہونے کے امکانات ہوجاتے رہیں بار بار عقائد میں ہچکولیاں لانا اور مختلف وقتوں میں اعتقادات میں تبدیلی اخلاقی اور ایمانی ناہمواری کی علامت ہے۔ جو ایک مسلمان فرزند توحید کے ایمانی تقاضوں کے

عین خلاف ورزی ہے۔ البتہ حق معرفت کے حصول کے لئے جان فشان رہنما اُصول چیز ہے مگر حقیقت سے ہٹتے ہوئے، اعلیٰ اعتقادی پہلوؤں کو نظر انداز کرکے سفلی اور بھونڈے عقائد کی طرف خود کو جذب کرنا دینِ اسلام کے ساتھ کھُلا مذاق ہوگا۔ لامحالہ مسلمان کو ضرور اِس سے بچنا چاہیئے۔ ایک دفعہ حق کے کھل جانے کے بعد پریشان افکار میں بھٹک جانے کی غلطی کو تاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ مادی، ذہنی اور افرادی قوت و کثرت کو در خورِ اعتنا رکھنا کم ظرفی ہوگی۔

ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ فاستقم دین پر مضبوطی سے ٹھہرے رہو فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ دین بار بار بدلنے اور اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف جذب کرنے کا نام نہیں ہے۔ دین ثابت قدمی، مجاہدانہ اور حق پرستانہ جذبات سے معنون ہے۔ جو نہایت قابلِ تعریف اور مستحسن روش ہے۔ ہدایت و فلاحِ دارین کی راہ میں ثابت قدمی نہایت عظیم کارنامہ اور سنّت خیر المرسلین ہے ہے عقیدت و یکسوئی ہمارے اخلاقی فریضہ ہے۔ جس میں تھوڑی سی گمزوری ہمیں دین اور حقیقت سے بھٹکا دینے کا سبب ہے۔ جو نہایت قبیح اور شیطانی عمل ہے اِس سے ہمیں ہر حالت میں بچنا چاہئیے۔ دین وہی اچھا اور سچّا ہے ہے۔ جس کے اُصول و عقائد غیر مبہم اور واضح آثار کے حامل ہوں۔ اِس کے بغیر کسی دوسرے دین کی قبولیت مفقود ہے۔ شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے رہنما اُصول ہی دینِ اِسلام کے مینارہ نور ہیں۔ جن کی پیروی زندگی کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔ اِس سے انحراف کی صورت میں باری تعالیٰ یوں عتاب فرماتا ہے۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ ۔
سورت آلِ عمران آیت ۸۶

ترجمہ: جو شخص اِسلام کے سوا کسی دین کو اختیار کرے گا اِس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

۶

کتابِ قرآن

ہمارا چھٹا روحانی اور ایمانی نعرہ یہ ہے کہ ہماری آسمانی الہامی کتاب "قرآن" ہے۔ قرآنِ مجید میں قرآن کی تعریف اور اِس کی صداقت پر یوں آیت موجود ہے۔

كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ۔

سورہ ھود آیت ۱

ترجمہ: کتاب ایسی جس کی آیات مضبوط طریقے پر ہیں۔ پھر اِس کو روشن کی گئی ہیں۔ جن کی طرف سے روشن اور تفصیل آتی ہیں۔ وہ علیم اور خبردار بادشاہ ہے۔

کتاب اِس اعتبار سے کتاب ہے کہ سابقہ انبیاً علیہم السّلام

پر الگ الگ کتابیں اور صحائف نازل ہوئے ہیں۔ اور وہ سب منزل من اللہ تھیں۔ یہ اُن اُمتوں کی جداگانہ کتابیں تھیں۔ جن میں رب تعالیٰ نے اس وقت کے نبی پر احکامات نازل فرمائے تھے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ سب الہامی اور ربانی کتابیں تھیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے نازل کی گئی مخصوص انداز میں معرفتِ حق، اطاعتِ خداوندی کے ہدایات و نتائج مخالفینِ حق اور نافرمانوں کے سزاؤں کے تذکرے مناجات و دعا وغیرہ شامل کی گئی تھیں۔ حضرت موسٰی علیہ السلام پر توراۃ، حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور، حضرت عیسٰی علیہ السلام پر انجیل اور ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآنِ مجید نازل ہوا۔ ان متبرک کتابوں کے علاوہ بہت سے صحیفے اور کتابچے نازل کئے گئے۔

کتاب الدعوۃ لاھل الخلوۃ والجلوۃ میں حضرت علاؤالدولہ سمنانی فرماتے ہیں۔ صحف ابراہیمؑ کے بعد تورات، تورات کے بعد انجیل۔ انجیل کے بعد قرآن شریف نازل ہوا۔ سبھی انبیاؑ و رسل پر کتابیں حضرت موسٰیؑ و حضرت ابراہیمؑ پر صحائف نازل ہوئے ہیں۔

آسمانی کتب پر اعتقاد

آسمانی اور الہامی کتب کے بارے میں ہمارے اعتقاد پر حضرت میر محمد نوربخش قدس سرہ العزیز نے یوں کلام کیا ہے۔

وَيَجِبُ اَنْ تَعْتَقِدَ اَنَّ الْقُرْاٰنَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَالزَّبُوْرَ وَالصُّحُفَ كُلَّهَا

ترجمہ: اس بات پر اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ قرآنِ مجید، تورات، زبور، انجیل اور جملہ آسمانی

كَلَامُ اللهِ وَالْقُرْآنُ بِلَفْظِهِ وَالْمَعْنٰى اِمْتَازَ مِنْ سَائِرِ الْكُتُبِ السَّمَاوِيَّةِ وَفَاقَ عَلَيْهَا۔ (کتاب الاعتقادیہ)

صحیفے سب کے سب کلام اللہ ہیں قرآن مجید لفظ اور معنی دونوں اعتبار سے تمام آسمانی کتابوں پر ممتاز ہے اور ان پر فوقیت رکھتا ہے۔

قرآنِ مجید میں ہر ہر احکام اوامر و نواہی کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ انسانوں اور جنوں کو منقاد اور انعطاف کے ساتھ اپنی تمام تر خودی اور انانیت کو خدا وحدہٗ لاشریک کے سامنے زیر کرانا ہے۔ اور اس کی فرمانبرداری کو وطیرۂ فطرت یعنی اسلام اور شرعی احکام کے زیور کو گلے سے لگانا ہے۔ اور ہر نفس جن و بشر پر نفاذِ اسلام کا عمل جاری کرانا ہے۔ تاکہ بندوں کو انسانیت کے دائرے میں داخل کرکے اسے اعلیٰ سے اعلیٰ منازلِ اخلاق سے سرفراز کرسکے۔

تو انسان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ قرآنِ مجید کی تعلیمات کو اپنا زیب گلو بناکر اوصافِ حمیدہ سے متصف بن جائیے۔ ؎

گر تو میخواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بقرآن زیستن

(اقبالؒ)

قرآنِ مجید سے انسانی تعلق اور شغف اسے شرف و فضیلت سے سرفراز ہونے کا باعث ہے۔ ؎

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

(اقبالؒ)

"

۷

کعبہ قبلہ

ساتویں نمبر پر مسلمان اپنا تشخص بحال رکھنے کے لئے جو امتیازی رُجحانی نعرہ لگاتے ہیں وہ کعبہ قبلہ ہے۔

کعبہ کعبہ کَعْبٌ سے ماخوذ ہے۔ جو پاؤں کی اُبھری ہوئی جگہوں کا نام ہے۔ اِس کی جمع کَعْبَیْنَ ہے۔ کعبہ کی جگہ ابتداءً سطح زمین سے اونچی ہونے کی وجہ سے کعبہ یعنی ابھری ہوئی جگہ کہلائے۔

کعبہ کا ممتاز اور رفیع الشان وجود قدرت اور حکمتِ خداوندی کا ایک اظہار ہے۔ کعبہ چار کونے والی دیوار سقف و فرش اور ایک دروازہ اور حطیم

پرستش مقدس مکان ہے۔ جسے بَیْتُ اللّٰہ کہا جاتا ہے۔ وہ خانہ خدا ہے۔ اور وہی پہلا گھر ہے۔ ؎

دنیا کے بُتکدے میں وہ پہلا گھر خدا کا
ہم اِس کے پاسبان ہیں وہ پاسبان ہمارا
(اقبالؒ)

وہ سطح ارضی پر تعمیر شدہ چار دیواری ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا۔ اور وہ اِس کا طواف کیا کرتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ہی اِس کی بنیاد ڈالی۔ جس کو آج تک مسلمانوں کی مرکزیت حاصل ہے۔ کلامِ مجید میں اِس کا بیت العتیق کے الفاظ سے تذکرہ ہوا ہے۔ ومن دخلہ کان اٰمنا۔ کی بشارت بھی سنائی گئی ہے۔ اِس کا حج ہر اہلِ ثروت اور استطاعت والے مسلمان پر فرض ہے۔

حج ممتاز اسلامی شعار اور ایک بڑا رکن ہے۔ اِس کی فرضیت دوسرے ارکانِ اسلام کی طرح ثابت ہے۔

کعبہ کی تاریخ بہت وسیع ہے۔ اور پھیلی ہوئی ہے۔ مگر ہم ان تفاصیل کو ترک کر رہے ہیں۔

بیت اللہ (ریاض) شہر مکہ مکرمہ سعودی عرب کا دار الخلافہ کی عظیم بابرکت مسجدِ حرام کے وسط میں فرش سے عرش تک مربوط القوام سلسلہ برکات قائم کیا ہوا موجود ہے۔ حجرِ اسود جیسی متبرک جنتی پتھر، اسود اللون پتھر بغل میں لیا ہوا مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ اِس کی بالائی سمت میں عرش کے اوپر کرسی ہے۔ جس کرسی پر ذات باری اپنی بے کیف وکیفیت لامکانی میں جلوہ افروز ہے۔ اِس کے نیچے جنتُ الفردوس، اِس کے برابر آسمان میں بیتُ المعمور موجود ہے

بیت اللہ کی تعمیر کئی بار ہونا ثابت ہے۔ تو ادثات زمانہ سے خانہ کعبہ بھی محفوظ نہ رہا۔ اب بھی اس کی ساخت اصل ساختہ مکاں کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ جس میں حطیم جانب شمال میں وہ حصہ جو کعبہ کی چار دیواری سے بے دخل ہے۔ شامل کرنے سے رہ گیا ہے۔ طواف کعبہ کرنے والوں کو اس حطیم کو بے دخل نہیں رکھنا ہوگا۔ اس جگہ کو اگر ایک چکر میں شامل نہ رکھا گیا۔ تو اس کا وہ طواف نامکمل ہے۔ اسلام کے اندر خانہ کعبہ بہت سی اخلاقی اور سیاسی اجتماع کا ذریعہ ہے۔ یہ اسلام کی اجتماعیت اور یگانگت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حجاج کی اجتماع سے اسلامی پاسداران اور سرفروش مسلمانوں کے جذبات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور اسلامی مخفی صلاحیتوں کا مثالی مظاہر منکرین اسلام کی حوصلہ شکنی کا مؤثر ذریعہ ہے؛ اور اس سے سیاحتی امور کو بھی فروغ ملنے کا سبب بھی پیدا ہوتا ہے۔ حج مسلمانوں کے جغرافیائی علم کے اضافے کا باعث بھی بنتا ہے۔ روابط عالم اسلام کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ جو ہر انفرادی، اجتماعی مادی اور علمی فوائد سے محیط ہے۔ حج کی اجتماع پر اسلامی سیاست کا بہت گہرا چھاپ ہے۔ جس کے اثر انگیز اثرات اسلامی جامعیت کا گواہ ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ سے بہت قریب کا تعلق ہے۔ چنانچہ آپؐ نے اپنی حیات طیبہ میں ہی مناسک حج کے مطابق مسلمانوں کو عملی درس دیا تھا۔

"آپؐ نے ہی فرمایا تھا کہ تلبیہ بلند کرو۔ یہی کفار کے در و دیوار ہلانے کے لئے کافی ہے۔" (مسلم شریف)

قبلہ لفظِ قَبَلَ اور قُبُلُ دونوں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ مگر

اعتبار ثانی کو ترجیح زیادہ اقرب ہے۔ زمانہ کے قید سے معنی لئے جائیں تو قَبْلُ اِس کا اسم اور جہت کی قید سے معنی لئے جائیں تو اِس کا اسم قُبُلُ ہوگا۔ بالترتیب معنی پہلے اور آگے کے ہوں گے۔

قبلہ اوّل

مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلہ اوّل ہے۔ مسجد اقصیٰ بیت المقدس کا دوسرا نام ہے۔ اِس مسجد کی تاریخی اہمیت یہ ہے کہ مسلمانوں کا قبلہ اوّل ہے۔ تحویلِ قبلہ کا حکم آنے سے قبل مسلمانوں کو اِس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھنے کا حکم تھا۔ قرآن کے پارہ نمبر پندرہ میں اسے مقامِ اسریٰ کہا گیا ہے۔

روایات کے مطابق مسجد اقصیٰ کی اولین تعمیر حضرت آدم علیہ السلام کے عہد میں ہوئی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اِس جگہ اپنا چھوٹا سا معبد خانہ بنایا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے وسعت دی۔ اس وجہ سے یہ معبد ہیکلِ سلیمانی کے نام سے موسوم ہوا۔ پھر یہی مقام عیسائیوں کے لئے اِس لئے متبرک ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بھی اس جگہ ہوئی تھی۔ لہٰذا عیسائیوں کی مذہبی تبلیغ کا مرکز بھی بیت المقدس تھا۔

مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے یہ شہر یکساں اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں دنیائے اِسلام کی دو مکرم اور معظم مساجد مسجد الاقصیٰ اور مسجد قبۃ الصخرٰہ واقع ہیں۔ مسجد الاقصیٰ کے وجود سے معراج النبی ﷺ کا بھی گہرا تعلق ہے۔

قبلہ کی تحویل کی تاریخ بھی قابلِ ذکر ہے۔ اِس کے متعلق تفصیل و آیات پر مبنی بیان ہے۔ تاہم طوالت کے خوف سے لکھنے سے

احتراز کر رہے ہیں۔

کعبہ برائے ربّ الکعبہ

کعبہ کو قبلہ بنانے کا مقصد قبلہ حقیقی رب تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا ایک وسیلہ ہے۔ اِس لئے نماز میں قبلہ رخ ہوتے ہیں۔ تاکہ دل کو تشویش و خیالات سے نکالتے ہوئے یقین کامل کے ساتھ حضورِ قلب کی کیفیت پیدا کرے۔

بظاہر اِس کا مطلب یہ ہے کہ نمازی اپنے چہرے کو تمام توجہات اور خواہشات نیز نفسانی کعبوں سے پھیر کر ایک ہی وجہت کعبے کی طرف اور ایک ہی ذات رب تعالیٰ کی طرف موڑا جاتے۔ صرف چہرے کا رخ بیت اللہ کی جانب موڑ دیا جاتے۔ اور قلب و روح کا رُخ خواہشات و وسواس اور بے حضوری کا شکار ہو جائے۔ تو اس استقبال کا فائدہ کیا ہُوا۔ اِس سے تو کوئی اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ ؎

بہ کعبہ ترسی اے اعرابی
کیں راہ مے روی بہ ترکستان است

اصل مقصد تو تمام نفسانی خواہشات اور آرزوؤں کا قبلہ بدلنا ہے قلبی رُخ کو اصلی اور حقیقی قبلہ کی طرف موڑنا نصب العین ٹھہرایا جاتا ہے تاکہ دل تمام حملہ آور شیطانی آفات سے بچتے ہوئے امن و سکون اور اطمینان سے مالا مال ہو کر جذب الٰہی کا موقع حاصل کرے۔ اور دل کو ماسوا اللہ سے ہٹا کر فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ کی مثال قائم کردے تو اصل مطلوب اور مقصود تک دل کی رسائی ہو جاتی ہے۔ اور یہ جذبہ

من جذباتِ الحق سے سرشار ہو جاتا ہے۔ یہی فلسفۂ استقبالِ قبلہ کی اصلی کیفیت ہے۔ ورنہ بات تو یہ ہے۔ ؎

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلے کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں
(غالب)

۸

متابعتِ سنّت نبویؐ

ہمارا آٹھواں روحانی اور ایمانی نعرہ متابعت سنّت ہے۔ سو صرف دعویٰ سے نہیں بلکہ عملی قبیل سے بھی مانا جاتا ہے۔

متابعت

بخت وقسمت کے دھنی وہ لوگ ہیں۔ جو خود کو خدا تعالیٰ کے اِس فرمان کے سانچے میں ڈھال دے اور رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اتباع کو اپنا شیوہ بنائے۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

سورۃ الحشر آیت ۷

ترجمہ: جو چیز رسولؐ تم کو دے اسے اختیار کرو۔ جس سے وہ منع کرے اُس سے تم ہٹ جاؤ۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۔
(سورۃ النسآء آیت ۸۰)

ترجمہ : جو شخص رسولؐ کی اطاعت اختیار کرے۔ اس نے تو اللہ کی اطاعت گزاری کی۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔
(سورۃ آل عمران آیت ۳۱)

ترجمہ : فرما دیجیے اے رسولؐ اگر تم لوگ خدا کو چاہتے ہو۔ تو تم میری اتباع کرو تاکہ تمہیں بھی خدا تعالیٰ چاہے اور تمہارے گناہوں کی بخشش فرمائے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان مذکورہ آیات سے یہی منشاء رب ظاہر ہوتی ہے کہ ہم اللہ کے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ پر چلیں۔ رب کی مرضی کا انحصار آپؐ کے ہی احکام کی تابعداری اور آپؐ کے طریقے پر چل پڑنے اور زندگی بسر کرنے پر ہے یعنی جن جن کاموں سے آپؐ راضی ہیں۔ ان ہی سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ جن جن کاموں کے کرنے سے آپؐ ناراض ہیں تو حق تعالیٰ بھی ناراض ہیں بہرحال ہم آپ ہی کی روشن تعلیمات کو گلے سے لگائے رکھے۔ ان پر عمل کرتے رہے۔ اسی میں اللہ اور رسول کی مرضی پوشیدہ ہیں۔ ہمیں اس سے ہٹ کر شیطان کی اتباع سے روکا گیا ہے۔

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۔ سورۃ البقرۃ آیت

ترجمہ : تم شیطان لعین کی تابعداری نہ کرو۔ بہرحال وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ہر وہ عملی طریقے جو شیطانی ہیں عین اور ذہنی عوامل ہیں جنہیں ہر حالت میں ترک کر دینا ہی عین ایمان ہے۔ خود رسولِ مقبولؐ ان تمام شرک و بدعات کا ناسخ ہے۔ جو ادیان باطلہ میں رائج ہو چکے تھے۔ پھر شیطان نمبر ایک مفسد اور ایمانی تخریب کار ہے۔ وہ اس کی اتباع کس طرح پسند فرمائیں گے۔

کتاب العروۃ میں شیخ علاؤالدولہ سمنانی فرماتے ہیں۔

خاتم الانبیاءؐ اور قائد الاصفیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تمام سابقہ ادیان کے ناسخ ہیں۔ مگر آپؐ کی دین تا ابدالاباد منسوخ ہونے سے مامون ہے۔ اس لئے کہ آپؐ اولوالعزم کے سردار ہیں۔ اور تمام صاحبانِ عزم عارفوں کی مسند پر جلوہ افروز ہیں۔

چنانچہ حضرت موسےٰ کلیم اللہ زندہ ہوتے تو آپؐ کی متابعت کئے بغیر دم نہ لیتے۔ اور حضرت عیسےٰ روح اللہ آخری زمانہ میں نزول فرما کر آپؐ کے ہی متابعت کرنے والے کی اقتدا کرے گا۔ تاکہ آپؐ کی حمایت میں اضافے کا باعث ہو۔ اور اس بنا پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

انا سید ولد آدم ولا فخر۔ (مودت القربیٰ) ترجمہ: میں آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار بہتر و بہتر ہوں۔ مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔

شرعِ اسلام میں اگرچہ حدود و سزائیں موجود ہیں۔ یہ سزائیں اگرچہ بعض بربریت سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ حد سرقہ میں ہاتھ کا کاٹنا قتلِ عمد میں جان کا بدلہ جان وغیرہ ہے۔ ان کو ظلم و بربریت سے تعبیر کرنا سراسر جہالت اور کافرانہ خیالات ہیں۔ ہمیں مسلمان اور تابع سنت

ہونے کے اعتبار سے ان جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہئے۔

چنانچہ چاہے جس طرح کی سزا ہوں جیسے حدود بھی ہوں۔ ان کو سنّتِ رسولؐ سمجھ کر قبول کرنا۔ ان پر اپنی جان کو قربان کرنا۔ کمالِ تابعداریِ رسولؐ متصوّر ہوگا۔ ہمیں ہر حالت میں شرعی نفوذ کو بصدق دل قبول کرنا ہوگا۔ جو کامل مسلمان کی نشانی ہوگی۔ بصورتِ دیگر ایک منافق کی سی علامت ہے۔ جو ہر حالت میں باعث نفرین ہے۔

لہٰذا خدا کی جانب سے ہمیں بصیرت کے اعلیٰ اوصاف کے ساتھ شرعِ رسالتؐ کو قبول کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ
(القرآن)

ترجمہ: یہی میرا راستہ ہے۔ جس پر ثابت قدم رہ۔ میں ہی قلبی فراست کے ساتھ لوگوں کو بلاتا ہوں۔ اور میرے پیروکار بھی۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فَاتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ
(القرآن)

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ تم سب تمہاری طرف نازل شدہ بھلائی کی اتباع کرو۔ اپنی قوم کو حکم دیں۔ کہ وہ ان بھلائیوں کو اختیار کریں۔

اس کے بغیر اپنی ایمانی صداقت کا ثبوت نہ دے سکیں گے۔

اور بھلائی حاصل نہ ہوگی۔

فاتباع بالمعروف (القرآن)

ترجمہ: بھلائی کے ساتھ تابع ہو جاؤ۔

سُنّتُ

سنت سے مراد وہ طریقہ ہے۔ تمام انبیأ علیہم السلام اور کمل اولیائے کرام نے اختیار فرمایا۔ اِس کمل اولیأ میں تمام آئمہ معصومین شامل ہیں۔ جن کو کتاب الاعتقادیہ میں عاملینِ شریعت، عاملینِ طریقت اور علمأ ربانیین سے متصف کیا گیا ہے۔ جن کی نشاندہی اِس طرح فرمائی ہے۔

آدَمُهُمْ عَلِیٌّ وَخَاتَمُهُمْ مَهْدِیٌّ۔

ترجمہ: آدم الاولیأ حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ اور خاتم الاولیأ حضرت امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام ہیں۔

اِس لئے کہا گیا ہے کہ:۔

متابعتهم نیل الدرجات وفی مخالفهم ویل الدرجات۔ (کتاب الاعتقادیہ)

ترجمہ: ان کی تعبیداری کرنے میں جنت کا حصول ہے۔ اور ان کی خلاف ورزی جہنم کے طبقات میں سرنگون ہوتا ہے۔

؎ جرعہ نوشانِ خمش داؤدؒ و معروفؒ و جنیدؒ
جان فروشانِ روش عمارؓ و سلیمانؓ و بلالؓ
(اجمل اسود)

آپؐ کے غم میں شراب دیدہ پینے والوں میں حضرت داؤدؒ، حضرت معروف کرخیؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ ہیں۔ آپؐ کی درگاہ کی جان نثاران حضرت عمار یاسرؓ، حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت بلال حبشیؓ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا مَاهُوَ عَلَيْهِ وَوَفِّقْنَا سَبِيْلًا مُّسْتَقِيْمًا

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۷)

ترجمہ: تجھ سے پہلے بھیجے گئے ہمارے رسولوں کا طریقہ اختیار کرو۔ اور آپ ہمارے طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

حضرت علاؤالدولہ سمنانی العروۃ میں فرماتے ہیں۔

اوضاع شرعیہ انبیاء علیہم السلام کے وضع کردہ ہیں یعنی جب بھی اس چیز کی ضرورت انسان کو محسوس ہوئی پیغمبروں نے اس زمانے اور لوگوں کے حسب استعداد امورِ شرعی کو وضع فرماتے گئے۔ اس پر یہ واقعہ دلالت کر رہا ہے کہ جب نضر بن حارث کی لڑکی آئی اور ایک منقبت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کے طور پر پڑھی۔ جب آپؐ نے اس کی مسلمانی اور عقیدے کا مشاہدہ فرمایا۔ تو آپؐ نے فرمایا تو اس عقیدے کو پہلے ہی لے کر آجاتی تو تمہارے والد کے قتل کا حکم نہ دیتا۔

واضح بات ہے پیغمبر اسلامؐ کے ہر حکم مرضی رب کے خلاف نہیں ہوتا

اسے انسانی عادات سے شمار کرنا یا عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے۔
اِسی لئے آگے فرماتے ہیں:
ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو جاہل کہنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس کو سمجھانے کی کوشش لازمی کرنی چاہئے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں اپنے پیغمبر علیہ السّلام کی یوں صفت بیان فرمائی ہے۔ آپؐ اپنی مرضی کی باتیں نہیں کیا کرتے۔ اگر وہ بولتے ہیں تو وحی کے عین مطابق بولتے ہیں۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى
(سورۃ النجم آیت ۳۰)

سُنّت سے لگاؤ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنّت کے ساتھ کتنا قلبی لگاؤ تھا۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے چند احادیث مندرج کرتے ہیں۔ گو یہ احادیث شاید صحاح ستّہ کی کتابوں میں بھی موجود ہیں۔ لیکن میرا مطالعہ علامہ ابن عبدالبر کی کتاب العلمُ والعلماء کا ہے۔ سنت کا مرتبہ کے فصل میں ان احادیث کو شامل کر دیا گیا ہے۔

(ترجمہ عبدالرزاق ملیح آبادی دیوبندی کا ہے)

حضرت فاروق کے پوتے بلال سے روایت ہے کہ میرے والد عبداللہ نے یہ حدیث سنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ عورتوں کو مسجد جانے کے حق سے محروم نہ کرو۔ لیکن میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا کہ میں تو اپنی بیوی کو

مسجد جانے نہ دوں گا۔ اور جس کا جی چاہے اپنی بیوی بھیجتا پھرے۔ اس پر والد نے بڑی تیکھی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کرخت آواز میں ڈانٹا تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ میں رسول اللہ کا حکم سناتا ہوں۔ اور تو یہ کہتا ہے۔ پھر غصّے سے بے خود ہو کر اٹھ کر چلے گئے۔

ایک مرتبہ عروہ بن زبیر نے حضرت عبداللہ بن عباس سے کہا۔ آپ خدا سے ڈرتے نہیں کہ متعہ کی اجازت دیتے ہیں۔ حضرت نے جواب دیا۔ لڑکے جا اور اپنی ماں سے پوچھ لے۔ عروہ کہنے لگے۔ لیکن ابوبکر اور عمر متعہ سے منع کیا کرتے تھے۔ اس پر حضرت برہم ہو گئے۔ بخدا میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ باز نہیں آؤ گے۔ جب تک عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ میں رسول اللہ کا قول سناتا ہوں اور تم ابوبکر و عمر کے اقوال سناتے ہو۔

ایک روز ابودرداء نہایت خفگی سے پکار اُٹھے کہ مجھے معاویہ کے شر سے کون بچاتا ہے۔ میں رسول اللہ کی حدیث پیش کرتا ہوں۔ اور وہ میرے سامنے اپنی رائے رکھتا ہے۔ میں اس زمین پر ہرگز نہیں رہوں گا۔ جہاں معاویہ ہوگا۔

سالم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے فتویٰ دیا کہ رمی الجمار قربانی اور سر منڈوانے کے بعد حاجی کے لئے خوشبو اور بیوی کے علاوہ سب مباح ہو جاتا ہے۔ لیکن حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ان امور کے بعد اور طواف سے پہلے میں نے

رسول اللہ کو خوشبو لگائی ہے۔

سالم یہ حدیث بیان کرکے فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی عمر کے فتویٰ پر مقدم ہے۔ حالانکہ حضرت عمرؓ سالم کے دادا ہیں۔

بخاری باب اقتداء بافعال النبی میں حدیث وارد ہے کہ:۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے سونے کی انگوٹھی پھینک دیا ہے۔ اس بات پر تمام لوگوں نے انگوٹھیاں پھینک دی۔ تو دیکھو حضور علیہ السلام کی سنت پر لوگ کتنے کاربند تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم الاجمعین کا یہ طریقہ تھا کہ کبھی بھی کسی سنت کی اتباع نہ چھوڑی وہ لوگ اس معاملے میں نہایت پابندی سے توجہ رکھتے تھے۔ مبادا آپؐ کی کوئی سنت نہ چھوڑے۔

بعد ازیں اطاعت اور اتباع کا فرق کرنا مناسب تھا۔ مگر دامنِ قرطاس تنگ ہونے کی وجہ سے ترک کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصل کتاب کے کافی حصے کو شامل اشاعت نہیں کیا قلیل اور معنی خیز طریقہ کو اپنایا ہے۔

۹

مُحبِّ علی علیہ السلام

یہ نعرہ بھی ہمارا ایمانی ، روحانی اور اعتقادی نعروں میں سے ایک ہے ۔ یوں تو حضرت علی علیہ السلام سے محبّت کرنے والے اسلامی دنیا میں وجود رکھتے ہیں ۔ آپؑ سے بغض و نفرت کو ایمان خیال کرنے والے باسی بھی موجود ہیں ۔ خوارج و نواصب اسی تنظیم کے دو نام ہیں ۔ ؎

علی ہم نام را بنگر کہ جز او
باللہ و محمد رہبرم نیست

(شاہِ ہمدانؒ)

ہم حضرت علی شیر خدا سے محبت اس لئے رکھتے ہیں کہ ہم ہر طرح سے اصولی پہلوؤں سے بیزاری اپنانے والے نہیں۔ عقلی و نقلی دلائل سے ان بزرگانِ کبار صحابہ و اولیاء کرام بزرگانِ دین سلف الصالحین رضی اللہ عنہم سے قلبی عقیدت رکھتے ہیں۔ ان کی عملی زندگی کو مشعلِ راہ بناتے ہیں۔

کوئی بھی صاحب عقل یہ نہیں کہے گا کہ بادام کا مغز اس کے چھلکے سے بہتر نہیں ہے۔ انسان کو چھلکے کی نسبت مغز سے بڑی چاہت رہتی ہے۔ اس لئے کہ مغز فوائد کے اعتبار سے چھلکے کی نسبت زیادہ نفع بخش ہے۔ اور اس کا حصول چھلکے کی نسبت قدرے مشکل بھی ہے۔

تو ہم مسلکِ صوفیہ المعروف نوربخشیہ کے پیروکار حضرت علی علیہ السلام کو تمام علومِ نبوت کے مغز ہونے کے ناطے سے اپنی تمام تر محبت کے اظہار کے لئے دیگر تمام اصحابِ رسول سے بہمہ وجوہ اعلیٰ و اولیٰ اور افضل انسان شمار کرتے ہیں۔ یہی آپؑ سے والہانہ محبت رکھنے والوں کا طریقہ ہے ینابیع المودت میں ہیں۔

اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا۔ ترجمہ: میں علم کا شہر ہوں۔ اور حضرت علیؑ اس کا دروازہ ہے۔

أَنَا مَدِيْنَةُ الْحِكْمَةِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا۔ ترجمہ: میں حکمت کا شہر ہوں۔ اور حضرت علیؑ اس کا باب ہے۔

عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ۔ ترجمہ: علیؑ قرآن کے ساتھ ہے۔ اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔

ان تمام احادیثِ رسولؐ کو ہماری اس امتیازی محبت کی علت سمجھ لیں۔ یوں تمام آل علیؑ اور اصحابِ رسولؐ جن کی قلبی اور ایمانی محبت حضرت علیؑ کے ساتھ معلق تھی۔ ان سب سے ہماری بھی محبت قائم ہے۔ لیکن جامع صفاتِ عالیہ ہونے کی وجہ سے علیؑ کی شان نرالی ہے۔

کون حضرت علی علیہ السلام کی جامع الصفات شخصیت کو بھول سکتا ہے۔ بہمہ وجوہ تمام صحابہ کی مخصوص صفات کی جھلکوں کا حامل ہوں۔ ایک معنی سے صدیقِ اکبر بھی ہے۔

چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں۔

أَنَا صِدِّيْقُ الْأَكْبَرُ ترجمہ: میں صدیقِ اکبر ہوں۔

۳۲۔ ینابیع المودت۔ نہج البلاغہ۔ مروج الذہب

کیونکہ آپؑ کا شمار تمام سابقین، اولین اور متصدقین میں سے ہے۔ جنہوں نے ایمان لانے کے بارے میں سبقت فرمائی۔ اور آپؑ کی ایک صفت فاروق بھی ہے۔

چنانچہ آپؑ کا ارشاد ہے کہ:۔

أَنَا فَارُوقُ أَعْظَمُ[1] ترجمہ: میں فاروقِ اعظم بھی ہوں۔

اُن سے زیادہ قضا و فقہ میں باریکیوں کو پانے والا کون ہے۔ عنایت اُن میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ مرتبہ میں کسی سے گھٹ کر تو نہیں رہتا۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ تواریخ شاہد ہیں۔ علیؑ کی عنایت اور امیری نے کس مستحق کو خالی دامن رکھا۔ علیؑ جب دینے پر آتے تھے تو گھر کی کیا بات ہے۔ پورا گھرانہ کی بھوک پیاس کی پرواہ نہ کی غربا، مساکین اور اسیروں میں ماحضر تک کو تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ رکوع کی حالت میں مبارک انگشتری صدقہ کر دی۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ۔ اِس انداز کریمانہ پہ شاہد ہے۔

بھلا کونسی صفت ہے جو کسی صحابی میں خصوصیت کے ساتھ موجود ہوں۔ اور حضرت علیؑ میں نہ پائی جاتی ہوں۔ اِس بنا پر حضرت علی کو سید المومنین، اخو سید المرسلین، امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کہا جائے تو یہ تیر نشانے پر ثابت ہوتے ہیں

---

[1] نہج البلاغہ۔ ینابیع المودت۔ مودت القربیٰ۔ خصائص النسائی

کوئی شک باقی نہیں رہتا۔

حضرت میر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ جن کی کاسِ شرابِ روحانی سے ہم ذوق شربت حاصل کرتے رہے ہیں۔ وہ اپنی کتاب مشارب الاذواق جو کہ قصیدہ میمیتیہ کی شرح ہے۔ جس میں ذیل کا عربی شعر کی تشریح میں بہت اچھی روحانی اور نورانی تبیین فرمائی ہیں۔

قصیدے میں قدیم عرفانی شاعر شیخ ابوحفص ابن فارض رطب اللسان ہے۔ ؎

لَهَا الْبَدْرُ كَأْسٌ وَهِيَ شَمْسٌ تُدِيْرُهَا
هِلَالٌ وَكَمْ يَبْدُوْا اِذَا مُزِجَتْ نَجْمٌ

مطلب :۔ مدامہ (خوشبودار شراب) کا پیالہ چودھویں کا چاند ہے گویا کہ وہ سورج کی طرح درخشاں ہے جیسے ہلال ساقی بن کر اہل مجلس کو پلا رہا ہے۔ اور جب مدامہ اور پانی کا امتزاج ہوتا ہے۔ تو بہت سے ستارے جگمگانے لگتے ہیں۔

یعنی عشق حقیقی کی شراب سے اہل عرفان پر وجد طاری ہوتا ہے۔ اور وہ ڈبڈباتے ستاروں کی مانند جھومنے لگتے ہیں۔

تشریح :۔ شاہِ ہمدانؒ فرماتے ہیں۔ بدر سے مراد روح پرفتوح محمدیؐ ہے۔ جو آفتاب احدیت کے مظہر اور محبت حقیقی کا سرچشمہ ہے۔ ہلال سے مراد آدم الاولیاء فاتح خیبر حضرت علی علیہ السلام ہے۔

کوس شراب محبت
ذوالجلال۔
و موصل معطشان فنا۔
فی امال مورد زلالِ وصال
کہ أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا
چنانچہ ہلالِ غیر بدر
نیست۔ بلکہ جزو است
سیدالاولیاؑ با مہتر انبیاؑ
جلم است کہ خلقت
أنا وعلی من نورِ واحدٍ
وعلی منی وانا منہ۔ و از
امتزاج احکام شرائع
مصطفویؐ و اعلام حقائق
مرتضویؑ نجوم مشارق اذواق
اعیان اولیاؑ علیہم السلام ظاہر
شدند وآنکہ سیدالانبیاؐ درحق
منیر اصفیاؑ فرمود۔ کہ أَنَا وَأَنْتَ
أَبَوَا هٰذِهِ الْأُمَّةِ۔ بدیں معنی
است زیرا کہ منبع اسرارِ معارف

ترجمہ: جو کہ شراب محبت الٰہیہ
پلانے والے ہیں۔
ترجمہ: اور وصل کے ارمانوں
میں کھو جانے والے شوقین
پیاسوں کو وصلِ حق کے۔
آبِ صافی کے گھاٹ پر پہنچانے
والے ہیں۔ جیسا کہ أَنَا مَدِينَةُ
الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا والی حدیث
اس پر دال ہے۔ ایسے ہی
ہلال بغیرِ بدر کے وجود نہیں
رکھتا۔ سیدالاولیاؑ حضرت علی علیہ السلام
کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے ساتھ تعلق ہلال اور بدر جیسا
ہے۔ جس پر أنا وعلی من نور
واحد وعلی منی وانا منہ دلیل
بمطابق خلقت ہے۔
شریعتِ محمدیؐ کے احکام اور
مرتضویؑ حقیقتوں کے نشانیوں
کے آپس کے ملاپ سے

وحید و مطلع انوار مصالح تحقیق اوست و حصول کمالِ درجات اسرار جمیع اہل کشف و شہود از ینبوع احدیت او بود۔

خواہد بود کہ انا منذر وعلی الهادی وبک یا علی یهتدی المهتدون۔
چوں ایں شہر بتو مکشوف شود بدانی طوالع انوار حقائق ہر ولی مقتبس از مشکوٰۃ ولایت علی است۔

باوجود امام ہادی متابعت غیرے از احوال است۔

تحقیق جذب و شوق کی شرقی و غربی سمتوں کے ستاروں جیسے بزرگ ترین اولیاءؑ (آئمہ) علیہم السّلام سے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ چنانچہ انبیاءؑ کے سردار نے تمام وصیوں کے سردار کے حق میں فرمایا ہے کہ انا وانت ابوای ھذہ الامۃ۔ والی حدیث اسی معنٰی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ وہی (حضرت علی علیہ السّلام) معرفتِ الٰہیہ کے رازوں کا سرچشمہ اور تخلیقِ علوم کے ذرائع کی روشنیوں کا مطلع ہیں۔
تمام اہلِ کشف و شہود کو اسرار کے درجے آپؑ سے ہی پورے پورے حاصل ہوتے ہیں۔ وہ آپؑ کا ہی سرچشمہ ہدایت کا فیضان ہے۔ اور آپؐ چاہتے تھے کہ میں ڈرانے والا ہوں۔ اور علیؑ ہدایت کرنے والا۔ اے علیؑ! تجھی سے ہدایت پانے

والے راہ پاتے ہیں۔ ایسے
ہی یہ راز تجھ پر عیاں ہو جائے
تو جان لینا کہ ہر ولی انوارِ
حقائق سے جلوہ گر ہے۔ جو
حضرت علی علیہ السلام کی ولایت
سے کسبِ فیض کرتا ہے۔
امام ہادیؑ کی موجودگی میں کسی
غیر کی متابعت بھینگا پنی (بے بصیرت)
ہے۔

محبت علیؑ کے متعلق اپنی بعض تصانیف میں روحانی اسرار و رموز، ارادت و محبت سے بھرپور موشگافیاں کی ہیں۔ وہ سب روح پرور ہیں۔

ہم حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت لکھنے کے بجائے ان کی محبت کو اختیار کرنے کی وجوہات بیان کرتے ہیں۔ میرا اصل مدعا حُبِ علی علیہ السلام کی لذومیت ہے۔ تو اس کی توضیحات کو شاہ ہمدانؒ اپنی جمع کردہ مجموعہ احادیث السبعین فی فضائل امیر المومنین میں اس طرح رقم کیا ہے۔

حضرت ابی لیلیٰ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد ایک فتنہ بپا ہوگا۔ اگر واقع ایسا رونما ہو جائے۔ تو تم حضرت علی علیہ السلام کا لازمی طور پر ساتھ دو۔ اِس لئے وہ حق اور باطل

کے درمیان الفاروق مکمل فرق کرنے والے ہیں۔

(اس کو صاحب الفردوس نے نقل کیا ہے)

صاحبِ رسالت کے بعد کئی فتنے واقع ہوتے ہیں۔ جنگِ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان کا حادثہ سب انہی فتنوں کے نتائج ہیں۔ حضرت علیؑ سے کونسی آزمائش نہ لی گئی۔ خدا کے ولی پر طرح طرح کے مصائب و آلام اُمڈ آئے۔ علیؑ نے کونسا وقت ہے۔ جس میں حق و باطل کے درمیان فاروق کا سا کردار ادا نہ کیا ہو۔

اَلْبَلَاءُ لِلْوِلَاءِ۔ ترجمہ: آزمائش دوستوں کے لئے ہے۔

(الحدیث)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔ علی باب علمی علی میرے علم کا دروازہ ہے۔ جن احکام کے ساتھ مجھ کو مبعوث فرمایا گیا ہے۔ میرے بعد میری امت کے لئے ان احکام کو کھول کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ ان کی محبت میں عین ایمان ہے۔ ان کی دشمنی میں عین منافقت ہے۔ ان کی طرف دیکھنا باعث رحمت ہے۔ اور ان کی حقیقی محبت گزاری (بلحاظ ثواب) عبادت کے درجے میں ہے۔

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی ابنِ ابی طالب کی محبت گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہے۔ جس طرح سے آگ لکڑی کو۔

آپؐ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا اگر تمام لوگ حضرت علیؑ کی محبت پر متفق ہوتے تو اللہ تعالیٰ دوزخ کو پیدا ہی نہ فرماتے۔

(اس کو صاحب کتاب فردوس نے نقل کیا ہے۔)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ علیؑ اور اس کے محبت گزاران قیامت کے دن کامیابی پانے والے ہیں۔

(اس کو صاحب کتاب فردوس نے نقل کیا ہے)

حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے مجھ پر ایمان لایا اور حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کی تصدیق نہ کی۔ اس کو واضح کرتا ہوں جس نے اس کے ساتھ ایک دوستدار کی سی محبت رکھی۔ بے شک اس نے میرے ساتھ دوستداری کی سی محبت رکھی۔ اس نے اللہ کے ساتھ ایسی ہی محبت رکھی۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج کی رات کو سیر کرایا گیا تو میرے پاس تمام انبیاءؑ آسمان میں جمع ہوگئے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی۔ اے محمدؐ! آپؐ ان سے یہ پوچھیں کہ تم کس چیز کی خاطر مبعوث کئے گئے۔ تو انہوں نے جواباً فرمایا ہم لاالہ الااللہ وحدہٗ کی شہادت کے ساتھ تیری نبوت اور علی ابن ابوطالب کی ولایت کے اقرار کے خاطر مبعوث کئے گئے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی طرف سے جبرائیلؑ ایک سبز مکتوب لے کر نازل ہوا۔ اس میں سفید روشنائی سے لکھا ہوا تھا۔

اِنِّیْ اَفْتَرَضْتُ مُحَبَّۃَ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلٰی خَلْقِیْ فَبَلِّغْھُمْ بِذٰالِکَ۔

ترجمہ: میں نے اپنی مخلوق پر علی ابن ابی طالب کی محبت کو فرض قرار دیا ہے۔ آپؐ ان کو اس کے متعلق تبلیغ کرو۔

(اس کو صاحب کتاب فردوس نے نقل کیا ہے)

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام کی محبت ایسا حسنہ ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے بُرائی ضرر نہیں دے سکتی۔ اور اس کے ساتھ بغض رکھنا ایسی بُرائی ہے۔ اس کے ساتھ ہوتے ہوئے کوئی حسنہ نفع نہیں دے سکتی۔ (اس کو صاحب کتاب الفردوس نے نقل کیا ہے)

حضرت مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:-

حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ یَوْمًا خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ سَنَۃٍ۔

ترجمہ: آلِ محمد کے ساتھ ایک دن کی محبت ایک سال

کی عبارتوں سے بہتر ہے

(اس کو صاحب کتاب الفردوس نے نقل کیا ہے۔)

تفضیلِ علیؑ

حضرت علی علیہ السلام کی محبت ہر فرد پر فرض عین ہونا ثابت ہو گیا۔ اب باقی صحابہ کرام پر فضیلت نہ دینے کے بارے میں کوئی کلام نہیں رہا علیؑ کی محبت نجات کا سبب ہے۔ اور حشر کی وحشت سے مامون ہونے کا باعث بھی۔

السبعین فی فضائل امیر المومنین میں ہے۔ مسروق نے حضرت مائی عائشہؓ سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ سے سنا کہ علیؑ سے فرماتے تھے کہ:۔

اے علیؑ تم کو یہ کافی ہے کہ تمہارے محب کو نہ تو اپنی موت کے وقت کچھ حسرت ہو گی۔ نہ قبر میں اس کو کسی قسم کی دقت ہو گی۔ اور نہ قیامت کے دن اس کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو گا۔

تفضیلِ علیؑ کا عقیدہ رکھنے والے اُن ہژدہ کمربستۂ شاہِ مرداں کے علاوہ بعض بنو اُمیّہ بھی تھے۔

آثارِ امام شافعیؒ میں لکھا ہے۔ یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیئے۔ کہ جملہ اصحاب پر تفضیلِ علی علیہ السلام کچھ صرف شیعہ ہی قائل نہیں تھے۔ بلکہ بعض سابقین صحابہ کی رائے بھی یہی تھی۔ مثلاً عمار بن یاسرؓ، مقداد بن اسودؓ، ابوذر غفاریؓ، سلمانِ فارسیؓ، ابی ابن کعبؓ

حذیفہ یمانیؓ ، بریدہؓ، ابو ایوب انصاریؓ، سہل ابن حنیفؓ ۔ عثمان ابن حنیفؓ ۔ ابوالہیثمؓ ، خذیمہ بن ثابتؓ ۔ ابوطفیل عامر بن وائلہؓ ، عباس ابن عبدالمطلبؓ اور اُن کے صاحب زادگان اور جملہ بنوہاشم شروع شروع میں زبیر بھی اِس کے قائل تھے ۔ بعد میں اُن کا خیال بدل گیا ۔

خود بنو امیہ میں ہی ایسے لوگ تھے مثلاً خالد بن سعید العاص اور عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم اِس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام وہ جلیل القدر صحابی ، اَخِ رسولؐ ، زوجِ بتول خود تمام اوصاف ولایت وامامت اور خلافت ظاہری و باطنی کے حامل تھے ۔ مگر آپؑ نے اِسلام کی خوب عافیت کا خیال فرمایا ۔ لہٰذا ہمیں اِس سلسلے میں میانہ روی اختیار کرنا ہے ۔ نہ صحابہ کے بارے میں نہ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں غیر اِسلامی بات کو منسوب کرنا ہے ۔ بلکہ خَیْرُالْاُمُوْرِاَوْسَطُھَا کو لازم پکڑتے ہیں ۔

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہ العزیز کے تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ تفضیلِ علیؑ کے قائل تھے ۔

چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں ۔

"من علیؑ راہم دانسم" رسالہ السبعین فی فضائل امیرالمومنینؑ میں اِس نکتہ کی تائید میں احادیث وارد کی ہیں اور وہ فضیلت علیؑ کے متعلق بھرپور دلائل و بیان پیش کرتے ہیں ۔

اِسی طرح امام شافعیؒ بھی تفضیل علیؑ کے قائل تھے ۔ اُن کے ہاں بھی جذبۂ حب آلِ رسولؐ کا بے پناہ ثبوت ملتا ہے ۔ آپؒ

فرماتے ہیں:۔ ؎

لو کان رفضاحب آل محمد
فلیشھد الثقلان انی رافض

ایک شعر فارسی میں یوں ہے۔ ؎

من علی را دوست دارم خلق گوید رافضی
پس خدا و مصطفٰے و جبرائیل ہم رافضی

ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ جیسے دانشور بھی تفضیل علیؑ کے قائل تھے۔ چنانچہ بانگ درا میں وہ اپنے متعلق کہتے ہیں کہ:۔ ؎

ہے اس کی طبیعت میں تشیع بھی ذرا سا
تفضیلِ علیؑ ہم نے سُنی اس کی زبانی

ہماری میزان اور ترازو یہ ہے۔

عَلٰی مُحِبِّیْھِم رَحْمَۃُ اللّٰہِ
وَعَلٰی مُبْغِضِیْھِم لَعْنَۃُ اللّٰہِ
(دعوات صوفیہ)

ترجمہ: علیؑ کے دوستدار کو خدا رحمت سے محروم نہ کرے۔ اور علیؑ کے دشمنوں پر خدا کی پھٹکار ہو۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

۱۰

سلسلۂ ذہب

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔

اللہ کی رسی کو یکجا ہو کر مضبوطی سے تھامے رکھو۔ اِس میں تفرقہ مت ڈالو۔ (سورۃ آلِ عمران آیت ۱۰۳)

یہ ہمارا دسواں روحانی نعرہ ہے۔ جو روحانی اور جمالیاتی ریاضت والے ولیوں کی طرف منسوب ہوتے کی وجہ سے اپنی انفرادیت اور پرتاثیر نزاکتوں کا احاطہ کیا ہُوا ہے۔

چنانچہ سلسلہ اولیائے مرشدین اور آئمہ کرام علیہم السّلام سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تک یداً بیدٍ باتصال پہنچنے والا روحانی سلسلہ ہے۔ یہ سلسلہ تمام سلاسل اولیائے کا سنگم رہا ہے۔ اور تمام سلاسل اولیائے سے قوی

ہے۔ جبکہ پوری ملّت روحانی اور اعتقادی طور پر تسلیم کرتی ہے اور ہم سب اسی سلسلہ کے حامی ہیں۔ یہ سلسلہ عالم تصوف پر سلسلہ ذہب کے نام سے معروف ہے۔ یہ سلسلہ تمام کتب تصوف میں کئی ناموں کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ معروفیہ، سری سقطیہ۔ سلسلہ جنیدیہ، سلسلہ ہمدانیہ سہروردیہ، سلسلہ کبرویہ، سلسلہ امیریہ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن آخر میں یہ سلسلہ ذہبیہ المعروف صوفیہ نوربخشیہ پر آکر رک جاتا ہے۔ اس کا سبب ان بزرگ ہستیوں کی شہرت اور ان سے عقیدت ہے۔

محترم ڈاکٹر سیّدہ اشرف ظفر نے کتاب امیر کبیر سید علی ہمدانی میں تذکرہ کیا ہے۔ اِس سلسلہ کو روحانی اور ایمانی کہنے کی عظیم وجہ روحانی فیوض و برکات اور سینہ بسینہ آنے والی حکمتوں کی وجودی کیفیت ہے۔ جس کی اصلیت پر یوں بڑی توثیق ملتی ہے روحانی اور ایمانی سلسلہ ہونے کے لحاظ سے (سلسلہ ذہب) سونے کی زنجیر کہنے کا لائق ہی ہے۔

ڈاکٹر محمد ریاض صاحب لکھتے ہیں۔ اگرچہ خواجہ اسحاق کی نسبت سے بسلسلۂ فقر حضرت شاہ ہمدانؒ سے جا منسوب ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نوربخشی ہوں یا ذہبیہ حضرت شاہِ ہمدانؒ ان سب سلسلوں کی ایک کڑی ہیں۔

(کتاب میر سیّد علی ہمدانیؒ)

قاضی نوراللہ شوستریؒ نے مجالس المومنین میں اِس سلسلہ ذہبیہ صوفیہ نوربخشیہ پر اس کی امتیازی خصوصیات کے حامل ہونے کی وجوہات رقم کی ہیں۔

اِس سلسلے کی ایک انوکھی ترتیب و تسلسل بعض کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ جسے عقیدت والوں کی علم افروزی کی غرض سے نقل کیا جاتا ہے۔ یہ ارتباط روحانی جمالیاتِ عرفانی سے بھرپور ہے۔ ہم ذیل میں میر محمد نوربخش قدس سرہ العزیز کے اسم گرامی سے شروع کرتے ہیں۔

س ۔ میر محمد نوربخشؒ کس کے مذہب پر تھے ؛
ج ۔ خواجہ اسحاق ختلانیؒ کے ۔
س ۔ خواجہ اسحاق ختلانیؒ کس کے مذہب پر تھے ؛
ج ۔ حضرت امیرِ کبیر سید علی ہمدانیؒ کے۔
س ۔ حضرت امیرِ کبیر سید علی ہمدانیؒ کس کے مذہب پر تھے ؛
ج ۔ حضرت محمود مزدقانیؒ کے ۔
س ۔ حضرت محمود مزدقانیؒ کس کے مذہب پر تھے ؛
ج ۔ حضرت علاوالدولہ سمنانیؒ کے ۔
س ۔ حضرت علاوالدولہ سمنانیؒ کس کے مذہب پر تھے ؛
ج ۔ شیخ عبدالرحمان اسفرائنیؒ کے ۔
س ۔ شیخ عبدالرحمان اسفرائنیؒ کس کے مذہب پر تھے ؛
ج ۔ شیخ احمد جرجانیؒ کے ۔
س ۔ شیخ احمد جرجانیؒ کس کے مذہب پر تھے ؛
ج ۔ شیخ علی ابن لالہؒ کے ۔
س ۔ شیخ علی ابنِ لالہؒ کس کے مذہب پر تھے ؛
ج ۔ شیخ نجم الدین کبریٰؒ کے ۔

س ۔ شیخ نجم الدین کبریٰؒ کس کے مذہب پر تھے ؟
ج ۔ شیخ عماد الدین بدلیسیؒ کے ۔
س ۔ شیخ عماد الدین بدلیسیؒ کس کے مذہب پر تھے ؟
ج ۔ شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کے ۔
س ۔ شیخ ابو نجیب سہروردیؒ کس کے مذہب پر تھے ؟
ج ۔ شیخ ابوبکر نساجؒ کے ۔
س ۔ شیخ ابوبکر نساجؒ کس کے مذہب پر تھے ؟
ج ۔ شیخ ابو قاسمؒ گورگانیؒ کے ۔
س ۔ شیخ ابو قاسم گورگانیؒ کس کے مذہب پر تھے ؟
ج ۔ شیخ ابو عثمان مغربیؒ کے ۔
س ۔ شیخ ابو عثمان مغربیؒ کس کے مذہب پر تھے ؟
ج ۔ شیخ ابو علی کاتبؒ کے ۔
س ۔ شیخ ابو علی کاتبؒ کس کے مذہب پر تھے ؟
ج ۔ شیخ ابوذر رودباریؒ کے ۔
س ۔ شیخ ابوذر رودباریؒ کس کے مذہب پر تھے ؟
ج ۔ شیخ جنید بغدادیؒ کے ۔
س ۔ شیخ جنید بغدادیؒ کس کے مذہب پر تھے ؟
ج ۔ شیخ سری سقطیؒ کے ۔
س ۔ شیخ سری سقطیؒ کس کے مذہب پر تھے ؟
ج ۔ شیخ معروف کرخیؒ کے ۔
س ۔ شیخ معروف کرخیؒ کس کے مذہب پر تھے ؟

ج ۔ حضرت امام علی رضاؑ کے ۱؎

س ۔ حضرت امام علی رضاؑ کس کے مذہب پر تھے؟

ج ۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے۔

س ۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کس کے مذہب پر تھے؟

ج ۔ حضرت امام جعفر صادقؑ کے۔

س ۔ حضرت امام جعفر صادقؑ کس کے مذہب پر تھے؟

ج ۔ حضرت امام محمّد باقرؑ کے۔

س ۔ حضرت امام محمّد باقرؑ کس کے مذہب پر تھے؟

ج ۔ حضرت امام زین العابدینؑ کے۔

س ۔ حضرت امام زین العابدینؑ کس کے مذہب پر تھے؟

ج ۔ حضرت امام حسینؑ کے۔

س ۔ حضرت امام حسینؑ کس کے مذہب پر تھے؟

ج ۔ حضرت امام حسنؑ کے۔

س ۔ حضرت امام حسنؑ کس کے مذہب پر تھے؟

ج ۔ حضرت علیؑ (ابوالائمہ) کے۔

س ۔ حضرت علیؑ (ابوالائمہ) کس کے مذہب پر تھے؟

ج ۔ حضرت محمّد مصطفیٰؐ کے۔

۱؎ سلسلۂ طریقت میں چونکہ امام علی رضاؑ کے فوراً بعد خلیفۂ حضرت معروف کرخیؒ ہیں۔ جو اصل کے مطابق ہے۔ اِس لئے ترتیب بارہ آئمہؑ کو ترک کر دیا گیا ہے۔

س ۔ حضرت محمد مصطفےٰؐ کس کے مذہب پر تھے؟
ج ۔ حضرت ابراہیمؑ کے۔
س ۔ حضرت ابراہیمؑ کس کے مذہب پر تھے؟
ج ۔ حضرت شیثؑ کے۔
س ۔ حضرت شیثؑ کس کے مذہب پر تھے؟
ج ۔ حضرت آدمؑ کے۔
س ۔ حضرت آدمؑ کس کے مذہب پر تھے؟
ج ۔ حضرت جبرائیلؑ کے۔
س ۔ حضرت جبرائیلؑ کس کے مذہب پر تھے؟
ج ۔ حضرت میکائیلؑ کے۔
س ۔ حضرت میکائیلؑ کس کے مذہب پر تھے؟
ج ۔ حضرت اسرافیلؑ کے۔
س ۔ حضرت اسرافیلؑ کس کے مذہب پر تھے؟
ج ۔ حضرت عزرائیلؑ کے۔
س ۔ حضرت عزرائیلؑ کس کے مذہب پر تھے؟
ج ۔ لوحِ محفوظ کے۔
س ۔ لوحِ محفوظ کس کے مذہب پر تھا؟
ج ۔ قلم کے۔
س ۔ قلم کس کے مذہب پر تھا؟
ج ۔ تحت رب العالمین کے۔

بس یہی مذہبِ صوفی مشرب ہمدانیہ روش نوربخشیہ کہلاتا ہے

سلسلہ ذہب کے بارے میں اور نسبتوں کو وضاحت کرتے ہوئے۔ حضرت سید محمد نور بخشؒ نے کتاب سلسلہ ذہبیہ میں یوں لکھا ہے۔

میرے پیارے جان لو! اولیاؔ کا سلسلہ سلطان الاوصیاؔ و برہان الاولیاؔ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کے زمانے سے لیکر آج تک تسلسل معنون ہے۔ اور یہ قیامت تک ہوگا۔ اِس کے بغیر نازک اوقات میں سے کسی وقت بھی باطنی احوال اور اسما وصفات کا راستہ بنا پایا جائیگا۔ البتہ یہ سلسلہ حبل اللہ المتین (اللہ کا مضبوط رسا ہے) یہ حقیقت میں تمام مشائخ اولیاؔ کے سلسلوں سے عبارت ہے۔ ایمان والوں اور تمام مسلمانوں کو اللہ کی اِس مضبوط رسی کو التزامی طور پر تھامنا واجب ہے۔ نصِ صریح کے مطابق وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً

جب یہ معنی معلوم کر چکا تو جان لو! یہ نسبت سلسلہ ضعیف نحیف الفقر الی اللہ القوی محمد بن عبداللہ اللحسوی بحضرت قطب الانام مخدوم علی الاطلاق کامل و مکمل باستحقاق مرکز دائرہ انفس و آفاق خواجہ اسحاقؒ متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ متصل ہے۔

اُن کی نسبت حضرت سیادت مآبی، قطب الاقطابی، سلطان المحققین، برہان العارفین علی ثانی میر سید علی ہمدانیؒ ہے۔

اُن کی نسبت قدوۃ المرشدین، زبدۃ المتاخرین الکامل المکمل الصمدانی شیخ محمود مزدقانیؒ ہے۔

ان کی نسبت استاد المرشدین، کہف المتمکنین، الصادق الصدیق الحقانی، شیخ علاؤالدولہ سمنانیؒ سے۔

ان کی نسبت حیدر مسندِ ارشاد بدایتی شیخ نورالدین عبدالرحمٰن اسفرائینیؒ سے۔

ان کی نسبت مرشد نورانی شیخ احمد جورجانیؒ سے۔

ان کی نسبت قدوۃ الاولیاء شیخ علی لالہؒ سے۔

ان کی نسبت سلطان الاصفیاء شیخ نجم الدین کبریٰؒ سے۔

ان کی نسبت کامل ماہر شیخ عمار یاسرؒ سے۔

ان کی نسبت بعارف محقق صمدی شیخ ابو نجیب سہروردیؒ سے۔

ان کی نسبت مظہر تجلیات جمالی وجلالی شیخ احمد غزالیؒ سے

ان کی نسبت مظہر الفقر لا یحتاج شیخ ابوبکر نساجؒ سے۔

ان کی نسبت عارف کامل ربانی شیخ ابوقاسم گرگانیؒ سے۔

ان کی نسبت مرشد غربی شیخ ابوعثمان مغربیؒ سے۔

ان کی نسبت ہادی ہر طالب وراغب شیخ ابوعلی کاتبؒ سے

ان کی نسبت مظہر تجلیات باری شیخ علی رودباریؒ سے۔

ان کی نسبت سید الطائفہ استاد اہل طریقت کہف ارباب حقیقت قطب الاقطاب فرد الافرادی شیخ ابوقاسم جنید بغدادیؒ سے۔

ان کی نسبت کامل معتمد مصیب لایخطی شیخ سری سقطیؒ سے

ان کی نسبت کاملِ مکمل جمیع الاسماء وصفات موصوف

شیخ معروفِ کرخیؒ سے۔
ان کی نسبت امام الاتقیاءؑ علی ابن موسےٰ رضاؑ سے۔
ان کی نسبت آپؑ کے والد عارف عالم امام موسےٰ کاظمؑ سے
ان کی نسبت آپؑ کے والد حجۃ اللہ الناطق جعفر بن محمد صادقؑ سے۔
ان کی نسبت آپؑ کے والد عارف الکامل والعالم الماہر امام محمد باقرؑ سے۔
ان کی نسبت آپؑ کے والد سلطان الکاملین امام علی زین العابدینؑ سے۔
ان کی نسبت آپؑ کے والد مظہر تجلیات الملک المجید امام حسین شہیدؑ سے
ان کی نسبت آپؑ کے بھائی حسن مجتبےٰؑ سے۔
ان کی نسبت آپؑ کے والد امام الہدیٰ، امام علی مرتضیٰ فاتح خیبرؑ سے۔
ان کی نسبت حضرت خاتم الانبیاءؐ، خیرالوریٰ، محمد مصطفیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم الاجمعین ہے اس سلسلہ کی شرح جوکہ حبل اللہ المتین عروۃ الوثقیٰ الدین۔ سے عبارت ہے۔
اس کی کیفیت اس طرح ثابت ہے۔ (رسالہ سلسلہ ذہب قلمی)

لِاَنَّھُمْ اَئِمَّتُنَا فِی الدِّیْنِ عَلٰی طَرِیْقِ الْحَقِّ الْیَقِیْنِ وَھٰذَا حَبْلُ اللّٰہِ الْمَتِیْنِ لَا یَنْقَطِعُ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَھِیَ صِرَاطُ الْمُسْتَقِیْمُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ رَبَّنَا وَارْزُقْنَا مُتَابِعَتَھُمْ

وَجَمِيعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَارْحَمْنَا مَعَهُمْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

۱۱

مذہبِ صوفیہ

مذہبِ صوفیہ ہمارا گیارہواں انمول روحانی وایمانی نعرہ ہے اتحادِ کل مکاتب کے لئے کھلی دعوت ہے۔ عمل اور کوشش تفویض الی اللہ کی دلیل قاطع جس کو اپنانے والے اپنی امتیازی حیثیت کو واضح کر رہے ہیں۔

یہ نعرہ فرزندانِ توحید کے لئے صفاتِ باطن کے جھلملاتے رنگیوں سے آشنا ہونے کی طرف ایک ترغیب ہے۔

"صادقین اس کا حال، طریقت والے اس کے عامل، حقیقت والے اس کے عارف۔ اور معرفت والے اس کو اپنے لئے زینہ سمجھ کر اپناتے ہیں"

اِس نعرے میں دیرے مومن کو بھی اندازِ تصوف پر راغب کرنے کے جذبات سموئے ہوئے ہیں۔ صوفیہ مذہب کے داعیین وہ دل نواز شرافتوں، نزاکتوں، صداقتوں اور لطافتوں پر مبنی دلفریب اسوہ رکھتے ہیں۔ دنیا میں ان کا وجود لوگوں کی نظر میں کم اور خسرو کے ہاں ان کا رتبہ بڑا ہے۔ ان کی اصل شجرہ طیبہ سے ہے۔ جس کا آسمان تک تسلسل وارتباط قائم ہے۔

یہی قلیل کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ۔ (الشّرآن) ترجمہ: میرے شکر گزار بندے بہت تھوڑے ہیں۔

پس اصفیا کی جماعت کی تعریف میں کلامِ مجید میں یوں آیت آئی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ۔ (سورۃ الصّف آیت ۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے دوست رکھتے ہیں۔ جو اس کی راہ میں مقابلہ کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند صف آرا ہوتے ہیں۔

مذہب

مفکرینِ اخلاق کہتے ہیں۔ بہت سے لوگ اپنی اپنی سمجھ کے مطابق اپنے مذہب کی تشریح کر گئے ہیں۔ مگر سچ پوچھو تو تمام جھگڑے، تمام اختلافات، تمام پریشانی، تمام بے اطمنانی ان تشریحات کی بھول ہی سے ہے۔ ورنہ

سیدھے سادے راستے کے لئے دایاں بایاں کہاں؟ واحد کے لئے اختلاف کیا؟ بے نشان کے لئے نشان کیا! اور بے مثال کے لئے مثال کیا!

(مخزن الاخلاق)

حضرت ضیاء الدین سہروردیؒ اپنی کتاب آداب المریدین میں مذہب کو سراپا ادب بتایا ہے۔ اس بات کی وضاحت پر مثالیں طرح کی ہیں۔

حضرت سید العارفین میر محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب سلسلۃ الذھب میں کہا ہے کہ:۔

ان مذھبی الصوفیہ ترجمہ: یعنی میرا مذہب صوفیہ ہے۔

جو اصفیائے کرام کا مذہب ہے۔ پھر وہ اخلاق و کردار و آداب زندگی جن کو انبیائے کرام اور اصفیائے سلف نے اپنایا ہے۔ اپنا راستہ متعین کرکے اسی پر چلا ہے۔ اس پر میری بھی رفتی ہے۔

حضرت علاؤالدولہ سمنانیؒ فرماتے ہیں۔

مارا صوفیہ میگویند ترجمہ: ہم باعتبار مذہب صوفیہ کہلاتے ہیں۔

(العروہ)

تمام مصلحین اخلاق کا کہنا ہے کہ دنیائے اسلام کے نظم ونسق کو اسی حاسۂ مذہبی نے تھام رکھا ہے۔ ورنہ اگر تعلیم و تمدن پر مدار ہوتا تو یورپ کا اخلاقی پلہ اس قدر ہونا سے بھاری ہوگیا ہوتا۔ جس قدر تعلیم و تمدن میں اس کا پایہ بلند ہے۔

(مخزن الاخلاق)

دنیا میں افراد انسانی کے خاص خاص مختصات یعنی زبان، نسل، قوم، ملک صورت رنگ کو حذف کرتے جاؤ تو جو چیزیں قدر مشترک رہ جائیں گی۔ ان میں مذہب ہوگا۔ اور یہ بہت بڑی دلیل اس بات کی ہے کہ مذہب فطری چیز ہے۔ جن چیزوں کو ہم انسان کی فطری چیز خیال کرتے ہیں۔ اولاد کی محبت انتقام کی خواہش اور کمال کی قدر ذاتی برائی سے نفرت وغیرہ وغیرہ ان کے فطری ہونے کی یہی وجہ قرار دیتے ہیں۔

(مخزن الاخلاق)

بہرحال مذہب ایک ابدی چیز ہے۔ مذہب میں سب سے بڑا مقام حسن، اخلاق اور عمل کو حاصل ہے۔ اور یہ دونوں خدا خوفی اور تذلیل خودی سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اسلام میں عمل و اخلاق کو بڑا جوہر سمجھا جاتا ہے۔ اسی سے معرفتِ رب حاصل ہے۔ دنیا و عقبیٰ دونوں میں فلاح اسی کی بدولت ہے۔

اب ہمارے پاس جو اسلام کی وجودی ہیئت موجود ہے۔ قرآن و سنت ہی کے جمالیاتی کاز سے ماخوذ ہے۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ ہمارا دین اسلام ہے اور مذہب صوفیہ ہے۔ ؎

قیاس کن زگلستان بہار مرا

صوفیہ تزکیہ باطن فکر و عمل اور فلسفہ حیات کا نام ہے صوفیہ ایک اعتباری اور اصطلاحی لفظ ہے۔ ریاضت کے عادی تصفیہ باطن کو اختیار کرنے والوں کو صوفی کہتے ہیں۔

صوفیہ کی نسبت صوفی کی طرف کی گئی ہے۔ صوفی فوعلؔ کے وزن سے ماخوذ اضافات ہے یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو صاف کرلیا۔ اسی لئے وہ صوفی ہے۔ جو نفس کی آفتوں سے صاف اور اس کی نکوہیدہ صفتوں سے خالی خدا کی نیک راہوں پر چلنے والا

(نور المومنین)

یوں تو صوفی کے لفظ و اشتقاق پر مصنفین کے بہت زیادہ اختلافات پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے تو صرف نزاع کا سامان فراہم کیا ہے۔ بعض کے اقوال تحقیق و لطائف کے اعتبار سے دل کو لگتے بھی ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ صوفیہ کلمہ صوف سے مشتق ہے جس کا معنی پشم یعنی اون ہے۔ پشمینہ پوشی صوفیوں کی رسم ٹھہری تھی۔ اس لئے حضورؐ کے فرمان کے مطابق اس میں ایمان کی حلاوت رکھی گئی ہے۔ پشمینہ پوشی اختیار کرو تاکہ تم ایمان کی حلاوت بھی اس کو اپنے دل میں محسوس کرسکو۔

ع یک بوسہ بنذرِ حافظ پشمینہ پوش کن

پشمینہ پوشی سے چونکہ تواضع و انکساری اظہار ہوتا ہے۔ لہٰذا اسی بات کی تعلیم کے پیشِ نظر خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بھی صوف کا لباس زیب تن فرمایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم غلام کی دعوت قبول فرماتے تھے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سواری کے لئے گدھا استعمال کرتے تھے۔ اور صوف کا لباس زیب تن فرماتے تھے۔ اسی لئے بعض لوگوں نے اس لباس کی خاطر ظاہری نسبت سے

صوفیاً نام رکھ دیا۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے صوف کا لباس اس لئے اختیار کیا۔ کہ وہ ہلکا اور ملائم ہوتا ہے۔ اور انبیاءً علیہم السلام کا پہناوا رہا ہے۔

حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

اِنَّ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ کَانَ یَلْبَسُ الصُّوْفَ وَالشَّعْرَ (بخاری)	ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام صوف اور بالوں کا لباس پہنا کرتے تھے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے اصحاب بدر کو دیکھا ہے۔ جو صوف کا لباس پہنتے تھے۔

(عوارف المعارف)

صوفیوں میں اُون کا لباس اس لئے رواج ٹھہرا کہ چونکہ یہ کھردرا اور سخت ہوتا ہے۔ اس سے رات کو جلدی جاگنے میں مدد ملتی ہے۔ وہ اس مقصد کے لئے اُون پہنتے تھے۔

(رسالہ جواد نوربخش)

ابن خلدون وغیرہ لکھتے ہیں۔ کہ صوفی صوف سے مشتق ہے۔ غالباً اکثر صوفیاً سلف اونی لباس پہنتے تھے۔ اور اونی لباس زہد اور تواضع سے نزدیک تر ہے۔

(مقدمہ نفحات الانس)

مندرجہ بالا عبارات اور احادیث سے معلوم ہوگیا کہ صوفیائے کرام کا لباس اونی تھا۔ مگر اس کے استعمال کے چند وجوہات سامنے

آتے ہیں۔

۱۔ اونی لباس اس لئے پہنتے تھے۔ کہ اس میں تواضع اور خشوع کا زیادہ احتمال ہے۔

۲۔ کھردرا لباس رات کو نیند سے جاگتے میں مددگار ثابت ہوتا ہے چونکہ یہ کپاس اور ریشم وغیرہ سے بہت کم آرام دہ ہوتا ہے اِس لئے نیند کم آتی ہے۔

۳۔ اس سے عجز وانکساری مطلوب ہے۔ صوفیاً زرق برق لباس کے خواہاں نہیں ہوتے۔ ان کے ہاں نفس جس چیز کو چاہتا ہے۔ اس کی مخالفت کرنا شیوہ ہے۔ اونی لباس سے انا ختم ہونے کا امکان رہتا ہے۔ چنانچہ یہاں تذلیل نفس و ہوا مطلوب ہے۔

۴۔ یہ انبیاً کا لباس تھا اس لئے سنّت انبیاً سمجھ کر استعمال کرتے تھے۔ بہر حال اس بات کی وضاحت ہوگئی کہ صوف پہننے والوں کو اس کے ظاہری علاقے سے صوفی کہا گیا ہے۔ اور یہ صوفی کی طرف نسبت صوفیہ کہلاتے ہیں۔

وجہ تسمیہ

صوفیہ اس مذہب کا نام رکھنے کے بارے میں مختلف آراء پائے جاتے ہیں۔

۱۔ مشہور مورخ و ریاضی دان ابوریحان البیرونی اس بات کی طرف گیا ہے۔ کہ لفظ صوفی فیلا صوفیا سے لیا گیا ہے۔ کہ یہ لفظ یونانی ہے۔ جس کے معنی ہے علم دوست۔
سوف "سین" کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ لفظ عربی کا نہیں ہے۔

تو یونانی فلسفہ وتعلیم سے قریب مشابہت کی وجہ سے سوفیا کہا گیا ہے۔ جسے بعد میں "سین" کو "صاد" سے تبدیل کرکے پڑھا جانے لگا۔

کشف المحجوب میں ابوالحسن علی عثمان ہجویریؒ نے اس کی وجہ تسمیہ کے متعلق بہت سے گروہی خیالات کو جمع کیا ہے۔ لیکن جو بات مجھے مناسب حال معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ صوفی اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ یہ لوگ اہل صفّہ کے ساتھ ارادت رکھتے ہیں۔ یہ قول مؤرخ البیرونی کی توجیہہ سے قوی تر ہے۔ چونکہ اسلام اور تعلیمات اسلام خود عظیم شرعی، روحانی اور معنوی کمالات سے محیط ہے۔ اور تصوّف ان اسلامی، روحانی اور معنوی کمالات کو احسان اور اہتمام سے اپنا کر کمالات کے حصول کا نام ہے۔ اس کا یونانی فلسفہ وتعلیم سے کیا نسبت ہے۔ یونانی تعلیات کا بیشتر حصہ دوانت ورہبانیت سے تعبیر ہوتا ہے۔ یہ قرآنی نظر میں بدعت ہے۔

ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیریؒ کہتے ہیں۔

لَا قِیَاسَ وَالظَّاهِرُ اِنَّهٗ لَقَبٌ۔

ترجمہ:- اس میں قیاس آرائی کی بات نہیں ہے۔ یہ ایک لقب ہے۔

(رسالہ قشیری)

تصوّف کی بنیاد

اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں ہے کہ تصوّف دین اسلام کی روحانی اور معنوی کاز سے لیا گیا ہے۔ جس کی اصل بنیاد توحید وارادت

سے وابستہ ہے۔ اس نکتہ کی طرف کلام کیا جاتے۔ تو یہ تصوّف بنیانِ مرصوص سے معنون ہوتا ہے۔

ارشاد باری ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّہُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ط

ترجمہ:۔ بے شک اللہ اِن لوگوں کو چاہتا ہے۔ جو اس کی راہ میں صفیں باندھ کر مجاہدہ کرتے ہیں۔ گویا کہ اِن کی بنیادیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند ہیں۔

(سورۃ الصف۔ آیت ۴)

اور یہ بات ان صوفیائے کرام کے اوصاف سے کنایہ ہے۔ کہ یہ لوگ جہاد اکبر و اصغر دونوں کی خاطر ہر وقت ثابت قدم رہتے ہیں۔ اپنے رب کے لئے سیار اور جان کی بازی لگانے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

چہل اسرار میں شاہ ہمدانؒ نے فرمایا ہے۔ ؎

ترا تا جان بود جاناں نباشد
کہ با جاناں حدیث جان نباشد

مطلب:۔ جب تک تجھے جان عزیز ہے۔ تو تجھے کوئی محبوب نہیں۔ اس لئے کہ شاہدوں کے ساتھ ہوتے ہوئے اپنی جان کی باتیں بے معنی سی ہیں۔

شاہ ہمدانؒ فرماتے ہیں۔

"توحید آرام دل محبّان است
توحید مونس جاں مشتاقاں است
توحید مرہم ریش عاشقاں ست
توحید مہدی راہ سالکاں است
توحید نورِ جبین عارفاں است
توحید محک نورِ صادقاں است" (رسالہ ذکریہ)

—: مطلب :—

توحید محب لوگوں (دوستوں) کے دل کا آرام ہے۔
توحید مشتاقوں کی جانی ساتھی ہے۔
توحید عشق کے زخم کھانے والوں کی مرہم ہے۔
توحید سچ والوں کو پرکھنے کا آلہ ہے۔
توحید عارفوں کی پیشانی کا نور ہے۔
توحید راہِ سلوک کی ہدایت ہے۔

یہی وجہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تصوّف سراپا توحید ہے۔
ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں۔

"اہل تصوّف وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے خدائے بزرگ و برتر کو تمام چیزوں پر ترجیح دی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدائے بزرگ و برتر نے ان کو تمام چیزوں پر فوقیت بخشی۔"

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں۔

"تصوّف کے معنی یہ ہیں۔ کہ باری تعالیٰ تیری

نوری کو تجھ سے زائل کر کے تجھے فنا کر دے۔
اور اپنے میں ملا کر تجھے زندہ و باقی کر دے،،

حضرت احمد جعفر وریؒ فرماتے ہیں۔

"تصوف کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو دل سے دوست رکھے۔ اور زبان سے یاد رکھے اور ماسوائے اپنے خیالات ہٹالے اور حق تعالیٰ کے نزدیک تر وہ شخص ہے۔ جس کا خلق (اخلاق) زیادہ اچھا ہو۔،،

حضرت ابوالحسن نوریؒ فرماتے ہیں۔

"تصوف حق تعالیٰ کی دوستی اور دنیا کی دشمنی ہے۔،،

(فسرات الاخلاق)

میرا دعویٰ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بھی صوفی تھے۔ چونکہ تصوف میں دوسرا بنیادی پتھر توبہ ہے۔ حضرت آدمؑ کی توبہ مثالی اور حقیقی ہے۔ آپ نے توبہ فرمایا۔ جس پر قرآن کی یہ آیت دلالت کرتی ہے

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔
(سورۃ البقرہ آیت ۳۷)

ترجمہ:۔ آدمؑ کو اس کے رب نے چند کلمات کی تلقین کی اس پر اس نے توبہ کیا۔ اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان ہے

پہلے صوفی حضرت آدم علیہ السلام ہوئے آپؑ نے دل کی صفائی کی طرف رجحان کر ڈالی تو آپؑ کا لقب صفی اللہ ٹھہرا۔ تزکیہ باطن تصوّف کا مرکزی فلسفہ ہے۔ تو اس کی ابتدا حضرت آدم سے ہونا ثابت ہے۔

حضرت ابوالحسن علی بن عثمان لاہوریؒ نے لکھا ہے۔

اَلتَّصَوُّفُ مَبْنِیٌّ عَلٰی ثَمَانِیَۃِ خِصَالِ السَّخَا وَالرِّضَا وَالصَّبْرِ وَالْاِشَارَۃِ وَالْغُرْبَۃِ وَلُبْسِ الصُّوْفِ وَالسِّیَاحَۃِ وَالْفَقْرِ اَمَّا السَّخَاءُ لِاِبْرَاھِیْم وَاَمَّا الرِّضَاءُ فَلِاِسْمَاعِیْلِ وَاَمَّا الصَّبْرُ فَلِاَیُّوْبِ وَاَمَّا الْاِشَارَۃُ فَلِزَکَرِیَّا وَاَمَّا الْعُزْلَۃُ فَلِیَحْیٰی وَاَمَّا لُبْسُ الصُّوْفِ فَلِمُوْسٰی وَاَمَّا السِّیَاحَۃُ فَلِعِیْسٰی وَاَمَّا الْفَقْرُ فَلِمُحَمَّدٍ صلعم اَجْمَعِیْن۔

ترجمہ: تصوّف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے۔ نمبر ایک سخاوت، دوسری رضا، تیسری صبر چوتھی اشارہ، پانچویں غربت چھٹی لباس صوف، ساتویں سیاحت، اٹھویں فقر۔ لیکن۔

سخاوت حضرت ابراہیمؑ کی خصلت ہے۔

رضا حضرت اسماعیلؑ کی خصلت ہے۔

صبر حضرت ایوبؑ کی خصلت ہے۔

اشارہ (سکوت) حضرت ذکریاؑ کی خصلت ہے۔

عزلت (مجرد) حضرت یحییٰؑ کی خصلت ہے۔

لباس صوف (اون) حضرت
موسیٰؑ کی خصلت ہے۔
سیاحت حضرت عیسیٰؑ کی
خصلت ہے۔ اور
فقر حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کی
خصلت ہے۔

یہ قول حضرت سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کا ہے۔
اب معلوم ہوگیا کہ اکثر انبیاءؑ تصوف کے طریقے پر چلنے والے تھے۔
تصوف چونکہ عشق و فنا اور محو و سکر سے مربوط ہے۔ ان کے ہاں مالوفات نفس و ہوا کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

شاہِ ہمدانؒ فرماتے ہیں۔ ؎

اے گرفتارانِ عشقت فارغ از مال و منال
والہانِ حضرتت را از خور جنت ملال

عشق و فنا کے مطالب سے بھرپور مکمل نظم ہے۔ مگر خواہشمند کتاب چہل اسرار کا مطالعہ کیجیے۔

کہ اولین قیام حضرت آدم علیہ السلام کو ہے۔ اور آخرین مقام پر حضرت محمدؐ کو ہے۔

صوفیائے کرام نے خلوت نشی کو بھی اختیار کئے تھے۔ چونکہ خلوت نشینی اور عزلت گزینی سے دین اور نفس کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور اس سے صفائے باطن کو تقویت ملتی ہے۔ خلوت گزینی

اور زاویہ نشین ارباب صدق و صفا کا طریقہ ہے۔ وہ ہمیشہ اس پر عمل پیرا رہے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے حضور چالیس دن رات سجدہ ریز (گوشہ نشین) رہے ہیں۔

(عوارف المعارف)

حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود بھی غارِ حرا میں ریاضت فرماتے رہے ہیں تھے۔ یہاں سے وحی کی ابتدا ہوئی ہے۔

(بخاری شریف)

انسان عزلت اور گوشہ نشینی اختیار کرنے سے خیالات میں یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے باطن کی صفائی ہو جاتی ہے۔ اب لطف یہ ہے کہ اگر باطن کی یہ صفائی مذہب کی اتباع اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سچی پیروی کی باعث ہو جائے۔ تو اس صفا سے کئی قلبی روحانی فوائد سامنے آتے ہیں۔ اور ذکر و فکر کی حلاوت اور پر خلوص عبادت کا ظہور ہونے لگے گا۔ اس سے نہ صرف قلب کو جلا حاصل ہو گی۔ بلکہ اس کے اخلاق بھی نکھرنے لگے گا۔ اس دولت کو حاصل کرنے کی خاطر ہمیں اسلاف کے بتائے ہوئے اصولوں کو اپنانا ہو گا۔

اہلِ صفّہ کا طریقہ

تصوف اہل صفہ کا طریقہ ہے۔ بعض کہتے ہیں صوفیہ کا نام "صفّہ" سے ماخوذ ہے۔ چونکہ اہل صفّہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے

عہد مبارک میں غریب، نادار مہاجرین کے پڑھنے کے لئے (مسجد نبوی میں) ایک چبوترہ تھا۔ یہاں یہ لوگ ریاضت و مجاہدوں میں معروف رہتے تھے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ۔

ترجمہ :- یہ ان ناداروں کے لئے ہے۔ جو خدا کی راہ میں محصور ہوئے۔ اور وہ سفر کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔

صوفیہ اہل صفہ کے طریقے پر چلتے ہیں۔ اس لئے ان سے بڑی عقیدت ونسبت ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں۔کہ حضرت علی علیہ السلام ہمارے اُصول اور بلا کے متحمل اور امام ہیں چونکہ آپ تصوف و طریقت میں شان عظیم اور درجہ رفیع کا مالک تھے۔آپ امام الاولیاءؑ تھے۔ تمام سلسلہ تصوف آپ تک پہنچتاہے۔ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام تک جو سلسلہ فقر و تصوف نہیں پہنچتا وہ سلسلہ کم اہمیّت کا حامل ہوتا ہے۔ اس بات کو حضرت علاؤالدولہ سمنانی قدس سرہ العزیز نے بھی ذکر کیا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہی طریقت و تصوّف جاری و ساری تھا۔ اسی عہد میں بڑے بڑے کاملین اولیاءِ کرام موجود تھے۔ ان میں سے حضرت اویس قرنیؒ اور حضرت حذیفہ یمانیؒ کو خصوصی طور پر یاد کیا ہے۔ یمانیؓ اس عہد کے ابدال میں شامل تھے۔ حضور علیہ السلام نے تبلیغ کے غرض سے ایران روانہ کردیا تھا۔

اور وہیں انتقال ہوا۔ اور ایران ہی میں دامغان اور بسطام کے درمیان مدفون ہیں۔ (العروۃ)

تصوف علم باطن کے شہسواروں کا طریقہ عملی ہے۔ اور لفظِ صوفیہ پر لَا قِیَاسَ وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ لَقَبٌ کوئی قیاس آرائی نہیں یہ ایک لقب ہے۔ جن کا تعلق پاک شجرہ طیبہ سے ہوتا ہے۔ ان کی صفت قرآن میں اس طرح آتی ہیں۔

تُؤْتِیٓ أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا۔ ترجمہ: اپنے پروردگار کے حکم سے یہ شجرہ طیبہ ہر وقت میوے اور پھل سے لدا رہتا ہے۔ (سورہ ابراھیم آیت ۲۵)

یہ پہلا معاشرہ تصوف ہے۔ جس میں معرفت کے بیج بوئے گئے اصحاب صفّہ رضوان اللہ علیہم کا معاشرہ ہے۔ ان میں تقویٰ اخلاق، محبت اور عشق الٰہی کے وہ تمام عطرات موجود تھے۔ جنہیں آگے چل کر تصوف اور صوفیہ کے نام سے معروف ہے۔ اور اسی رنگ ڈھنگ پر قرآن کریم اِس طرح روشنی ڈالتا ہے۔

تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ۔ ترجمہ: ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں۔ (سورۃ السجدہ آیت ۱۶)

یعنی صوفی وہ ہوتے ہیں۔ جو شب زندہ دار کے زاہد ہوتے ہیں۔ ان میں ملوثاتِ دنیوی کے بہت کم اثرات رونما ہوتے ہیں۔ ان کی عادتیں بہت ہی اثرانگیز اخلاق ہر دلعزیز ہوتے ہیں

تاریخِ تصوّف

تصوّف چونکہ جہد و ریاضت، ذکر و فکر، کشف و شہود، عشق و جذب کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے روحانی تعلق جوڑنے کا نام ہے۔ تصوّف اختیار کرنے والے اولیائے کرام اور بزرگ ہستیاں اپنے کمال اور مرتبے کے لحاظ سے بھی مشہور و معروف ہیں۔

ہندوستان، پاکستان، کشمیر، ایران، مصر، شام، چین، یونان اور عراق وغیرہ جیسے ممالک انہی سپوتوں کے آثار و اثرات سے مملو ہیں۔ اور طریقت کو اختیار کرنے والوں کی بھی بڑی لمبی فہرست موجود ہے۔

تاریخِ اسلام ان بزرگوں کی احوال و آثار سے معمور ہے۔ حضرت امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخِ تصوّف کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔ مثلاً:

فَتَفَرَّدُوا خَوَاصُ أَهْلِ السُّنَّةِ الرَّاعُونَ أَنْفُسَهُمْ مَعَ اللّٰهِ الْحَافِظُونَ قُلُوبَهُمْ عَنْ طَوَارِقِ الْغَفْلَةِ بِاسْمِ التَّصَوُّفِ وَاشْتَهَرَ هٰذَا الْاِسْمُ لِهٰؤُلَاءِ الْاَكَابِرِ قَبْلَ الْمِائَتَيْنِ مِنَ الْهِجْرَةِ۔

(رسالہ قشیری)

ترجمہ: اس منفرد انداز میں متابعت سنّت کرنے والے خاص خاص لوگ اپنے نفس کو اللہ کے ساتھ اور اپنے دل کو غفلت شعاری سے تصوّف کے ذریعے حفاظت کرتے اور یہ نام (تصوّف یا صوفی) ان اکابرین کے لئے ہجرت سے دو سال پہلے مشہور ہوگیا۔

تاریخ شاہد ہے۔ جب عہد رسالت اور انقطاع وحی کو مدت مزید گزر گئی۔ اور نور مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روپوش ہو گئے ایک عرصہ گزر گیا۔ لوگ مختلف الاراً ہو گئے۔ اور لوگوں کے الگ الگ راستے ہو گئے۔ ہر صاحب الرائے اپنی رائے میں خود رائے ہو گیا۔ اور اس طرفہ خیالی اور آزادی کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ نفسانی خواہشات نے علمی فضا کو مکدر کر دیا۔ پرہیز گاروں کی بنیادیں ہل گئیں۔ اور زاہدوں کے ارادے متزلزل ہو گئے۔ جہالتوں نے غلبہ پالیا۔ اور اس کے کثیف پردے دلوں پر پڑ گئے۔ عادتیں بگڑ گئیں۔ ارباب دنیا مزخرفات میں گر گئے۔ اور خطا کاریوں میں مبتلا ہو گئے۔ لوگ اعمال صالحہ کو چھوڑ بیٹھے۔ بداعمالیوں میں گرفتار ہو گئے۔ نہ صدق عزیمت ان میں باقی رہی۔ نہ قوت دینی۔ اور سب دنیا اور دنیا کی محبت میں پھنس کر رہ گئے۔

(عہد بنو عباس اور بنو امیہ کی تاریخ ملاحظہ کیجیے)

حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کہتے ہیں۔ کہ ایسے ناشائستہ اور غیر صالح ماحول میں کچھ لوگ عزلت نشینی کو غنیمت سمجھا۔ ہمہ تن ذکر و فکر اور جہد و ریاضت میں مصروف رہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں اچھے نتائج برآمد ہوئے۔ اس ریاضت کے باعث ان میں صفائے فہم و باطن ہونے لگے۔ اس طرح عرفان و معارف کے مرجھائے پھول پھر تازہ ہونے لگے۔ یہ لوگ اہل صفّہ کا نمونہ بن گئے۔ اور مستقل طور پر تصوّف کے مقامات و اصطلاحات مرتب ہوتے گئے۔

(عوارف المعارف)

تعریفِ تصوّف

لفظ تصوّف خود کئی حقائق و معانی سے معمور ہے۔ اس کی تشریح و تعریف سے طوالت کے خوف سے احتراز کیا گیا ہے۔ لیکن تصوّف کے بارے میں مختلف صلحاً و زعماً کے چند اقوال پیش کر دیے جاتے ہیں۔

مرتعش کہتے ہیں:-

اَلتَّصَوُّفُ الْاَخْلَاقُ الرَّضِيَّةِ -

ترجمہ:۔ تصوف فاضل اخلاق ہے۔

ابو علی قزوینی فرماتے ہیں۔

اَلتَّصَوُّفُ حُسْنُ الْاَخْلَاقِ۔

ترجمہ:۔ تصوّف نیک خصلت کا نام ہے۔

بعض فرماتے ہیں۔

لَيْسَ التَّصَوُّفُ رُسُوْماً وَلٰكِنَّهُ اَخْلَاقٌ۔

ترجمہ:۔ تصوف نہ کوئی رسم ہے۔ نہ کوئی علوم۔ لیکن یہ نیک خصلتوں کا نام ہے۔

بعض فرماتے ہیں۔

اَلتَّصَوُّفُ صَفَا السِّرِّ مِنَ الْكُدُوْرَةِ الْمُخَالِفَةِ۔

ترجمہ:۔ تصوّف وہ ہے کہ جس کا دل کدورت اور مخالفت سے پاک ہو۔

اَلتَّصَوُّفُ تَرْكُ كُلِّ حَظٍّ لِلنَّفْسِ۔

ترجمہ:۔ یعنی صوفی وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو اپنے نفس کے واسطے خواہشات کو بلکل حصہ نہ بنادے۔

(کشف المحجوب)

حضرت ابو محمد جریری فرماتے ہیں۔

اعلیٰ درجے کے اخلاق کے حاصل کرنے اور ادنٰی درجے کے اخلاق سے گریز کرنے کا نام ہے۔ تصوف تمام تر ادب ہے۔

حضرت ابوبکر کتانی فرماتے ہیں۔

تصوف اخلاق حسنہ کا نام ہے پس جو شخص تم پر اخلاق حسنہ میں فوقیت لے جائے۔ سمجھ لو وہ صفائی قلب میں بھی تم سے بڑھ گیا۔

(مخزن الاخلاق)

حضرت ابو نجیب سہروردی تحریر فرماتے ہیں۔

صوفیوں کے اخلاق میں علم، تواضع، نصیحت، شفقت، برداشت، موافقت، احسان، مدارات، ایثار، خدمت، اُلفت، بشاشت، فتوت (مردانگی) کرم، مروّت، تلطف طلاقت وجہہ، سکون وقار مسلمانوں کے لئے جو اس پر زیادتی کرے۔ ان کی حق میں دعا کرنا ہے۔ ان کی تعریف کرنا۔ اور ان کے ساتھ حسن خلق رکھنا۔ اور اپنے نفس کو چھوٹا سمجھنا بھائیوں کو توقیر کرنا۔ اور مشائخ کی تعظیم کرنا۔ چھوٹوں پر رحم اور جو کچھ کسی کو دے۔ اگرچہ بہت ہو۔ کم سمجھنا۔ اور جو

کچھ کسی سے لے اگرچہ بہت کم ہو۔ اس کو زیادہ جانتا۔ یہ سب باتیں داخل ہیں۔ (آداب المریدین)

صوفی کون؟

حضرت امیر کبیر سیّد علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صوفی وہ ہے کہ تمام (نفسانی) مرادوں سے دل صاف ہو۔ اس کی زبان عیب اور فضول گوئی سے پاک ہو۔ دل ہر علت سے صاف ہو۔ اس کی آنکھیں خیانت سے پاک ہو۔ ساری دنیا سے کٹا ہو۔ اور حق تعالیٰ سے جڑا ہوا ہو۔ اس کا باطن آفات سے صاف ہو۔ اس کا نفس شہوات سے صاف ہو۔ اس کا ظاہر ظاہری آرائش سے صاف ہو۔ اس کا قول صاف (سچا) ہو۔

فرماتے ہیں۔ کتاب چہل مقام میں مندرج یہ چالیس مقام پیغمبروں کو بھی حاصل ہیں۔ حضرت آدم علیہ السّلام کو اولین مقام اور حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو آخرین مقام حاصل ہے۔

(رسالہ چہل مقام صوفیہ)

شیخ محی الدین ابن عربیؒ کے استاد ابو مدینؒ فرماتے ہیں۔

"صوفیہ در زمین مہمانانِ الٰہی ہستند"

(کتاب احوال و آثار محی الدین ابن عربی)

مکارم الاخلاق

حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم عالم انسانیت کے لئے معلّم اخلاق

تھے۔ آپؐ کو نبوّت و رسالت سے آراستہ کرنے کا اصل مقصد یہ تھا۔ کہ انسانیت کو اخلاق کی تعلیم فراہم کرے۔

چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔
(بخاری مسلم)

ترجمہ:۔ میں حسن خلق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خلق عظیم ہونے کا شرف عطا کیا۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔
(سورۃ ن والقلم۔ آیت ۔)

ترجمہ:۔ بیشک تو خلق عظیم کا حامل ہے۔

محاسن الاخلاق

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ایک وصیّت فرمائی۔ (جو محاسن اخلاق کی جامع ہے)

حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے معاذؓ تم کو ہدایت کرتا ہوں۔

۱:۔ خوفِ خدا کرو۔
۲:۔ امانت ادا کرو۔
۳:۔ یتیموں پر رحم کھاؤ۔
۴:۔ حسنِ عمل پیدا کرو۔

۵:۔ قرآن میں غور کرو۔
۶:۔ سچ بولو۔
۷:۔ خیانت کو ترک کرو۔
۸:۔ گفتگو میں نرمی اختیار کرو۔
۹:۔ اُمیدوں کو تازہ کرو۔
۱۰:۔ آخرت سے محبت رکھو۔
۱۱:۔ ایفائے عہد کرو۔
۱۲:۔ ہمسایوں کی خبرگیری کرو۔
۱۳:۔ سلام میں پہل کرو۔
۱۴:۔ ایمان کو لازم پکڑو۔
۱۵:۔ آخرت کے غم میں گریہ و زاری کرو۔
۱۶:۔ تواضع اختیار کرو۔
۱۷:۔ بردبار شخص کو گالی مت دو۔ اور سچ بولنے والے کو نہ جھٹلاؤ۔
۱۸:۔ گناہ گار کی اطاعت اور امامِ عادل کی نافرمانی نہ کرو۔
۱۹:۔ نیز میں تمہیں اور نصیحت کرتا ہوں۔ کہ شجر و حجر یا مٹی (زمین) سے گزرتے ہوئے اللہ سے ڈرو۔
۲۰:۔ ہر گناہ پر توبہ کرو۔ اگر وہ پوشیدہ کیا ہے۔ تو پوشیدہ طور پر توبہ کرو اور اگر اعلانیہ کیا ہے تو اعلانیہ طور پر توبہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعے اپنے بندوں کو اس طرح آداب سیکھایا ہے۔ اور ان کو مکارم اخلاق اور محاسن آداب کی تعلیم دی ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔

"اسلام مکارم اخلاق اور محاسن آداب سے گھیرا ہوا ہے"۔

(عوارف المعارف)

حضرت شاہ سید محمد نور بخش قدس سرہ العزیز ہمیں یہ نصیحت کرتے ہیں۔ کتاب مکارم الاخلاق جس کا موضوع اخلاق سالکاں ہے۔ مرقوم ہے۔ سالکان راہ خدا کو یہ نصیحت ہے کہ ہفت گانہ امراض روحانی بخل، خشم، (عداوت) آز وحق (حرص ولالچ) شہوت، ناز، کبر، اور حسد سے احتراز کرے

(کتاب آثار میر سید علی ہمدانیؒ)

صوفیہ کا مذہب

صوفیائے کرام کا مذہب ہمیشہ سے راہ اعتدال رہا ہے۔ وہ ہر معاملے میں متوسط طریقے کو اپناتے رہے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

امر بین الامرین خیر الامور اوسطھا۔

ترجمہ:۔ دین کاموں میں سے بہترین کام متوسط طریقے کو اپنانا ہے۔

(بخاری مسلم)

عدل واحسان کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے کہ ہم ہر دینی معاملے میں راہ اعتدال کو نہ چھوڑے۔ ہر چیز میں اعتدال

ہوتا ہے۔ اعتقادِ توحید، جبر و قدر، عمل، اخلاق، بخل، سخا، شجاعت و بزدلی، نیکی، نماز صدقات، مقادیر زکوٰۃ و فطرہ، وضو غسل، تعداد آب کثیر یا قلیل نماز میں ہاتھ باندھنا یا چھوڑنا، پاؤں کا دھونا یا مسح کرنا۔ قرأت اونچی پڑھنا۔ محبت و عداوت۔ تواضع و تکبر۔ تولا و تبرا، خلافت و امامت گویا اصول و فروع کے تمام مسائل میں حد اعتدال کو اختیار کرنا صوفیہ کا مذہب ہے۔

اصول

شاہ سید محمد نوربخشؒ فرماتے ہیں۔ ؎

بلکہ در ہر باب حد اعتدال

در نظر مے دارا اے صاحب کمال

آپؒ فرماتے ہیں خدا کے نیک بندے اصول و فروع کے ہر حکم میں اوسط درجے میں قائم رہیں گے۔ ؎

قائم از نیک مردانِ خدا

در وسط ایں ہیں بیں روزِ

(انجم الہدیٰ)

حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔

یستھلك فی صنفین محب مفرط بذھب به الحب الی غیر الحق و خیر الناس فی حال النمط الاوسط۔ (نہج البلاغہ)	ترجمہ:۔ (امیر متعلق) دو گروہ ضرور ہلاک ہونگے ایک وہ کہ افراط کرے میری محبت کے بارے میں اسے ناحق کی طرف لے جائے۔ دوسرا یہ کہ افراط کرے

میرے ساتھ بغض کے متعلق کہ وہ
اسے ناحق کی طرف لے جائے
بلکہ بہترین لوگ وہ ہیں۔ جو اوسط پر قائم رہے۔

بہرحال صوفی کا مذہب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ متابعت سنت کو مضبوطی سے پکڑتا ہے۔ اور ہر کام اس کے مقادیر و مرتبہ اور مناسب حال کے مطابق فطرتی تقاضوں کو پورا پورا ملحوظ نظر رکھ کر سرانجام دیتا ہے اور نفسانی اور شیطانی عوامل کو سفلی اور کمزوری سمجھ کر ترک کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتا رہتا ہے اسی کا نام مجاہدۂ تصوف بھی ہے۔

کتاب تنوریہ میں شاہ سید محمد نوربخشؒ فرماتے ہیں۔

به زیر پردهٔ هر ذره پنهان
جمال جاں فزای روی جاناں
چو برخیزد ترا دین پرده از پیش
نماند هیچ حکم و مذهب کیش
من و تو چوں نماند در میانه
چه مسجد چه کنشت چه دیر خانه

حرفِ آخر

ہم اپنے دوستوں اور جملہ مومنین سے کہوں گا۔ کہ آپ صوفی ہونے کا بلند بانگ دعوے کر رہے ہیں۔ ہم صوفی ہیں۔ مذہب "صوفیہ" ہے۔

تم کس منہ سے اِس دعوے کے ثبوت پیش کر سکو گے؟
ہم کیسی پستی اور رزالت میں گر چکے ہیں۔ ہمارے قول، فعل اور عمل کا اِس مذہبی حاسہ سے دور کا بھی تعلق نہیں رہا۔ ہمیں تو اپنی بداعمالیوں کا احساس ہونا چاہیئے۔ ہمیں حق اور حق والوں کی روش پر پھر سے چلنا سیکھنا چاہیئے۔ نماز روزوں کی پابندی اور عبادات میں ایسی ہی کوتاہیوں کو دور کرنا چاہیئے۔ نہیں تو ہم کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا مذہب **صوفیہ** ہے۔
ہم خوابِ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہماری ہر ہر بات قرآن و سُنت سے ہٹی ہوئی ہے۔ ہماری **توجہات** کا **مرکز قرآن** و حدیث کے بجاتے اخبارات بنے ہوتے ہیں۔ ؎

ساری دنیا کی کتابیں تو پڑھتے ہیں مگر!
ہیں پڑے تخت پہ قرآن رسولِ ہاشمیؐ

ایمانی اور روحانی شیرازے بکھیر چکے ہیں۔ ہمیں نفسانی اور شیطانی عوائق سے معلق رہنے کے بجائے رحمانی اخلاق و عادات اور اسوۂ کاملین پر جمعیت خاطر مرکوز کرنا چاہئے۔ اپنے اصفیاؔ کی عبادات و ریاضت اور دینی اندازِ طور طریقے کو بخلوصِ دل سرانجام دینا چاہیئے۔ ورنہ ہم کسی طرح سے بھی صوفی کہلانے کے لائق نہیں ہونگے۔
ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ ہم اپنی تمام تر عمل اور عبادات کو قرآن و سُنّت اور اسوۂ آلِ اطہار رسولؐ کے عین مطابق گزار دیتے ہیں۔
تو ہم عمل و عبادات اور باطنی پاکیزگی روحانی بالیدگی کی طرف کیوں توجہ نہیں دیتے؟ یہ ہماری کمزوری اور دین سے پہلو تہی کی علامت ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اسلاف کے ہر ہر قول و عمل کے حامی ہو۔ اور ان کے ہر ہر طریقہ کو بخلوصِ دل اپنائے تاکہ ہم دارین میں کامیاب ثابت ہوں۔ دین کی خاطر کسی رشتے، ناطے اور دوستداری کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے۔ اگر ہم دین کے نقصانات کو اپنے رشتوں ناطوں اور تعلق کے لحاظ میں برداشت کیا تو یہ عین منافقت تحفظ دین اور عمل اسلاف سے اعراض کرنا ہے۔

حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب نے ارشاد کرتے ہوئے اپنے ایک خطبہ میں اِس حقیقت کو اِس طرح واضح کردیتے ہیں۔ کہ طلبِ حق میں ہم نے رشتوں اعزا قربت داروں کا بھی لحاظ نہیں کیا۔ اگر ہم ایسا کرتے تو دین کی بنیاد کبھی قائم نہ ہو سکتی۔

(نہج البلاغہ)

تشابہ کا فائدہ

دراصل مسلمانوں میں وہ مسلمانی نہیں رہی۔ جس سے انسان روحانی عرفان و معرفت۔ ریاضت و مجاہدہ، زہد و یقین اور اوصاف حمیدہ، اخلاق حسنہ جیسے سیرت و کردار کا اظہار ہو جائے۔ انسان میں انسانیت اور مسلمانوں میں اسلامیت خال خال رہ گئی ہے۔ جلتے دیپ کے ذریعے دنیا کا کونہ کونہ چھانٹ مارے تو بھی انسانیت کی دریافت نہ ہوگی۔ ہر طرف خواہشات کی بھرمار ہے۔ انسان درپئے انسان ہے مسلمان مسلمان کا خون چوس رہے ہیں۔ نفسا نفسی کا عالم ہے۔ غیض و غضب کا طوفان ہے۔ شہوات رانیاں عام ہیں۔ دین کی طرف کم دنیا کے مالوفات کی طرف رغبتیں زیادہ ہیں۔ رفتہ رفتہ خواہشات نفس ہر شخص کی ضروریات کا درجہ اختیار کر رکھی ہے۔ اور موت کو سبھی نے بھلا دیا ہے۔

عرش والے ہماری حالت پر نوحہ کناں ہیں۔ زمین والے ہماری بداعمالیوں پر افسوس کر رہے ہیں۔ ہم بدعت و ضلالت سے گمراہ ہونے والوں کو خوش کرنے میں معروف ہیں۔ تمام اہل اللہ اور ارباب قلوب کو بھول چکے ہیں۔ خدا و رسول کی دشمنی مول لے رکھی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ دن بدن نعمت و رحمت کو وسعت دے رہا ہے اور ہم پر اس کو فراوانی سے کیا جا رہا ہے۔ اور ہم خود کفرانِ نعمت کے نگین گڑھے میں گر رہے ہیں۔ اور عذاب شدید کے مستحق ٹھہرے جا رہے ہیں۔

توجہ جائے ہم نہ وہ تصوف اور صوفیہ کے اعمال نہ رہے۔ ہم برائے نام دعویٰ تو کر رہے ہیں۔ ہم صوفی ہیں یا صوفیہ سے

ناز اس ظاہر طہارت پر نہ اے مغرور کر
حرص دنیا خود نجس ہے۔ یہ نجاست دور کر

جن کے بارے میں کشف المحجوب میں لکھا ہوا ہے۔ درحقیقت صوفی یا صوفیہ وہ لوگ ہوتے ہیں۔

وَهُمْ بِالْاَبْدَانِ فَرْشِيُّوْنَ
وَبِالْاَرْوَاحِ عَرْشِيُّوْنَ۔

ترجمہ:۔ وہ لوگ جسمانی طور پر خاک نشین معلوم ہوتے ہیں۔ اور روحانی اعتبار سے عرش سے جلوہ افروز ہوتے ہیں۔

اور اس عبارت کو حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہ العزیز کے ملفوظات سیر الطالبین (قلمی) میں بھی درج کیا گیا ہے۔

اَبْدَانُهُمْ فِى الدُّنْيَا
وَقُلُوْبُهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ۔

(عوارف)

ترجمہ:۔ ان ہستیوں کا جسم تو دنیا میں جلوہ افروز ہے۔ اور دل آخرت کی طرف جلوہ سامانیاں کر رہا ہوتا ہے۔

لیکن میں کہتا ہوں۔ ان ہستیوں کی عظمت و احسان سے مالا مال زندگی سے ہمارے دور کا بھی تعلق نہیں رہا۔ اب ہم تو صرف دامن حیات کو جرم و تعدی کے خاروں سے تار تار کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

گر رہے۔ ہم میں نہ وہ سیرت و کردار رہے نہ وہ اخلاق۔ نہ وہ نماز رہی، نہ وہ شب خیزیاں، نہ وہ خلوص ہے۔ نہ وہ محبت اور شوق ہے۔

حضرت ابو نجیب سہروردیؒ فرماتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مذہب صوفیہ یعنی تصوف کے احوال و مقامات ہیں۔ آداب و اخلاق ہیں۔ اور رخصتیں ہیں۔ اور رخصتیں ادنیٰ درجہ ہیں۔ جس شخص نے ان تمام پر عمل کیا وہ محقق (حقیقی طور پر صوفیہ) ہے۔ اور جس نے صرف ظواہر پر عمل کیا۔ وہ پابند رسوم (رسمی صوفیہ) ہوا۔

اور جس نے رخصتوں کو اختیار کیا۔ وہ (ظاہراً) صوفیہ کے مشابہ ہوا۔ جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی قوم کے ساتھ تشبیہ اختیار کیا۔ تو وہ ان میں سے ہے۔ اور جس نے کسی قوم کی تعداد بڑھائی وہ ان میں سے ہے۔ اور یہ اسی وقت کہ ان تین اُصول پر کاربند ہو۔ جس کے متعلق مشائخ کرام نے اجتماع (اتفاق) کیا ہے۔ جس شخص نے ان میں سے کسی میں خلل پیدا کیا۔ ان میں سے کسی کے ساتھ چھوڑ دیا۔ تو اس نے احکام مذہب سے خروج کیا۔ اور ان سے عاری ہو گیا۔

۱:۔ اور وہ فرائض کا ادا کرنا ہے۔ چاہے وہ دشوار ہو یا آسان۔

۲:۔ اور حرام چیزوں سے اجتناب کرنا ہے۔ خواہ بڑے

ہوں یا چھوٹے۔

۳:۔ اور دنیا کو دنیاداروں کے لئے چھوڑ دینا۔ خواہ کم ہو یا زیادہ۔

(آداب المریدین)

لہٰذا انسان کو سب سے پہلے تمام فرائض کی پابندی اختیار کرنے کے بعد سنن و نوافل کی طرف راغب ہونے کی کوشش بھی جاری رکھنی چاہئے۔ حرام چیزوں سے مکمل اجتناب کرنے کے علاوہ مشتبہات و مکروہات سے بھی احتراز کرنے کی عادت اپنانی چاہئے۔ اور دنیا کی طول امل اور لمبی آرزوؤں اور تمناؤں کی بے لگام گھوڑیوں کو توکل و قناعت شعاری کے مضبوط رسیوں سے باندھ لینا چاہئے۔ تاکہ جملہ آفات جسمانی اور روحانی سے امان میں رہے۔

اصفیائے کرام فرماتے ہیں۔

"یہی اُصول اپنائے جائیں تو
وہ شخص "مذہب صوفیہ" کے
مبتدیوں میں ہوگا"

(آداب المریدین)

خدا کی رحمت سے ناامیدی گناہ ہے۔ ہمیں اپنے آپ کو ہر حالت میں اسی گروہ کے نیک خصلتوں کو اپنانے اور ان کے تشبیہ میں رہنے کی ضرورت ہے۔ اور ہمیشہ مردان راہِ حق کے طریقوں کو زینت جان بنانے کی کوشش اور

جہد مسلسل سے عمل پیہم ہونی چاہئے ۔ تاکہ صحیح معنوں میں "تصوف" یا "صوفیہ" کہلا سکے۔
اللہ ہم سب کو سچا بنائے ۔ اور نیک لوگوں سے بھی جا ملائے ۔ اور تمام خواہشات سے بچائے ۔ اور رضائے الہی کی توفیق دے۔

—: آمین ثم آمین :—

۱۲

مشربِ ہمدانیہ

مشربِ ہمدانیہ یہ ہمارا بارہواں ایمانی، روحانی اور اعتقادی نعرہ ہے۔ مشربِ ہمدانیہ سے مراد یہ ہے کہ ہم حضرت امیرِ کبیر سیّد علی ہمدانی علی ثانی قدس سرّہ العزیز کے معنوی اور روحانی فیوض و برکات سے کاسہ لیس بننے والے ہیں۔ آپؒ کا طریق درویشانہ مزاج عارفانہ اور جہد و عمل نہایت انقلاب انگیز ہیں۔ جو ہر موڑ پر علم و عرفان، صدق و ایمان اور حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے متلاشیوں کے لئے رہبر و رہنما ثابت ہوئے ہیں۔ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ۔ (القرآن)
فکر و عمل کی کوئی حقیقت ہے تو وہ آپؒ کی ذات سے در گ ہو

سکتی ہے۔ علم و عرفان اسلامی کے چہرے پر حسن و رونق کی ایک تلک لگی ہے۔ تو بھی آپ ہی کی عظیم انقلابی جہدِ مسلسل سے متحقق ہو جاتی ہے۔ تاریخ بخوبی ہے کہ آپ کی اصل حقیقت کیا تھی۔ آپ کا مسلک اور عرفان و تصوف میں کوئی مقام ہے تو بھی زندگی کی پوری تاریخ اِس لائق ہے۔ کہ اِس کو حال کے آئینے میں دیکھا جا سکے۔

چنانچہ آپ کی تعلیمات میں جو اشارات، عبارات اور اسباق ملتے ہیں۔ وہ روح اور معنویت سے کارفرما ہے۔ ہماری اسے اپنانے میں تھوڑی کوشش ہے۔ جسے دین کا حاصل اور مطلوب اعتبار کرتے ہیں ان کی تعلیمات اگرچہ قرآن و سنّت کے گرد گھوم رہی ہوتی ہیں۔ مگر قرآن و سنّت کے نام پر بڑی بڑی بدعات، اختلافات جو دامن اسلام پر لگنے والے داغ ہیں سے یوں تصفیہِ قلوب فرمایا۔ گویا ربع مسکون میں اسے پھیلانے کی کوشش بھی جاری رکھی گئی۔ ملت کو اختلافات کے کھلیڑ سے نکال کر ملت ابراہیمؑ پر گامزن کرنے کی سعی پیہم کرتے رہے۔ جو آپ نے پیش کیا۔ ہوبہو قرآن ہی کی تعلیمات تھیں۔ وہ کسی مسلکی اختلاف کو ہوا دینے کے قائل نہیں تھے۔ اِن کی جامعیت اِسلام کے رسوم و شعائر کے روح پرور انداز تشریح سے پھوٹ پھوٹ کر نکلتی ہے۔ جس سے یہ مردہ تصورات محض بے جان اور بے مقصد تقلید و اتباع نہیں رہتیں بلکہ ایک طرح کی خوشگوار زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان سے علم و عمل ریاضت و مجاہدت کے داعیے ابھرتے ہیں۔ اور اتباع و وابستگی کے حسین تقاضے بھی استوار ہوتے ہیں۔

آپ کے روحانی اور انقلابی روشن پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھتے

سے ایسے عملی دوائیے اُبھرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپؒ کے تالیفات و تصنیفات کے عبارات و بیانات سے بھی مسائل کے پہلو بہ پہلو روشن قابلِ عمل عرفانی نکتے حاصل ہو جاتے ہیں۔ علمی تبحر و تعمق، عالمِ عرفانی پر نہایت گہرے چھاپ نمایاں کرتے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپؒ علم نبوت و ولایت کے خزانے سے وافر حصہ لوٹ لائے تھے۔ ہر ہر اختلافی مسئلوں میں آپؒ کے اشارات اور عبارات معنی خیز ہیں۔ آپؒ اسلامی شعائر و معاملات کی تشریح میں ایک متفکر ترجمان معلوم ہوتے ہیں۔ فقہی و تمدنی علوم میں وسعت نظری اور مؤثر معلومات فراہم کرتے ہیں۔ جس سے ایمان کے دوامی تازہ ہو جاتے ہیں۔ تاثر و جاذبیت کو تقویت ملتی ہے۔ ذوق و شوق، عشق و محبت، تابعداری و انکساری کے قافلے سرگرم نظر آتے ہیں۔ تجسس و تحقیق کے دھاسے ہر حالت میں بالا ہونے کا امکان ہو جاتا ہے۔ بایں طور آپؒ کے علمی و عرفانی تعلیمات سے ہم کاسہ لیسی کر رہے ہیں۔ اِس فریفتگی کا اصل سبب آپؒ کی کمالیت اور جامعیت ہے۔

چنانچہ آپؒ نے ایک ہی مجلس میں چار سو کامل اولیائے کرام کی زیارت کی زندگی میں کئی بار خواجہ خضر علیہ السلام سے بھی ملاقات کی۔ ان سب سے آپؒ نے کسبِ فیض کر کے اعلیٰ منازل تک رسائی کا ساماں مرتب کیا۔ ان اوصاف کے حامل ہونے کے لحاظ سے ہمارا مسلکی مشرب بننے کے لئے اور کیا کلام ہو سکتا ہے۔

لغت میں مشرب کے معنی مذہب بھی ہے۔ اس سے یہ اظہار ہوگا کہ ہم حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کے طریقے پر ہیں۔

تذکیرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت امیر کبیر سید علی معروف شاہِ ہمدانؒ آٹھویں صدی، ہجری کے عظیم اولیاءُ اللہ اور مصلحین و مبلّغین میں سے تھے۔ انہوں نے پوری زندگی سیر و سیاحت درس و تدریس، وعظ و نصیحت، تبلیغ و اصلاح اور ادنی و اعلیٰ کی رہنمائی میں گزاری۔ مؤرخین اور مبصّرین نے آپؒ کے زہد و تقویٰ، سخت مجاہدات اور کرامات کو تفصیل سے پیش کیا ہے۔

محترم ڈاکٹر محمد ریاض صاحب نے اپنی کتاب حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی میں خلاصۃ المناقب کے حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"اگر دنیا میں چالیس نعمت اللہ (شاہِ نعمت اللہ) ہوں تو علی ہمدانیؒ کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے"

رسالہ مستورات کا مؤلف لکھتا ہے: "میں نے عالم مراقبہ میں دیکھا کہ علی ہمدانیؒ روحانی اعتبار سے حضرت امام غزالیؒ سے بلند تر مقام پر فائز ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں: شاہِ ہمدانؒ نے اکل حلال، محنت، تن دہی اور عمل کے لئے راہ ہموار کی۔ فقہی مسلک میں وہ بے تعصّب تھے۔

آپؒ اپنی کتابوں میں حنفیوں اور شافعیوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ خواہ مخواہ کی اختلافات ترک کر دیں اور پورے اسلام پر نظر

رکھیں۔ اِس امر سے شاہ ہمدانؒ کی وسیع مشربی واضح ہے۔ کہ فقہی (فروعی) اختلافات کے عہد میں بھی آپؒ نے ان باتوں کی طرف توجہ نہیں دی۔

اور یہ حقیقت ہے کہ آج تک میر سیّد علی ہمدانیؒ کو کسی خاص گروہ سے منسوب نہیں کیا جا سکا۔ آپؒ کو حنبلی، شافعی، حنفی اور شیعی مذہب سے منسوب کیا جاتا رہا۔ بایں طور اصل اسلام کی جتنی شاخیں ہیں۔ وہ اِس مسلکِ حقّہ سے مربوط ہیں۔ جس پر میر سیّد علی ہمدانیؒ تھے۔ جس کے عرفانی علوم کا ارث سینہ بسینہ میر محمّد نور بخشؒ تک پہنچا۔ انہوں نے علمِ کلام اور علم فقہ میں اُصولی و فروعی اختلافات کو رفع کرنے کی سعی جمیل فرما دی ہے۔

مشرب

حضرت میر محمّد نور بخش قدس سرّہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام سلسلہ ذھب کی دوسری کڑی ہیں۔ ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

كَانَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خليفتان الاول اِبْنُهُ عَلِيُّ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالثَّانِيْ خَادِمُهُ الشَّيْخُ اَبُوْ مُحَمَّدٍ جَابِرٌ قُدِّسَ سِرُّهُ فَاِنَّ الْاَوَّلَ

ترجمہ: حضرت امام حسین علیہ السّلام کے دو خلیفے تھے پہلا آپؑ کا فرزند علی زین العابدینؑ علیہ السّلام ہیں۔ دوسرا آپؑ کا خادم شیخ ابو محمّد جابر قدس سرہ ہیں۔ پس پہلا وہ، جن تک

تَتَّصِلُ اِلَيْهِ سِلْسِلَةُ الذَّهَبِ الْمَعْرُوْفُ. مَشْرَبُ الْهَمْدَانِيَّةِ۔

سلسلہ ذہب پہنچتا ہے۔ جو مشرب ہمدانیہ سے معروف ہے۔

(کتاب مشجر الاولیاؒ)

معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلے کا مشرب ہونے میں آپؒ کی حیثیت کو شاہ سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لازماً قبول فرمایا تھا۔ پس ان ہی سے روحانی نسبت ہے۔

ہمدانیہ

ہمدان ایران کا ایک مشہور شہر ہے۔ جس کی طرف منسوب ہے۔ یہ نسبت ملتی ہے۔ اصل نسبت حضرت میرامیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہ العزیز کی طرف ہے آپؒ ہمدان شہر سے تعلق رکھتے تھے۔

(مشجر الاولیاؒ)

الحاج زین العابدین شیروانیؒ بستان السیاحہ میں لکھتے ہیں۔

از ولایت ہمدان اولیاؒ و مشائخ معرفت دین بسیار ظہور نمودہ اند منجملہ شیخ ابو البرکہ و سید علی و خواجہ یعقوب از اکابر صوفیہ بودہ اند۔ صاحبان تصانیف کثیر بودہ اند۔

ترجمہ: شہر ہمداں سے بہت سے اولیاؒ دین و مشائخ معرفت ہوگزرے ہیں۔ اُن تمام میں سے حضرت شیخ ابو البرکہؒ، سید علیؒ (شاہِ ہمداں) اور خواجہ ابو یعقوبؒ اکابر صوفیہ

ی سے تھے۔ جو صاحبان تصانیف
کثیرہ گزرے ہیں۔

آپؒ ہر حالت میں عالمِ اسلام کے ایک گرانمایہ مصلح، محسن، محدّث، مبلغ اور رہنما کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ وہ حکیم الامت، بے مثال محسن، شیخ الکل فی الکل کا مصداق ہیں۔ آپؒ کی تعلیمات کے سرچشمے سے آپؒ خود کتنی خوبیوں کے حامل ہوں گے۔ تاریخ اسلام گواہ ہے۔ اسلام میں ایک ایسا زمانہ آیا۔ عالمِ اسلام میں آپؒ کا طوطی بولتا تھا۔

ڈاکٹر سیّدہ اشرف ظفر لکھتی ہیں۔ شاہِ ہمدانؒ ایک باصفا صوفی اور پاکباز عارف اور صاحبِ نظر ولی تھے۔ اور ان کا طریق تصوّف مسلک درویشی اور مشرب عرفانی تھا۔ شاہِ ہمدانؒ کو اس سلسلے کا مشرب قرار دینا کمال حقیقت پسندی اور صداقت پر مبنی ہے۔

(امیر کبیر)

مرشد معنی نگاہاں بودہ
محرمِ اسرار شاہاں بودہ

(جاوید نامہ اقبالؒ)

پھر آپؒ کی جامعیت دو طرح سے ظاہر ہوتی ہے۔

۱ جامعیت صوری۔

۲ جامعیت معنوی۔

جامعیّت صوری حضرت میر محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب انسان نامے میں آپؒ کی

جامعیت صوری پر اس طرح روشنی ڈالی ہے۔

باری تعالیٰ کا حکم ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا۔

ترجمہ: اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔

حبل اللہ سے مراد کلام اللہ ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ حبل اللہ سے مراد علماء شریعت ہے۔ چونکہ یہ لوگ قرآن شریف کے معانی بیان فرماتے ہیں۔ اور قرآن کے ذریعے دنیا والوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں حبل اللہ کا مصداق مشائخ طریقت ہے۔ چنانچہ حقیقت میں علماء ربانی علم کے ساتھ ساتھ عامل بھی ہیں اَلشَّيْخُ فِيْ قَوْمِهٖ كَالنَّبِيِّ فِيْ اُمَّتِهٖ۔ یوں نبیؐ کی حدیث وارد ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ حبل اللہ عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے۔

اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ اَلَا فَتَمَسَّكُوْا بِهِمَا فَاِنَّهُمَا حَبْلَانِ لَا يَنْقَطِعَانِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

(مودت القربیٰ)

ترجمہ: میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے ایک تو کتاب اللہ ہے۔ اور دوسری میری اہلبیت ہے خبردار ان دونوں چیزوں کو تھامے رکھو۔ سچ پوچھو تو یہ دو رسیاں ہیں۔ جو قیامت تک نہ ٹوٹنے والی ہیں۔

اہلِ تفسیر و تاویل کے اصح اقوال کے مطابق حبل اللہ کی چار باتیں ہیں۔ اور یہ چاروں باتیں حضرت علی ثانیؒ کی شریف ذات میں موجود ہیں۔ بلاشک و شبہ آپؒ کی ذات گرامی حبل اللہ ہے۔ اور آپؒ کا سلسلہ تمام سلاسل اولیاؔ سے قوی ہے۔

جامعیّت معنوی

آپؒ کی کمالاتِ معنوی سے خال خال ذکر کر چکے ہیں۔ مگر معنوی جامعیت کے بارے میں مزید وضاحت کے لئے کتاب انسان نامہ سے پھر اقتباس کرتے ہیں۔

آپؒ علوم و فنون سے فارغ البال ہونے کے بعد حضرت مرشدِ حقانی شیخ محمود مزدقانیؒ سے شرف التزام اختیار کیا۔ اِس طرح وہ ولایت و ارشاد کے مقام کو پہنچے۔ غیبی اشارے کے مطابق ان کو سیاحت کی اجازت دی گئی۔ اور اس دور کے مقدور بہ مقدار کے مطابق پوری دنیا کی سیاحت فرمائی۔ ایک ہزار چار سو اولیاؔ کرام کی ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اِس طرح آپؒ ظاہری و باطنی جامع عبارات کے مظہر ٹھہرے۔

حضرت میر محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ آپؒ کی مشربیت کا اظہار کرتے ہوئے رطب اللسان ہیں۔

س اے اہلِ درد جوشی دے عاشقاں خروشی
کز دست مے فروشے نوشیدہ ام نوشی

مطلب:۔ اے درد والو! اے پر خروش عشق والو! تم بھی پیو!! میں تو کسی مے فروش کے ہاتھ سے پی چکا ہوں۔

اس طرح آپؒ سے مشربیّت حاصل کرنے کے بارے میں بہت سی واقعات عالمِ خواب و یقظہ سے ثابت ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت میر محمد نوربخش رحؒ کا حضرت مرشدِ ہمدانی شیخ علی ثانیؒ سے کئی بار عالمِ محو و سکر میں پالا پڑا ہے۔ چنانچہ صحیفۃ الاولیاءؔ میں وارد کیا گیا ہے :۔

من آں نم کہ نوشیدہ از دستِ یار
زجامِ مئے عشق سہ صد ھزار

مطلب:۔ میں وہ شخص ہوں۔ جو اپنے یار کے ہاتھوں عشق کی شراب سے ایک ہزار تین سو مرتبہ نوش کر چکا ہے۔

اس کی دوسری صورت یہ ہے :۔
میں اپنے رب کے عشق میں اس کے ہاتھوں سے عشق کا پیالہ نوش کرتا رہا ہوں۔ جس کا کوئی حد نہیں۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا شَرَابَ مُحَبَّتِكَ وَخِلْعَةَ وِصَالِكَ۔

۱۳

روشِ نوربخشیہ

یہ ہمارا روحانی، ایمانی اور اعتقادی نعرہ ہے۔ جو ہمارے مذہبی وجودِ استقلال پر چمکنے والا سورج کلمات مقدسات کا رکن رکین اور تیرہویں نمبر کا برجِ اعلیٰ ہے۔ اِس سے وہ سیدھا سادہ راستہ متعیّن ہوتا ہے۔ جو سیّدنا حضرت شاہ سیّد محمّد نوربخش قدس سرّہ نے اختیار فرمایا۔ آپؒ نے تمام افراط و تفریط کے دھول سے پاک صاف راستے کا تعیّن فرمایا ہے۔ جس میں اختلافات و تاویلات کا غبار نہیں ہوتا۔ جن کی ہر ہر کوشش علوم شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے ذریعے طالبانِ حق اور راہِ سلوک اختیار

کرنے والوں کے لئے وقف تھی۔ علوم نبوّت و امامت
سے سینہ بسینہ منتقل ہونے والے علوم و اخلاق سے
مریدین راہِ حق کو فیض یاب کرکے ان پر رواں دواں کردیا
ان کی روِش آج بھی حق کے متلاشیوں کے حق میں
مشعلِ راہ ثابت ہونا حقیقت سے بعید نہیں ہے۔
آپؒ کی تمام تر تعلیمات و نظریات قرآن و سنّت
اور اسوۂ آئمہ کرام علیہم السّلام ہی سے ماخوذ ہیں۔
حضرت میر محمّد نوربخش قدس سرہ العزیز اتحاد بین المسلمین
کے داعی تھے۔ آپؒ کی زندگی اسلام میں موجود خلفشار
ختم کرکے فرزندانِ توحید کو ایک سلک میں پرونے کی
سعی جمیل کے لئے وقف تھی۔ اسلام کے اندر دو متحارب
مذہبی گروہ یعنی اہلِ تسنّن اور اہل تشیع کو ایک اسلامی
پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی خاطر جملہ اختلافی فقہی مسائل
کو عرفانی علوم و معرفت کے حسین اندازِ تشریح کے ذریعے
رفع اختلاف فرمایا۔
اسلام کے دو مختلف العقائد مسالک کے مابین پیدا شدہ
خلیج کو ختم کرنے میں آپؒ کی کاوشیں ناقابل فراموش
ہیں۔ اور حق و صداقت کے متوالوں کے دل کو خوب لگتی ہیں
آپؒ کی تمام فقہی مسائل اور اسلامی شعائر و داعی کی تشریح
نہایت ہی مؤثر اور اثر انگیز ہے۔ جن پر عمل پیرا ہوتے ہیں
عین اعتدال پسندی ہے۔

حضرت میر محمد نوربخش قدس سرہ [illegible] انبیاء و اولیاء کرام و آئمہ عظام علیہم السلام کے علوم اور معارف و عرفان سے حظ وافر رکھنے والے اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ جن کی ہر ہر ادا پر جان قربان کرنا۔ ہر ہر فیصلے پر لبیک کہنا۔ ان مومن جیالوں کی نشانی ہے۔ جو ہمیشہ سے ہدایت اور صراط المستقیم کے روح افزا عناصر سے وابستہ رہے ہیں۔

اس لئے ربّانی ارشاد ہے۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِي بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ

ترجمہ: یہ اللہ کی ہدایت ہے۔ جس کو چاہے۔ وہ اپنے بندوں کو ہدایت دیدے۔

سورۃ الانعام آیت ۸۹

جن ہستیوں کو علم شریعت، طریقت، حقیقت و معرفت مکاشفات، مغیبات، اور لطائفات انوار سبعیہ قلبیہ سے غیر معمولی روشنی نصیب ہے۔ وہ سب علوم نبوی اور حکمت علوی سے اپنے سینے مالا مال کئے ہوئے ہیں۔ ان کو تمام شرعی احکام و شعائر کی تشریح و تعلیم میں کسی صورت میں اشکال و ابہام درپیش نہیں آتے بلکہ وہ کشف و الہام اور صالح خوابوں کے وساطت سے رحمانی فیصلے کرتے ہیں۔ تاہم جنہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے یا اپنے محکوم فیصلوں سے فتوے اور فقہی مظاہر چمکائے ہیں۔ ان میں حرف زنی کی ہمیں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ہمیں تو ان بزرگ ہستیوں کے کمالِ علم و عرفان، جمالِ

ریاضت و عمل کے شہ پاروں پر اتحاد محبت سے اقتدا پزیر رہنا چاہئے ۔ بایں نکتہ باری تعالیٰ فرماتا ہے ۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ۔
(سورۃ الانعام آیت ۹۰)

ترجمہ : وہی لوگ اللہ کی ہدایت کے مترادف ہیں ۔ ان کی ہدایت کی اقتدا کرو ۔

انبیاءؑ واولیاءؒ اور صلحاؒ کی زندگیاں اسلامی روشن تعلیمات اور گرانقدر آثار واحوال سے فیضیاب رہنے کی وجہ سے تعالیٰ کے مقرب ترین ہستیاں ہیں ۔ اُن کا راستہ وہی ہے ۔ جو خدا تعالیٰ تک پہنچنے والا سیدھا راستہ ہے ۔ اُن کے ہر حال الحوار داعمال اور روش کو اختیار کرنا کمال نفع مندی کے مترادف ہے ۔ اسی عنصر کو حق تعالیٰ اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہے ۔

وَهَٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۔
(سورۃ الانعام آیت ۱۲۶)

ترجمہ : یہی تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے ۔ بیشک ہم نے نشانیوں کو تفصیل دی ہیں ۔ ذکر کرنے والے قوم کے لئے ۔

ان اسلامی سپنوں کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے جن کے حق میں باری تعالیٰ نے شریعت ومنہاج قائم کیا ہے ۔ ان کی زندگیاں اسی شریعت ومنہاج کی حفاظت کی خاطر صرف ہوئیں ۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ

ترجمہ : ہم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے رستہ اور طریقہ

لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ
لٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ
فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ
(سورۃ المائدہ آیت ۴۸)

متعین کیا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمہیں ایک ہی امّت بنا دیتا لیکن جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے۔ اِس میں تمہاری آزمائش کرنی جائے۔ پس تم نیکیوں کی طرف بڑھو۔

نورِ عقل اور نورِ ایمان

شیخ اکبر حضرت محی الدّین ابن عربی نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ:۔

عقل کے لئے نور ہے۔ جس سے وہ مخصوص امور کا ادراک کرتی ہے۔ اور ایمان کے لئے نور ہے۔ جس کے ساتھ وہ ہر اِس چیز کا ادراک کرتا ہے۔ جس کا مانع قائم نہیں۔ تو نور عقل کے ساتھ معرفت مثیت کی طرف اِتصال ہے۔ جو اِس کے ساتھ واجب اور جائز ہے۔ اور جو اِس لئے جائز اور واجب نہیں۔ اور نور ایمان کے ساتھ عقل معرفت ذات کا ادراک کرتا ہے۔ اور ان تعریفوں کا ادراک کرتی ہے۔ جو اِس کی ذات کی طرف حق منسوب ہے۔

بایں طور ہمیں نورِ عقل اور نورِ ایمان کی ضرورت رہتی ہیں۔ جن کے بیں دین سمجھنے کا موقع فراہم ہوتا۔ ان سے اسباب حق اور معرفت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ صداقت و حقانیت کے آثار نظر آتے ہیں۔ علم و معرفت کے حصول کی راہ میں آسانیاں پیدا ہو

جاتی ہیں۔

انسانی عقل نے آج اتنی ترقی کی ہیں۔ اس کی کثیر طاقت سائنس اور ٹیکنالوجی کی طرف مائل ہے۔ اور وہ ہر ہر چیز میں عمل و مشاہداتی تجربات سے نامانوس اور غیر مرئی اشیاء کا بھی پتہ لگاتی ہیں۔ گو سائنس مذہب کا جزوی علم یا مذہب کو حاصل کرنے کی راہ میں ایک مشعل کی حیثیت رکھتی ہے مگر سائنس نے اتنی ترقی کی ہے۔ عصرِ حاضر میں اس کو اتنا مقام حاصل ہوگیا ہے۔ کہ انسانی عقل کی کایا پلٹ دی ہے۔ زندگی کے ساتھ اس کی رفاقت ناگزیر ہوگئی ہے۔ اس وجہ سے انسان بعض دفعہ مذہب کو ماننے کے بجائے جاننے کے درپے ہو جاتا ہے۔ جبکہ مذہب (اسلام) جاننے کے بجائے اس کے کثیر عقائد کو جاننے، تصدیق اور غائبانہ ایمانی تصوّر کو قائم کرتا ہے۔

چنانچہ کلام اللہ میں واضح طور پر ایک آیت موجود ہے۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُونَ ط

(سورۃ البقرہ آیت ۳)

ترجمہ: جو لوگ غیب کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور ہمارے دئے ہوئے رزق کو (بہترین مصرف) میں خرچ کرتے ہیں۔

ظاہراً طور سائنس اور مذہب کا ٹکراؤ معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے بہت سے لوگ اس بارے میں بھول چوک کا شکار ہوئے ہیں۔ جبکہ مذہب (اسلام) اور سائنس معرفت حقائق کے

دو پہیے ہیں۔

در اصل سائنس حقائق اشیا کی معرفت کا کھوج لگانے کا انسانی درک و عمل سے ایک کوشش اور فہم ہیں۔ اس سے دین سمجھنے کا بہانہ آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔ سائنس دین کی معرفت کا دوسرا عظیم ذریعہ ہے۔ جس میں نزاکتِ عمل، ادراک محنت اور فکری لطافتوں کی تحقیق و تجسس کار فرما ہیں۔ خدائی آیات و آثار کے ظاہری تاثرات کو عملی تجربوں اور علمی روشنیوں سے خلق خدا کو مفید آسائش و قوت کا ساماں فراہم کئے جاتے ہیں۔ جو اصل دین خداوندی اور شریعتِ محمدی کے جمالیات کو مزید چار چاند لگانے کا باعث ہے۔

شرع محمدی میں جہاں تک مذہب کو مقام دیا ہے۔ وہاں انسانی عقول گیان کے ذریعے سے عرفان و معرفت حاصل کرنے کی لذومیت کو بھی بحال رکھا ہوا ہے۔ اِس لئے دین کو سمجھنے کی خاطر بر اُصولی اور علمی کاوشوں کو بروئے کار لانے کی اجازت بھی دی گی ہے۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ سورۃ النحل آیت ۴۳

ترجمہ: اگر تمہیں کسی مسئلے کی تحقیق درکار ہوں۔ تو اہلِ علم سے دریافت کرلو۔

دین نہ خود کو سمجھنے کی لذومیت د تاکید ہے بلکہ اہلِ علم و معرفت کے سکالروں سے پوچھ پوچھ کر وضاحت کی جاسکتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ تم اہل علم والوں کی

نرم زمیں سے کرید کرید کر معرفت خداوندی تلاش کرو۔ (بلاغہ)
لہٰذا معرفت کا حصول فرض عین کی جگہ میں ہے۔ اسے ادا کرلینا چاہئے۔

کامل مذہب

یہ ایک ظاہر بات ہے۔ ہر مذہب اپنے اپنے طور پر کامل جانا جاتا ہے مگر کامل مذہب تو وہ ہے۔ جو کامل بے عیب اور حقائق شرع طریقت و حقیقت اور اعتدال پر قائم عملیات و عقائد پر مبنی ہو۔ وہی خالص دین و مذہب متصور ہوتا ہے۔ جو خالص کہلانے کا حقدار ہے۔

اَلَا لَهُ الدِّيْنُ الْخَالِصُ۔ ترجمہ: خبردار! دین اسی کا ہی خالص ہے۔
(سورۃ الزّاریات آیت ۳)

دین اصل میں اخلاص وجذب سے قائم رہتی ہے۔ اِس لئے فرمایا گیا ہے۔

فَاعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ۔ ترجمہ: اللہ کی عبادت اخلاص سے کیا کرو۔ وہی دین ہے۔
(سورۃ الزّاریات آیت ۱۱)

ہم تو دین اور اعتقاد کے جامع مکارم اپنانے کی خاطر سے دوستوں کو بھی جذبِ رفاقت کی دعوت دیتے ہیں۔ سیرت امام الاعظمؒ میں لکھا ہے۔ طریقہ صوفیہ کرام کا سب سے اعدل و افضل ہے۔ یعنی اشدعلی النفس اور احوط فی

العمل کو اختیار کرتا ہے۔ تاکہ تمام اختلافات سے نکل جائیں۔
(خیرات الحسنات صد ۲۴)

اچھی باتوں کو ہر ایک پسند کرتا ہے۔ جو اُصول فطرت کا متقاضی ہے۔ باری تعالیٰ نے انہی لوگوں کو بشارت دینے کا امر فرمایا ہے۔

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۔

ترجمہ: بشارت دو ان لوگوں کو جو باتوں کو سنتے ہیں۔ اور اچھی باتوں کو اپنا لیتے ہیں۔

(سورۃ الزمر آیت ۱۷)

حضرت شاہ سیّد محمّد نوربخش قدس سرّہ العزیز کی تعلیمات اُصولِ فطرت کے عین مطابق اور درست ہیں۔ جو دور رس نتائج برآمد کرنے میں غیر متزلزل واضح نگارشات پر مبنی ہیں۔ آپؒ مکاشفات، مشاہدات، مغائبات اور تجلیات آثاری، احکامی، صفاتی، ذاتی اور حقائق توحید و معرفت اور تصوّف سے متجلی رہتی ہیں۔ وہ مرشدینِ روحانی، کاملینِ علمائے ربانی کی روشن تاثرات کا سراپا عکس ہے۔ (مقالات محمد شفیع

چنانچہ مذہب ہی ایسا عنصر ہے۔ جو انسانی عقل کو اقوی شعور اور ترقی کی راہ بتاتا ہے۔ انسان کو صحیح اور غیر منحنی راستے پر چلنے کی ترغیب کرتا ہے۔ اس لئے فطری مذہب اور سیدھی پگڈنڈی کا تعین شارع اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس طرح فرمایا ہے۔ جو قابلِ تقلید اور قابلِ اتباع راستہ ہے۔

اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ

ترجمہ: بے شک میرا یہ راستہ سیدھا راستہ ہے کہ تم سب

فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ط (سُورۃ الانعام آیت ۱۵۴) — اس پر چلو۔ اور نہ اس راستے کی اتباع کرو۔ جو تمہیں اللہ کے راستے سے جدا کردے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ اصحاب سے فرمایا۔ اور مجلس میں انگشتِ مبارک سے ایک نقشہ کھینچا۔ وہ مفسرین کی نظر میں کچھ اس طرح ہے۔

ارشاد ربانی اس بات کو مزید پختہ کرتا ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ۔ (سورۃ النحل آیت ۹) — ترجمہ: خدا تک جانے کا راستہ درمیانہ ہے۔ اور بعض راستے ٹیڑھے بھی ہیں۔

بنابریں صاحب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

سَتَفْرِقُ اُمَّتِی عَلٰی نَیِّفٍ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً فَالنَّاجِیَۃُ مِنْهَا وَاحِدَۃٌ وَالْبَاقُوْنَ فِی النَّارِ ؕ

ترجمہ: عنقریب میری امت ستر اور کچھ فرقوں میں افتراق پذیر ہوگی۔ مگر ان میں سے ایک ہی فرقہ نجات کی راہ پر گامزن ہوگا۔ باقی سب کے سب جہنمی ہونگے۔

(کتاب نہج الفصاحت، بخاری، مسلم)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں اس بات کا کھٹکا اس وقت ہوا جب اُمّتِ مرحومہ روحانی اور عملی جمالیات سے روگردانی کرنے کا وہ آخری دور یاد آیا۔ جس میں علماء کا علم بحث و مناظرے فخر و مباہات اور جاہلوں پر بالادستی کی خاطر حاصل کرے عمل اور ایقان سے عاری ہوتے ہوئے پائیں گے۔ دین کو صرف حصول محراب و منبر کا ذریعہ سمجھ کر ان ہی کے گرد زہر آلود ناگ کی طرح پھنکارتے رہیں گے۔ یہ لوگ دین کی تبلیغ و اشاعت کو اغراضِ ذاتی کے بادلوں سے آلودہ کریں گے۔ دین و شرع کے شعائر کی پرواہ نہ کریں گے۔ اس کے مقابلے میں اپنی انانیت موہومہ کو ہمّت و مردانگی کا منبع ٹھہرائیں گے۔ اور حق کو حق کہنے والوں سے اِس کا واسطہ نہ ہوگا۔ بلکہ اپنی عزّت و پاسداری کی خاطر دین کے اُصولوں سے سَوا کریں گے۔ علماء۔ بادشاہوں۔ وزیروں اور مالداروں کی قربت کو

عزت تصور کریں گے۔ جمعہ و جماعت کو چھوڑیں گے۔ عورتوں کو اپنا مرجع اور ملجا و ماوی ٹھہرائیں گے۔ اور خود اِن کے راؤنمیں ریچھے رہیں گے۔

بس یہی وہ عوائق و بدترین آثار ہیں۔ جو دین میں انتشار و افتراق کے بنیادی اسباب و علل رونما کرنے کا باعث ہے۔

دراصل باری تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اِس لئے بھیجا ہے کہ دین کی تکمیل کرے۔ اور اپنی نعمت کو فراوان کریں۔ اور اُمتِ مرحومہ کو ظلمت و جہالت سے نکال کر نور و ہدایت کا راستہ دکھائے۔

اِس آیت میں اِس کی وضاحت کی گئی ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ الرَّحِيمٌ ۝

(سورۃ الحدید آیت ۹)

ترجمہ: وہ ذات جس نے اپنے بندے پر واضح آیات نازل کرتے ہے۔ تاکہ تمہیں ظلمت سے نور کی طرف نکال دیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

پس یہ ایک ستم ظریفی ہی ہے کہ ہم کتنے ہی سطحی آثار کو قبول کئے ہوئے ہیں باری تعالیٰ کے کامل شدہ دین کو افراط و تفریط کا پلندہ بنا رہا ہے۔ اور سیدھا سادہ دین کو اختلافات وانتشار اور اتحاد بین المسلمین کے حسین جمعیت کا شیرازہ بکھیر کر دیا ہے۔

ہم نے ہی اپنے گراف کو نیچا کر دیا ہے۔

رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی تو انسانی افتراق کو ختم کرنے پر صرف ہوئی۔ آپس میں روا رکھے ہوئے مذہبی تفریق و تقسیم سلجھا کر ان کو ایک مذہب (اسلام) پر چلایا تھا۔ اور یہ ایسا دین و مذہب تھا۔ اس میں تمام تر رواداریاں موجود تھیں۔ مساوات قائم تھی۔ طبقاتی اور نسلی اونچ نیچ کا تاثیر بھی نابود کر دیا تھا۔ پیشہ وارانہ برتری اور کمتری کی اسلام میں کوئی حیثیت موجود نہ تھی۔ تمام تر تقویٰ، طہارت اور ریاضت میں گنجائش زیادہ رکھی گئی تھی۔ اس کو اتھاہ دل سے قبول کریں۔ اور ان پر زندگی کے چال ڈھال قائم کر کے رضائے رحمانی حاصل کریں۔

بعض لوگ اسلام کے اندر پھر وہی افتراق کو ہوا دینے کے حامی ہیں مگر یہ سب صرف اس لئے وجود میں آئی ہیں کہ ہم عمل اور روحانی روشن عوامل کے تارک ہوئے ہیں۔ پھر ایسا افتراق کہ مسلمانوں کے اندر بڑی بڑی خلیج پیدا کر کے ورطۂ انتشار میں ڈال دیا ہے۔ اور مختلف مذاہب اتحاد بین المسلمین کی راہ کا پتھر بنے ہوئے ہیں اور پاکستان جیسے اسلامی ملک بھی اسلام کے نفوذ سے محروم ہے۔ اور آج تک شریعت نافذ نہ ہو سکی۔

ہم سب مل کر ایک ہی اسلامی کاز قرآن و سنّت پر جن کے زیادہ واضح انشراح آئمہ معصومین علیہم السلام کی عملی زندگیوں سے مل سکتے ہیں۔ ایک فقہ احوط پر حامل شریعت بل منظور کرانا چاہیئے تھا جس کے تمام تر مسائل منطقی قوتوں اور قدروں سے مالا مال ہوں۔ جن میں ہر حالت میں اتحاد بین المسلمین کا زیادہ سے زیادہ

خیال رکھا گیا ہو۔ مگر کتنی ہی افسوس کی بات ہے۔ اِس وقت حنفی شافعی کو مخطی مذہب قرار دیتے ہیں۔ شافعی حنفی کو نادرست مذہب کہتے ہیں۔ ایک دوسرے کی فقہی کتابوں میں آپس کے لاتعداد جھگڑوں کے مسائل پائے جاتے ہیں۔

چنانچہ قرأ کا مسئلہ، طہر کا مسئلہ، ذبیحہ کا مسئلہ، ارنب کا مسئلہ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ وغیرہ میں ایک دوسرے کو حرام خور، ناپاک اور دین سے ناآشنا قرار دیتے ہیں۔ ایسا ہی تمام آئمہ اربعہ کا اختلاف ضد کی حد تک بڑھ گیا ہے۔ اور آپس میں اختلافات کا ڈھیر رکھتے ہیں۔

آئمہ اربعہ کا شیعیت سے اصلاً نہیں بنتا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو آب طاہر کا خون خیال کرتے ہیں۔ اور اب تک یہی صورتِ حال چل رہی ہے۔ اور پھر مذہب شیعہ میں ستر کے قریب فرق ہیں۔ ان میں بھی اصولی اور فروعی اختلافات سے وسیع خلیج پائے جاتے ہیں۔

احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسّر!
تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پازند
(اقبالؒ)

اسبابِ اختلاف

اِسلام کے اندر فقہاً مجتہدین نے جتنا کام کیا ہے۔ اِسلام

کے لئے بہت اچھی خدمات ثابت ہوئی ہیں مگر بعض حاسد قسم کے علماؑ کی گروپ پسندی نے اسلام کے اندر اختلافات کو خوب ہوا دی۔ انہی لوگوں کی وجہ سے اسلام کے سارے اُصولوں پر بھی انتشار و افتراق کا دریا بہا دیا گیا۔

آخر یہ چند نفس پرست ملاؤں کی ناعاقبت اندیشی نے اسلام کی روح رواں جمعیّت کے پر و بال پراگندہ کر دیئے۔ اور بہت سی بڑی بڑی خلیج کو فقہائے کرام کے درمیان لاکھڑی کر دی۔ فقہائے کرام کی اصل منشائیں نہ تھی کہ اسلام کو گروپوں میں تقسیم کر دی جائے۔ اُن کی کوشش اِس بات پر دال ہے کہ مسلمانوں کو صحیح دین پر ثابت رکھنے کیلئے مشکل فقہی مسائل کو زیادہ سے زیادہ آسان اور عام فہم کر دیں۔

چنانچہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے۔

یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ۔ ترجمہ: دین کو آسان بناؤ۔ مشکل مت بناؤ۔

(نہج الفصاحۃ)

گویہ اغراضِ نفسانی نے ان کے اصل زاویے سے خارج کرکے فتنہ و فساد کا دستور بنا دئے گئے۔ اسی وجہ سے عالمِ اسلام میں مختلف فرق وجود پذیر ہوگئے۔ یہاں تک کہ شیعہ سنّی کے بیچ میں ایک جسیم خلیج کا وجود قائم ہوگیا۔ جسے اب جگہ جگہ جنگ و جدل یعنی اسلام بمقابلہ اسلام کی کشتی کے اسباب سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اِسلام، اِسلام کے مقابلے میں میدانِ کارزار سجا رہا ہے۔ اِس میں توپ و تفنگ کی لڑائی جاری ہے۔ اتحادِ اسلام کی عظیم کشتی کو ہم کس طرح ضد و عداوت کی نذر کی بنا دیا گیا۔ یہ گلستان تو کشتی اور دھنگا مشتی کا اکھاڑہ

تو نہیں تھا۔ ؎

مرکزیت میں مضمر زندگی اقوام کی
ہے یہی تعلیم پہلے روزے اسلام کی

(ظفر علیخان)

ایک حقیقت ایک تجزیہ!

عالم اسلام میں مذاہب کے اختلافات کے تین اسباب ہیں۔ یہی دین اسلام میں ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ کرنے کے اسباب ہیں۔

(۱) سیاسی. فقہی اور روحانی اختلافات ہی سے اسلام میں کثرت مذاہب کو خوب موقع ملا۔ تاریخ اسلام سے ثابت ہوتا ہے۔ ناصبی اور رافضی اسلامی دنیا کی پہلی تقسیم ہے۔ اسی تقسیم کی بنا پر بہت سے حقائق کے سامنے پردے حائل ہوگئے۔ ضد کمال کو پہنچی شعوری لاشعوری طور پر اسلام کو ایک سنگین صورت حال سے دوچار کردیا گیا۔

بنوعباس اور بنو امیہ کی جنگیں اسی خام خیالی اور ضد و نفرت سے درپیش آئیں بنو فاطمہ کا تخت تاراج ہوا۔ ضد اور عداوت اس حد تک بڑھ گئیں کہ بعض دفعہ سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کرنا عادت بن گیا۔

فروعی اور نظری امور کو سلجھانے کی کوشش کرتے کرتے

اُصولی اختلافات درآئے۔ کئی فتنے بھی رونما ہو گئے۔ اُصولوں میں بھی نظریات جذب کرنے لگے۔ اور انسانی عداوت نے دین میں اتنی جگہ لی مسلمان آپس میں خون دآشام کھیلتے رہے۔ اسی طرح سیاسی جنگیں ہوتی رہی ہیں۔ آج بھی یہی نظریاتی جنگ کو اُصول بنا دیا گیا ہے۔

دوسری تقسیم فقہی یعنی فروعی اختلافات سے معرضِ وجود میں آئی جیسا کہ حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی وغیرہ۔

تیسری تقسیم ان تمام روحانی یعنی طریقت کے زمام سنبھالنے والوں کی وجہ سے رونما ہوئی ہے۔ جو بعض تنگ نظر، بے علم، ظاہر پسند اور نام نہاد ولیوں کی وجہ سے یہ صورتِ حال پیدا ہو گئی۔ اسلام سینکڑوں گرد ہوں میں بٹ گیا۔ اور بہت سے عقیدے اور سلسلے عالم تصوف میں چل پڑے۔

حلولی، رزاقی، واحلی، اتحادی، عشاقی اور نورئی وغیرہ تصوف کے روحانی سلسلے ہیں۔ جو مابین مختلف نظریات و طریق رکھتے ہیں۔

نوربخشیّت کی اصل

نوربخشیت کی اصل اسلام اور اسلامیت سے ماخوذ ہے۔ اور تصوف اس کی روحانی آئیڈیا (IDEA) ہے۔ اسی تصوف کے بزرگ جیالوں کا مذہب صوفیہ ہے۔ اسی مذہب ناجیہ پر ہم سب بھی گامزن ہیں۔ روحانی اور طریقت کے اُصولوں کے پیش نظر تمام ترعملیات

ایمان افروز اور روح افزا ہیں۔ سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عین مطابقت اور موافقت رکھتے ہیں۔ سلسلہ ذہب کے تمام آئمہ عظام اور اولیا کرام علیہم السلام اور بزرگان سلف الصالحین کے علم و عرفان پر مشتمل اسوہ رکھتے ہیں۔ کی رسی ہے۔ اسی رسی کو جو حبل اللہ کا مصداق ہے۔ اہل سنت والجماعت کا مصداق ہے۔ اہل حدیث کہلانے کے مترادف ہے۔ امامیہ اور شیعیان حیدر کرار کہلانے کا زیادہ حقدار ہے۔ صوفیہ کہلانا خلاف حقیقت نہیں ہے۔

جب یہ مسلک قرآن و سنت سے عبارت ہے۔ تو اصل ٹھہرا۔ ایک اصل کے لئے فروعات کا ہونا بھی اُصولی بات ہے۔ اصل ہی سے شاخیں پھوٹتی ہیں۔ مگر وہ شاخیں اصل اور جڑ کے قدر و قیمت سے چنداں پاور فل (POWER FULL) نہیں ہوتیں۔ لہٰذا اصل کی نسبت اِس میں کمزوریاں اور خفت پایا جانا بھی بدیہی چیز ہے۔

حقائق و معرفت کے پیشِ نظر متابعت سنت نہ ہونے میں کوئی بات خلافِ صداقت نہیں۔ قرآن و سنت ہماری زندگی کا جز لاینفک ہے۔ لیکن یہ زعم و ظن کرنا جہالت پسندی ہوگی۔ کہ ہم کسی ایک مخصوص موسوم لہ سے وابستہ ہیں۔ ہم عالم اسلام میں گھمبیر اختلاف کو ہوا دینے کے خلاف ہیں۔ یہ اصل اسلام سے متزادبات ہوگی۔ جو آپس میں کفر و زندیق کے فتوؤں کے بدزیب ہتھیار استعمال کریں۔ ہم ظاہر پرستی کے دھند دھبوں سے نکل کر حقائق اسلام کو پردہ خفا سے نکالنے کے حامی ہیں۔ نصب و رفض نواصب و پرویزانہ

عقائد سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

ہمارے ہاں چودہ معصومین کے بالترتیب ناموں اور مقاموں عظمتوں کی بڑی قدر و قیمت ہیں۔ اگر ہم ان چودہ معصومینؑ کی قدر و قیمت کو اپنا آخروی نجات کا ذریعہ نہیں سمجھیں گے۔ تو شرب ہمدانیہ کی زبانی دعویٰ مردود فی العمل سے عبارت ہوگی۔ جو سراسر کم نگاہی ہی نہیں۔ دین کے مضبوط طنابوں کو کاٹنے کے مترادف بھی ہے۔ پھر اس مذہب صوفیہ المعروف نوربخشیہ حضرت سیدنا میر محمد نوربخشؒ قہستانی قدس العزیز کی معنی خیز روشن تعلیمات پر مبنی ہے۔ آپؒ چونکہ عالیمقام بزرگ مجتہد، صوفی سیاح، مبلغ اور مفکر تھے۔ آپؒ کی تمام تر تعلیمات راہِ اعتدال کے اصولوں پر مبنی ہیں۔

علماء اور دانشوروں نے اس بات کو قبول کرلیا ہے۔ کہ آپؒ شیعیت اور سنیت کے مابین خلیج کو دور کرنے کی سعی فرماتے رہے۔ اور اصل اسلامی آئینے سے جس پر اختلافات حد و حسد کی بنا پر دھول پڑ گیا تھا۔ کو اجتہاد اور عملی کوششوں سے ہٹانے کے تبلیغی فرائض سرانجام دیتے رہے۔

چنانچہ جناب ڈاکٹر صابر آفاقی صاحب اپنی کتاب جلوۂ کشمیر میں لکھتے ہیں:۔

مشہور انگریز مؤرخ آرنلڈ کا نظریہ یہ ہے کہ امومت باطنیہ نے کشمیر میں داخل ہوکر اپنے عقائد و نظریات کی تبلیغ کی تھی۔ سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ نے اہلِ سنن و اہلِ تشیع کے درمیان

ایک اعتدال کی راہ پیدا کر کے دونوں فرقوں کو قریب سے قریب تر لانے کی کوشش کی۔ اور نوربخش فرقہ اسی اعتدال کی راہ پر گامزن ہوا۔

عربی لغت کی معروف کتاب المنجد مطبوعہ البیروت ۱۹۵۶ء کے حوالے سے بھی اس مضمون کی تصدیق ہوتی ہے۔

نوربخش اصل نام ہے۔ ولادت ۱۳۹۲ عیسوی، وفات ۱۴۶۴ عیسوی آپؒ کوہستان میں پیدا ہوئے۔ اور علاقہ رے میں انتقال فرماگئے۔ آپؒ مسلک نوربخشیہ کے بانی ہیں۔ آپؒ ایک فرد ہدایت یافتہ، ایک امام اور ایک خلیفہ سا کردار ادا کرتے ہوئے لوگوں کو صحیح معنوں میں ایمان باللہ کی دعوت دی۔ آپؒ کو قید کر دیا گیا۔ اور قید سے رہائی ملی۔ آپؒ کی ممتاز تصنیف الفقہ الاحوط میں سنی تعلیمات اور شیعی تعلیمات کے مابین ایک متوسط مسلک کو بیان کیا ہے۔ (دیباچہ فقہ الاحوط اردو)

(کتاب مقالات مولوی محمد شفیع جلد دوم میں بھی اس مضمون پر تفصیل موجود ہے)

تو یہ بات حقیقت کے قریب ہے کہ یہ امت، امتِ وسط ہے۔ تو جس مذہب پر یہ امت چلے گی وہ مذہب وسط ہوگا۔ حضرت سیدنا میر محمد نوربخش قدس سرہ العزیز نے افراط و تفریط سے پاک مذہب وسطیٰ کی تعلیم دی ہے۔ جو شریعت محمدیہ کا تقاضا ہے۔

راہِ نوربخشی است راہِ اعتدال
دور از افراط و تفریط جہال

احوال و آثار شاہ سید محمد نوربخشؒ میں ہفت اقلیم کے مطابق برادرم مولانا خادم حسین صاحب پنڈی نے لکھا ہے۔

سید محمد نوربخشؒ بلند درجہ سادات کرام میں سے تھے۔ آپؒ کا آئینہ دل منور ولایت و ارشاد کی صورت کا عکس پذیر اور کرامات و اجتہاد کا مظہر تھا۔ آپؒ جوانی کے وقت میں (رے) تہران وارد ہوئے۔ سولقان نامی بستی میں (جو کہ جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے) اقامت پذیر ہوئے۔ اس ملک کے بہت سے لوگ آپؒ کی متابعت کرنے لگے۔ اور آپؒ کے مرید و معتقد ہوئے۔ اس بستی میں آپؒ کی کافی اولاد بھی ہوئیں۔

مجالس المؤمنین میں آپؒ کی توصیف میں تفصیلی بیان موجود ہے۔ قاضی نوراللہ شوستری مجتہد شیعہ نے آپؒ کے بارے میں کمال مدح طرازی کی ہے۔ جو قابلِ قدر ہے۔

آپؒ لکھتے ہیں۔

در غوث المتاخرین و سید العارفین سید محمد نوربخشؒ
ایک درخشندہ ستارہ تھے۔ اسرارِ غیبی پر جھانکنے والوں
کی آنکھوں کو نور بخشنے والا۔ اور لاریب قدرت کی
رصدگاہوں سے دیکھنے والوں کی بصیرت میں
اضافہ کرنے والے۔ سیاہ لباس میں ملبوس
جو کہ ان کی درگاہِ ولایت کے مشائخ کی
سنّت تھی۔ ایسا لگتا تھا۔ سیاہ نور میں
لپٹی ہوئی ہے۔۔۔

آخر میں آپؒ لکھتے ہیں۔ ع

ماہتاب چہ حاجت شبِ تجلی را

شخصیّت

نام

سیّد محمّد ہے۔ سادات کرام کے چشم و چراغ ہونے کی وجہ سے "ھیر" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

لقب

نوربخش لقب اس لئے پایا کہ آپؒ نے قلیل مدّت میں شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی تمام منزلیں طے کیں۔ اور اپنی قابلیّت و استعداد کی بناء پر واصلین حق کی صف میں شامل ہوگئے۔ آپؒ کے مرشد حضرت خواجہ اسحاق ختلانیؒ نے ایک خواب کی بناء پر آپؒ کو نوربخش کا لقب دے دیا۔ شیخ محمّد لاہیجیؒ نے اسرار الشہود میں یوں کہا ہے ؎

آمدہ از غیب نامش نوربخش
بود چوں خورشید ذاتش نوربخش

تخلّص

آپؒ اپنے نام کے ساتھ اکثر خطوط و تصانیفات میں لحصاوی یا لحصوی لکھتے تھی وجہ یہ ہے کہ آپؒ کے آباؤ اجداد بحرین کا ایک شہر لحصا کے مستقل باشندے تھے۔ اپنی کتاب سلسلہ ذھبیہ میں اپنے نام کے ساتھ لحصوی لکھا ہے۔

کنیّت

آپؒ ہمیشہ اپنے نام کے ساتھ ابوالقاسم الحاق کرکے لکھا کرتے تھے۔ چونکہ قوۃ السالکین

حضرت شاہ قاسم فیض بخش رحمۃ اللہ علیہ آپؒ کے ہی فرزند ارجمند تھے
اِس بنا پر ابوالقاسم لکھنا میں طریقہ اور رواج تھا۔

والد

ثقہ روایتوں میں آپؒ کے والد ماجد کا نام نامی محمد بن محمد بن عبداللہ تھا۔ اِس لحاظ سے آپؒ کا مکمل نام و نسب کچھ اس طرح ہے۔

میر سید محمد نور بخش ابن عبداللہ لحصاوی آپؒ کو قہستان شہر کی طرف بھی نسبت ہے۔ اِس بنا پر میر سید محمد نور بخش قہستانیؒ کہلاتے ہیں۔ یہ نام آپؒ کا امتیازی طور پر لکھا جاتا ہے۔ تاکہ جونپوری اور باکوری کا آپؒ کے درمیان فرق ہو سکے۔

ولادت

آپؒ کی ولادت باسعادت بروز جمعرات ۱۵ شعبان سن ۷۹۵ھ میں قصبہ قائن میں ہوئی۔ نبی سلسلے میں آپ سترہ پشتوں سے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ آپؒ ۱۴ ربیع الاوّل ۸۶۹ھ کو واصل بحق ہوئے۔

آفتاب اوجِ دانش نورِ چشم اہلِ دید
نور بخشؒ جسم و جان آں قہرِ ماں مارِ وطین
سالِ عمرش بود ہفتاد و سہ و سالِ وفات
ہشصد و شصت و نہ و ماہش ربیع الاولین
چہاردہ زاں ماہ رفتہ پنجشنبہ چاشت گاہ
درگذشت از عالمِ فانی ہمام العالمین

تعلیم

آپؒ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید ازبر کیا۔ حفظ قرآن کے بعد قلیل مدت کے اندر تمام علوم ظاہری و باطنی میں متبحر ہو گئے۔ علوم شریعت علومِ ظاہری سیکھے ہوئے وقت کے بزرگ صوفی شیخ احمد بن فہد حلی علیہ رحمہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ اور طریقت و معرفت اور سلوک کی راہ میں حضرت خواجہ اسحاق ختلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مشعل سے راہ ڈھونڈے اور ان ہی کے دست حق پرست پر بیعت گیری کی۔ جو کہ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ المعروف شاہ ہمدانؒ کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔ مسندِ ارشاد پر قلیل مدت رہنے کے بعد اس پر حضرت میر سید محمد نور بخش قدس سرہ العزیز کو بٹھا دیا اور خود ان کے مریدی میں شامل ہو گئے۔ سے

پیرم و مرید خواجہ اسحاقؒ
آں شیخ شہید قطب آفاقؒ

پھر خود ان کے ہاتھوں پر بیعت فرما کر اس سلسلہ ولایت کو ان کے گلے کی زینت افزائی کے لئے منتقل فرمایا۔

زمانہ

جب آپؒ نے لوگوں سے بیعت لینا شروع کی اور خلق خدا کو حق و صداقت کی تعلیم و ہدایت سے فیض یاب کرنے لگے۔ ریاضت و مجاہدات میں سرگرمی سے حصہ لینے لگے۔ یہ زمانہ مرزا شاہ رخ ابن تیمور لنگ کا تھا۔ شاہ رخ اس وقت بہت سے علاقوں پر سلطنت کر رہا تھا۔ ان سے آپؒ نظر باقی نبرد آزمائی

ہوتی رہیں. آپؒ کے مقابلے میں شاہ رخ کو سینکڑوں ہزیمتیں بھی پیش آئیں۔

شرف و کمال

حضرت سید نا میر سیّد محمد نور بخش قدس سرّہ العزیز انتہائی فضل و کمال علم و عرفان کا مالک عشقِ الٰہی سے سرشار صوفی تھے۔ آپؒ کو علم کلام اور علم فقہ میں کمال دسترس ہونے کی وجہ سے وقت کے علماؤ فقہا آتشِ حسد سے جل مرتے تھے۔ اس کے باوجود آپؒ حق کی تبلیغ وارشاد پر کبھی ایسا نہ ہوا کہ بزدلی اور تنگ دلی کا مظاہرہ کیا ہو۔

آپؒ بہت ہی نڈر، بے لاگ اور انتہائی جری انسان تھے شرعِ محمدیؐ کی اصل کیفیات و مسائل سے اس طرح پردہ کشائی کرتے تھے۔ جس طرح خود واضح کے زمانے میں ہی زندگی بسر کی ہو اس بارے میں آپؒ کبھی بھی کسی لومۃ لائم کی بدگوئی حاسدین کی کی طعنہ زنی، مخالفین کی بودے پن اور دشمنوں کی ہرزہ سرائی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔

آپؒ کسی مخصوص گروہ بندی کے خواہاں نہ تھے۔ نہ کسی فرقہ کے ساتھ آپؒ کی نسبت تھی۔ بلکہ وہی اسلام، وہی مذہب، وہی دین خیال کرتے تھے۔ جو حضور علیہ السّلام نے عالم ادیان پر درخشندہ سورج کی مانند اسوہ حیات قائم کر دیا تھا۔

آپؒ جلیل القدر مفکرِ اسلام تھے۔ عالم اسلام پر ایک صالح عقائد پر مشتمل ایک طریقہ اور روش صوفیہ نوربخشیہ کے بانی مبانی تھے

تمام علوم وعرفان جامع المعقول والمنقول تھے۔ مجتہد وقت ہادی زماں تھے۔ مرشدِ دوراں، صاحب الدلائل والبرہان تھے۔ آپؒ کی تمام تصانیف سے معلوم ہوتا ہے۔ آپؒ نہ صرف عالم، فاضل، کامل، عامل مرشد، زاہد، متقی، فقیہہ، متکلم، شاعر، ادیب، فلسفی، نجوم، دہیت کا ماہر، کشف وکرامات کا مالک، ریاضت وانزوا کا دلدادہ تھے۔ بلکہ عالم ربّانی، عارف صمدانی، ولی یزدانی اور مکاشفات وتجلّیات الٰہی کا مجسمہ و پیکر تھے۔ آپؒ کی غزلیات عربی وفارسی میں تعداد وحد حصر سے باہر ہیں۔

عشق وجذب خداوندی سے ہمیشہ سرشار رہتے تھے۔ خود جذبات حق سے مالا مال ہوتے تھے۔ اور پچاس صاحب حال ولیوں کو ہمیشہ ایک ہی مجلس میں معرفت رضوان سے تفویض کرتے تھے۔ آپؒ کی جاذبیّت کی انتہا یہ تھی۔ بڑے بڑے خدا رس انسان آپؒ کے پاس حقائق ومعرفت کے سوال لے کر آتے تھے۔ جن کا تسکین بخش جواب ورہنمائی مرحمت فرماکر ان کو راہی معراج بنا دیتے تھے۔ سے

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

آپؒ کا مذہب

جہاں تک بیان ہو چکا ہے۔ آپؒ کی نسبت کسی فرقہ سے نہیں ہے۔ البتہ جس مذہب سے آپؒ کا تعلق ہے۔ وہ کسی گروپ بندی سے بالاتر ہو کر ایک امّتِ وسط کے حامی ہیں۔ کتاب نوربخشیہ میں مرقوم ہے۔ سے

بحکم خالق و پیغمبرؐ امتِ او بمانم
ز ابراہیمؑ ملت و تابع قرآنیم

تشریح:۔ خدا کے حکم سے ہم پیغمبرؐ کے امتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور قرآن کی تعلیمات پر ہمارا ہونا ثابت ہے۔

امید وصلت از شاہ مردان دارم
اے مومن اخی با مومنان باشم

تشریح:۔ شاہِ مرداں حضرت علیؓ تک پہنچنے کی امید رکھتا ہوں۔ اور میرے مومن بھائیوں میں مومنین کا ساتھ ہوں۔

بندہ شاہِ شہیدانم
محب سنّی و شیعہ را ندانم

تشریح:۔ شاہ شہیداں کا غلام ہوں۔ مجھے شیعہ یا سنّی کا چاہنے والا نہ مانے۔

بقولِ ہادی مظہر و گر مذہب کسی
سزاوار پنہانم مسلمانم

تشریح:۔ مظہر ہدایت کے قول کے مطابق اگر مذہب کرنا ہے تو سزاوار خفاؑ ہوں۔ بس مسلمان ہوں۔

نیم من رافضی و خارجیم
نیم غالی باللہ مسلمانیم

تشریح:۔ نہ میں رافضی ہوں۔ نہ خوارجی ہوں۔ نہ خدا کے حق میں غالی ہوں۔ بس میں مسلمان ہوں۔

ؑ: خفا بلحاظ اعتبار کے ضد اسماعیلی فرقے کے ہاں ان کی تعلیمات کو چھپانا ایک عقیدہ ہے۔ اس لفظ سے یہ معنی لینا غلط ہے کہ آپ اسماعیلی فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔

ع بدیں زادم بدیں میرم ہمیں دانم

اسی پر جیتا ہے ۔ اسی پر مروں گا ۔ میں یہی جانتا ہوں ۔

آپؒ نے کتاب سلسلۃ الذہب یعنی مشجر الاولیا جلد اوّل میں لکھا ہے ۔ میرا مذہب صوفیہ ہے ۔ اس کی یوں تصریح بھی فرمائی ہے ۔

واعلم ان مذھب الصوفیۃ وھو میزان صراط المستقیم وطریق الحق والیقین لیس فیہ غلو ولا مھین الخ

ترجمہ :- معلوم ہونا چاہئے صوفیہ کا مذہب سیدھا ترازو ہے ۔ اور حق و یقین کی راہ ہے ۔ جس میں نہ کوئی غلو ہے

نہ کمی ، نہ نقصان ، نہ زیادتی اور نہ افراط نہ تفریط ہے ۔ جیسا کہ پہلے زمانے میں تھا ۔ جس کے متعلق بھلائی کی شہادت دی گئی ہے ۔ لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے وہ ان بیماریوں اور مصائب میں جا پڑے ۔ انہوں نے بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھیں ۔ اور بعض نے بعض پر بڑے بڑے بہتان لگائے ۔ اور بعض نے بعض پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے آل اور آپؐ کے صحابی اور آپؐ کی ازواجِ مطہرات اور ان کے بعد عارف لوگوں کے متعلق محبت وعداوت میں غلو اختیار کیا ۔ اور استقامت واعتدال کی راہ چھوڑ دی ۔ اور ان میں سے بعض نے مجذوب ابدالوں کے اقوال اور ان کے افعال کا مقصد نہ سمجھے ۔ اور ان کو لعن کا نشانہ بنایا ۔ اور ان کو زندیق ، حلولی ، ملحد ، کافر اور بدعتی تک کہا گیا ۔ اور انہیں

بہت سی تکلیفیں بھی دی گئیں۔ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے بڑا اچھا صبر کیا۔

آپؒ کی علمیّت و منزلت

سابقہ بیانوں میں گزر چکا ہے کہ آپؒ گوناگوں خصائص و اوصاف فاضلہ بے گراں ذہنی فکری اور وجدانی اسرار و رموز سے حظ وافر رکھتے تھے۔ آپؒ کی علمی انتہا تمام حقائق اشیاء کی مسلسل معرفت و عوارف تک جا پہنچتی ہے۔ آپؒ کے کمالات علمی کا اندازہ اس وقت کے علماء ظاہر کو نہیں ہو سکا تھا۔ ان کی کج فہمی کی وجہ سے آپؒ پر کفر و الحاد اور زندیق ہونے کے نازیبا فتوے تھوپے گئے۔

آپؒ بیک وقت بہت سارے علوم و فنون کے ماہر تھے علم تفسیر و حدیث میں کمال دسترس حاصل تھی۔ کلام اور فقہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ زہد و تقویٰ و پرہیزگاری میں آپؒ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ جو کچھ آپؒ کا حاصل تھا۔ یہ سب آپؒ کی ذاتی ذکاوت و قابلیّت اور بڑے بڑے روحانی مرشدوں کی مرہونِ منّت تھیں۔

اپنے زمانے میں زہد و مجاہدت کے امام مانے جاتے تھے۔ علم بیان، تفسیر علم، حدیث و روات فقہ و اُصول، فلسفہ و طب، رجال و ہیّت۔ ہندسہ و جفر، علمِ نجوم و جغرافیہ۔ عمرانیات اور علم تواریخ میں بھی کامل عبور رکھتے تھے۔ شرعی معاملات میں

رو و رعایت کے روادار نہ تھے۔ مکاشفات ملکی، مشاہدات
ملکوتی مغیبات جبروتی اور تجلیات لاہوتی میں کامل تھے۔

مقالات ڈاکٹر مولوی محمد شفیع میں آپؒ کی شخصیات
کے مطالعہ سے لکھا گیا ہے۔

"اشرف فضائل میں سے کوئی بات ایسی نہیں
جو خداتعالیٰ نے ان کو نہ دی ہو۔ نسب میں وہ قریشی
ہاشمی، علوی، فاطمی، حسینی، کاظمی (موسوی) ہیں۔
علوم عربی میں فضلائے زمان، علوم شرعیہ میں
وحید مجتہدان جہان، علوم ریاضی میں افلاطون موجود ہوتا
تو ان سے استفادہ کرتا۔
علوم شرعیہ جفریہ میں وہ علی مرتضیٰ علیہ السلام کے تابع ہیں
سیمیا کیمیا وغیرہ اگر عار نہ سمجھیں تو بوعلی سینا ہیں۔
مکاشفات فلکی، مشاہدات ملکوتی مغیبات جبروتی اور
تجلیات لاہوتی میں وہ کامل ہیں۔ اطوار و اذکار سبعیہ قلبیہ
لسانی، نفسی، قلبی، روحی، سری، حقی اور غیب الغیوبی
ہیں۔ وہ واصل اور متواصل ہیں۔
معرفت حقائق اشیائے اور مشرب توحید میں (آپؒ کے
زمانہ میں) آسمان کے تلے نہ ان سا ہے۔ نہ ہوا۔ اور نہ ہوگا۔"

بود علم او علم بے انتہا!
بلاہوت و ناسوت و ارض و سما

بود علم او علم بے خطر وحد
بذاتِ عالم ازل تا ابد

(اسرار الشہود)

مقالات مذکور میں یہ بھی لکھا ہوا ہے۔

جہاں بھر میں اگر کوئی سید ہے۔ جو فنون علم و شرعی دینی و حکمی میں متبحر ہے۔ اور مکاشفات و مشاہدات مغیبات و تجلیات آثاری، احکامی، صفاتی، و ذاتی اور حقائق توحید و معرفت و تصوف میں منفرد ہے۔ پچاس مرید صاحبِ حال رکھتا ہے۔ جو ریاضت و مجاہدت اور خدمت عزلت میں تربیت یافتہ صاحب اور محقق ہیں۔ تو ایسا سید محمد نور بخش (قہستانی) ہیں۔ آپ فرماتے ہیں :- (مقالات محمد شفیع جلد دوم)

نور بخش زماں سترم اکنوں
شہ منور زنور ماہمہ جا

شاہ صاحبؒ کی فقاہت و بصیرت

سیدنا میر محمد نور بخش

قدس سرہ العزیز کی فقاہت و بصیرت بھی بے پایاں اسرار و رموز اور گراں بہا چھپے ہوئے موتیوں اور لطیف نکتوں کے اظہار و ابراز کا بے مثال انداز ہے۔ آپؒ کی علمی قدامت کی تفصیل شاید نہ کرسکوں۔ مگر علمِ شریعت کے بازار میں آپؒ کے علمی گوہر آبدار کی ریل پیل ضرور تھی۔ عالم طریقت میں درخشندہ خورشید

کی طرح ہر دم طلوع رہتے تھے۔ فقہی جزیات و کلیات اور رفع اختلاف میں ممتاز نقد و نظر کا مالک تھے۔ تحقیق و جستجو کی موجیں ہر کلام میں موجود ہیں۔ عوائق نفسانیہ سے دور رموز فطرت کا عنصر دریا نما تھا۔ چاہے تو اسے بہا کر سیلاب بنا دے۔ چاہے تو صرف دو ٹوک الفاظ میں دریا کو کوزے میں بند کر دے۔ یہ ان کی عبارت تبین ابدیہ بصیرت پر کھلی دلیل ہے۔

آپؒ کی فقاہت کے ماخذ ظاہراً صرف زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شاثرات و عملیات سے مستنیر ہی نہیں۔ بلکہ زمانہ رسولؐ میں موجود شرعی و احکامی دواعی کو روشن کرنے میں بھرپور سعی کی گئی ہے۔ آپؒ اپنی کمال فقاہت اور قوی بصیرت سے ان تمام اختلافات کو رفع کرنے میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرمائی۔

بعض فقہاً کی عادت یہ تھی۔ وہ متکلمین سے نفرت کرتے تھے۔ انہوں نے علم کلام کو نیک نیت سے نہیں دیکھا۔ علم کلام کے سخت مخالفت تھے۔ یا کچھ تعلق ہو بھی اس میں آنے کو نیک فال خیال نہیں کرتے تھے۔

شاہ صاحب کی کمال بصیرت کو دیکھیں کہ وہ کبھی علم کلام اور فقہ کو بعد المشرقین کی جگہ نہیں رکھا۔ وہ خود بیک وقت متکلم اور فقیہ تھے۔ فقہ کے رموز کی خوبصورتی سے تشریح فرماتے رہے۔ شریعت کے اندر تصوف و عرفان کی بھینی بھینی خوشبو کو شامل کردیا۔ علم کلام میں اس وقت طبع آزمائی کی اور اس سمندر سے بھی گراں بہا گوہر برآمد فرمایا۔ جب اسلام نے اس کی ضرورت

محسوس کی۔ اور مسلمانوں کو اس کی پیاس بجھانے کی ضرورت پیش آئی۔

اسلام کی تعلیم و تبلیغ پر آپؒ ہمیشہ فیاضانہ کردار ادا کرتے رہے۔ تادم حیات اسی جذبے سے سرشار ہوکر اسلام کے نام پر سیار ہوئے۔ کسی کی ملامت اور طعنوں سے بکھلانے والا نہ تھا۔ گویا آپؒ میں خودی کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپؒ اُصولِ فتوت سے بھی بخوبی واقف تھے۔ ایک مسلمان کو بحیثیت مسلمان ایمان پر قائم رکھنے کے لئے علم کلام پر کتاب تصنیف فرمائی۔

فقہی اور فروعی اختلافات کا سیلاب اُمڈ آتے دیکھ کر اس کی روک تھام کے لئے قدم اٹھایا۔ مگر اصولی اختلافات کو آپؒ کبھی برداشت نہ کرتے تھے۔ اُصولوں کی سودا بازی کبھی نہیں کی۔ حق کے اظہار پر ہمیشہ کمربستہ رہے۔ اور جابر حکمرانوں کے سامنے اعلائے کلمۃ اللّٰہ کی دہائی دیتے رہے۔ یہی وجہ ہے وقت کے حکمران کئی دفعہ آپؒ کی خارجہ پالیسیوں سے آگ بگولہ ہوتے تھے ان کا پارہ گرم ہو جاتا تھا۔ تو مریدین اور ارکان دولت کے درمیان کبھی کبھی دھنگا مشتی بھی ہوتی تھی۔ (تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں)

یوں آپؒ کی زندگی کے اکثر حصے قید و بند میں گزر گئے علم ظاہری کے علاوہ تعلیم و تدریس پر بھی پابندیاں عائد تھیں آپؒ کی مجاہدانہ زندگی سے تنگ آکر آپؒ کو پابند سلاسل بھی کیا گیا۔ مگر یہ آپؒ کی ترقی کی راہ میں سنگ میل ثابت ہوا طریقت کے اس شاہین کو یہ باد مخالف بلند پروازی پر اکساتے

لگا۔ جوں جوں آپؒ کی مخالفت زور پکڑتی گئی۔ آپؒ کی تحریک وحدت کو خوب پھیلنے کا موقع فراہم ہوا۔ پھر یہ تحریک عالمِ اسلام پر کامیاب ترین ثابت ہوگئی۔ ؎

جہاں از عکسِ رویش گشت روشن
گر آئینہ نہ بیند ہیچ غمِ نیست

رفعِ اختلاف کی چند مثالیں

شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے عالمِ اسلام میں موجود اختلاف کو رفع کرنے کا جو بیڑا اٹھایا تھا۔ بہت ہی قابلِ قدر اور قابلِ عمل تھا۔ چونکہ اسلام کے اندر موجود بعض اختلافات اتنے گراں جان تھے۔ جن کو ہم نے ضد اور نفرت کی وجہ سے اختیار کر رکھے ہیں۔ یہ اختلافات صرف فروعی حدوں کو پھلانگ نہیں رہا تھا۔ بلکہ اُصولوں کے اندر بھی بڑی شدومد کے ساتھ خرابیاں پیدا کر رہا تھا۔ زین کی حفاظت کرتے کرتے گھوڑے کو بھی موت واقع کرنے کا مترادف بنا رہا۔

عالمِ اسلام پر آپؒ کا یہ احسان ناقابلِ فراموش ہی نہیں قابلِ عمل بھی ہے۔ آپؒ کی علمی اور فقہی روشنیوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرنے کی اہمیت اتحاد بین المسلمین کے لئے نسخہ کیمیا ہے چنانچہ چند مسائل قابلِ ذکر ہیں جسے ہم مثال کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔ پوری تفصیل کی یہ کتاب متحمل نہیں ہے۔

شاہ صاحب نے تو شرعی حکمی فیصلوں میں کمالِ فتوت اور جمالِ اجتہاد پیش کیا ہے۔ اس کی تعریف کس طرح کریں آپؒ کی کمالِ حق گوئی نے سارے عالم پر ننگی تلوار کی سی کیفیت اختیار کر لی ہے۔ چہ جائے یہ کہتے پھرے کہ آپؒ تقیہ بازی کے سائے میں فقہہ لکھتے رہے۔ یہ کس تاریخ اور حقائق سے ثابت ہے؟

ہم یہ نہیں کہتے کہ دیگر فقہا کرام ذوقت کے حکمرانوں کی بغل میں بیٹھ کر فقہ کے مسائل استنباط کرتے تھے۔ حکمرانِ زمانہ کے اُلو سیدھا کرنے کے موڈ میں مسائل کے فیصلوں میں ذاتی اغراض دخیل کرتے رہے۔ اور درباری ملاؤں کے فتوؤں سے تو اسلام میں خرابیاں پیدا کیں۔ یہ درست طریقہ تھا؟۔ پھر ہم یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ ان وظیفہ خور مفتیوں کے فتوؤں کی حیثیت کیا ہوگی جبکہ انہیں دوامی حیثیت دی رکھی ہے۔ اسلام تو ذاتی اغراض کو برا جانتا ہے۔ دورِ رسالت مآبؐ سے لے کر اب تک اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ پھر وہ اجتہاد جس میں فروعی احکام وانظار میں بھی صداقت و حقانیت اور منطقی قدر و قیمت کے دوامی پھوٹ پھوٹ کر نکلتے ہوں۔ انہیں انسانی نفسانی کمیت و کیفیت سے تولا جائے۔ کیا یہ سراسر شرپسندی سے عبارت نہیں ہوگا؟۔

نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ تقیہ بازی کی شکایت ان کی ذات کے ساتھ ناانصافی ہے۔ بلکہ یہ ہرزہ سرائی ہی آپؒ کو مزید بے داغ کرنے پر ثبوت فراہم کرتی ہے۔ بحرف

معترض اگر آپؒ تقیہ بازی سے کام لیتے تھے۔ تو آئیے ہم آپؒ کو ایسے مسائل و احکام کے سنکڑوں مقامات دکھا دیتے ہیں۔ جہاں آپؒ نے رفع اختلاف کرنے کی کوشش کی۔ یہ فیصلے قرآن و سنّت کے خلاف ثابت ہوئے۔ تو ہم کس رو سے متابعت سنّت کے دعوے کر سکیں گے۔

شاہ صاحب کی کمال فقاہت و بصیرت نہایت ہی ایمان افروز ہے۔ عالم اجتہاد پر تو انہوں نے دھاک بٹھا دی ہے۔ اور روشن ضمیری کا ثبوت بھی دیا ہے۔ آپؒ ہمیشہ ظالم جبابرہ حکمرانوں کے ساتھ اعلیٰ کلمۃ اللّٰہ کا فلک شگاف نعرہ لگانے سے نہیں ڈرا ہے تو کس خوف سے ڈر کر یا دب کر فقیہ قلمبند کیا۔

آپؒ چونکہ عالم اسلام کا ایک محسن ہیں آپ نے اتحاد عالم اسلامی کو فروغ ملا ہے۔ جس کی چند مثالیں دے کر اپنے حق ارسال کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

وضو کے باب میں استنجا اور استبرا کے بارے میں فقہائے کے درمیان بہت سے اختلافات موجود ہیں۔ بعض فقہا فرماتے ہیں کہ استنجا و استبرا کی صحیح کیفیت یہی ہے کہ نچوڑا جائے۔ پتھر سے یا ڈھیلے وغیرہ سے صاف کر لیا جائے۔ استنجا و استبرا کا حق ادا ہو گیا۔

بعض کہتے ہیں کہ پانی کا استعمال بھی ہوا تو افضل ہے مگر سنّت سے یہ بات عجیب طرح سے ثابت کرتے ہیں

کہ اگر استنجا اور استبرا کے لئے ڈھیلے پر اکتفا کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

اب کمال طہارت پر کوئی ثبوت فراہم کر سکتا ہے جبکہ قرآن بہ بانگِ دھل کہہ رہا ہے۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔

ترجمہ:۔ تم اپنے کپڑوں کو صاف رکھو۔ اور ناپاکی سے بھی مکمل پاک ہو جاؤ۔ (سورۃ المدثر آیت ۴،۵)

اسلام تو نظریاتی مسالک سے بالاتر ہے۔ ہم اس کی طہارت اور نظافت اور اس کی اصولی طہارت یعنی گدلاپن سے نفرت کی حقیقت کے مظہر ہیں۔

ہمارا کہنا ہے کہ شاہ صاحب کی فقاہت کا اس طہارت کے بنیادی رکن استنجا اور استبرا کے بارے میں کیا فیصلہ ہے۔ جس پر دونوں طہارتوں کی بنیادی پہلی اینٹ رکھی جاتی ہے۔ اس بنیادی چیز کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔

لہٰذا اس تقاضا کو یوں سرانجام دے تو پورا ہوگا۔ جیساکہ وہ فرماتے ہیں۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اِسْتِعْمَالَ الْمَدَرِ وَالْحَجَرِ قَبْلَ الْمَاءِ سُنَّۃٌ لِتَخْفِيْفِ اللَّوْثِ وَلِلتَّنْظِيْفِ لَا لِلتَّطْهِيْرِ۔

ترجمہ:۔ جان لو پانی سے پہلے ڈھیلوں، پتھروں کا استعمال بول براز کی لت کو کم کرنے کا سنت طریقہ ہے۔ نظافت اور طہارت کے حصول کے غرض

سے نہیں ہے۔

(الفقہ الاحوط باب وضو)

آخر طہارت کا بھی کوئی مقصد ہوتا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے پانی کی اہمیت کو فراموش کرنا ظلم ہے۔ اور طہارت میں نقص در آنے کی عظیم وجہ ہے۔ جو قبیح ہے۔

ان الاسلام نظیف فتنظفوا فانہ لا یدخل الجنۃ الا نظیف۔ (نہج الفصاحہ ص ۲۱۰)	ترجمہ :- بے شک اسلام پاکیزہ ہے۔ تم بھی پاکیزہ رہو۔ اس لئے جنت میں پاکیزہ لوگ ہی داخل ہوں گے۔

جیسا کہ نماز کی بنیاد وضو ہے۔ اور وضو کی بنیاد استنجا اور استبرا ہے۔ پاکیزگی کی ابتداء استنجا سے ہے۔ اور وضو غسل کی بنیاد ہونے کی وجہ سے اس کی اہمیت زیادہ ہے۔ اس لئے اس کا صحیح اہتمام ضروری ہے۔ تاکہ ہم نماز پڑھنے کے قابل ہوجائیں۔ اور اس کا حق بھی ادا ہوسکے۔

باب الاذان کے اس مسئلے سے رفع اختلاف کیا گیا ہے کہ سنی حنفی آئمہ کا فتویٰ یہ ہے کہ صبح کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔ (نماز نیند سے بہتر ہے) کہنا لازم قرار دیتے ہیں۔ اور اہل تشیع کے فقہ میں سرے سے اس کا ذکر نہیں ہے۔ فقہ حنفی میں اِسْتِیْقَاظِ لِلصَّلٰوۃِ کے لئے اس کا ذکر ہوا ہے۔

شاہ صاحب علیہ رحمہ کا اس بارے میں فتویٰ نہایت

قابل رد ہے۔

والصلوة خیر من النوم فی خلال الاذان بدعة۔ فان قیل قبل الاذان الصبح او بعده لتنبه الغافلین لاباس به (الفقه الاحوط باب الصلوة)

ترجمہ:۔ اذان کے درمیان اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کہنا بدعت ہے اگر اذان صبح سے پہلے یا بعد میں غافلوں کو تنبیہ کے غرض سے کہی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

باب الصلوٰۃ میں فقہا کے مختلف فیہ مسئلہ قرأت کا بھی ہے۔ کہ بسم اللہ کو قرأت میں شامل کرنا ہے یا نہیں کرنا ہے۔ اس بارے میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خاص جھڑپ ہے۔ یہی نزاع ایک دوسرے کی نمازوں کو خراب اور نادرست کرا دیتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو نماز میں قرأت میں شامل نہ کرنا ہے۔ جبکہ امام شافعیؒ کہتے ہیں بسم اللہ الخ کو قرأت میں شامل کرنا ہے۔ اب ادخال کی صورت میں احناف کی نمازیں ناقابل قبول ہوں گی۔ جبکہ شوافع کی نمازیں احناف کے نزدیک ناقابل قبول ہوں گی۔

اس مناقشے کی سنگین نتیجے کی وجہ سے شاہ صاحب کا نظریہ اور اجتہاد اس احسان کی صورت کو اپنانے کی طرف ہے۔

ومن لم یعرف بسملة من الفاتحة ومن کل

ترجمہ:۔ وہ شخص سورۃ البرأت کے علاوہ سورہ فاتحہ اور

سُوْرَةٍ اِلَّا الْبَرَاتِ وَكَانَ يَقْرَءُهَا كَانَتْ صَلٰوتَهٗ نَاقِصَةً وَلَا تُثْمِرُ ثَمْرَةً كَامِلَةً اُخْرَوِيَّةً۔

(الفقه الاحوط باب الصلوٰۃ)

تمام سورتوں سے بسم اللہ کو خارج سمجھتے ہیں۔ اور اگر اس طرح نماز میں قرأت کی تو اس کی نماز ناقص ہے۔ نہ ہی آخرت میں کوئی کامل ثمر ثابت ہوسکتی ہے۔

باب الصّوم میں شیعہ، سنّی کا نزاع موجود ہے۔ ایک مسئلہ ہے فرض کی آدائیگی کمالِ تقاضا پورے ہونے نہ ہونے کے موقع پر بڑا نازک بھی ہے۔ اہل تشیع اپنا موقف یہ ٹھہراتے ہیں۔ افطار بہت دیر سے کرنا سنّت ہے۔ اس وجہ سے آج کل کم از کم دس منٹ سنی وقتی اور مغرب کی اذان سے فاصلہ رکھتے ہیں۔ اور دیر سے روزہ توڑتے ہیں۔

جبکہ سنی مذہب لوگ غروب آفتاب کے فوراً بعد ہمیشہ آذان دے دیتے ہیں۔ اسی پر افطار کرنے کا پابند ہیں۔ لیکن اس مسئلے کا شاہ صاحب نہایت نورانی انداز میں دفع نزاع فرما رہے ہیں۔ اور ضد برائے ضد کو اسلام اور شعائر اسلام کی تباہی کا حامل خیال کرتے ہوئے۔ اپنا حکمی فیصلہ یوں ارشاد کرتے ہیں۔ اور اجتہاد کے چہرے پر گویا ایک خوبصورت تل لگا کر اس کے اصل حسن کو بحال کر لیتے ہیں۔ باب الصّوم میں لکھا ہے۔

اَمَّا مَسْنُوْنَاتٌ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَمِنْهَا التَّسَحُّرُ

ترجمہ:۔ لیکن رمضان کے مہینے میں مسنون افعال

وَتَعْجِيْلُ الْفِطْرِ بَعْدَ التَّيَقُّنِ بِالْغُرُوْبِ وَفِي الْغَيْمِ وَ الْاٰفَاقِ الْمُسْتَحَبُّ التَّاخِيْرُ

(الفقہ الاحوط)

میں سے ایک سحری کھانا ہے اور مغرب کا صحیح یقین ہونے کے بعد جلدی افطار کرنا ہے۔ بادل چھا جانے اور پہاڑوں سے ڈھکے ہوئے مقامات میں افطار میں تاخیر برتنا ہے۔

اس کے علاوہ سنکڑوں مسائل ایسے ہیں جو مابین مذاہب اختلاف اور محل نزاع ہیں۔ ان میں بھی بحسن وخوبی خفاہت اور کمال روشن ضمیری کے ساتھ اصل صورت حکمیہ سے پردہ اٹھا دیا گیا ہے۔ وہ ضد برائے ضد کی بھونڈے سے انداز اختیار نہیں کرتے۔ جو بعض دفعہ درجہ تنافر و تکافر کی حد کو پہنچ جاتی ہے۔ گویا اس طرح ڈر کر یا دب کر نقہ نہیں لکھی۔ وہ تو ہر وقت سنت برائے سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احکام استنباط فرماتے تھے۔

ایک صوفی پاکباز شخصیت کی حقیقت آشنائی سے بے اعتنائی نہ کرے تو وہ عین انصاف پسندی ہوگی قرآن وسنت کی التزام سے ہی ان کا دل چکا ہوا ہے اور ان کی اجتہاد قرب الی الحق اور ان کا طریقہ اَقْرَبُ الطُّرُقِ اِلَی اللّٰہِ ہی ہے۔ وہ ہمیشہ علم دشمنی کا کبھی ثبوت نہیں دیا۔ بلکہ وہ ہمیشہ حقیقی نور علم کو کسی نہ نامسعود کوشش سے نسبت نہیں کیا۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجتہدین شریعت اور مجتہدین طریقت سب راست باز ہیں۔ جنہیں اللہ نے اپنی شریعت کی خدمت

کے لئے منتخب فرما لیا ہے۔

(کشف المحجوب)

حضرت امام تصوف جنید بغدادی فرماتے ہیں۔ ہم اہلِ تصوف کا علم ہمیشہ کتاب و سنت سے مستحکم ہوتا ہے۔

(ایضاً)

آپؒ کی فقہی اساس اور حیثیت

علمِ فقہ وہ اتھاہ علم ہے۔ جو تمام علوم یعنی قرآن وحدیث، بیان وتفسیر، رواۃ ورجال، اُصول وتفریع، فنون وادب، نجوم وجغرافیہ اور ریاضت وطہارت باطن کے احاطہ میں پھلتا پھولتا ہے۔ زہد وتقویٰ اطاعت وانقیاد کے جمالیات کے سائے میں وسعت واستحکام پذیر ہوتا ہے۔ اطوارِ سبعیہ قلبیہ کے روشن راستوں سے کمال پذیر ہوتا ہے۔ انسان جب تک تمام حقائق ومعارف اسلامی کو گھیرنے والا علم نہیں رکھتا۔ تب تک وہ فقہ میں صحیح فیصلہ دینے سے قاصر رہتا ہے۔ اور بعض دفعہ غلطی کھا جانے کا بھی خدشہ رہتا ہے۔ مگر یہ سب روحانی اختلاط سے ہی رونما ہو جاتے ہیں۔

شاہ صاحبؒ وہ مخصوص کمال کے حامل ہیں۔ اور جملہ آئمہ فقہا اور مجتہدین سے امتیازی پہلو رکھتے ہیں۔ وہ صرف راہِ اعتدال کی پذیرائی کامل ہے۔ آپؒ کی فقہ کا اصل مدار زمانہ رسولؐ کی فروعی نگارشات واحکامات کو کتاب وسنت اور مشاہداتؐ ومکاشفات اور حکمی وآثاری عالم میں آکر ثابت کرنا ہے۔ وہ اصل مسئلہ کی تہہ تک

پہنچ کر صداقت بیانی اور بلند آہنگی کا ثبوت دیتے ہیں۔ آپؒ کی فقہ اور کلام میں لذت اور چاشنی ہے۔ منطق قدر و قیمت اور مکمل اثرات سے بھرپور ہے۔ گویا آپؒ عالم اسلام کی وحدت کا داعی فقہ احوط کا مصنف ہیں۔

آئینہ اسلام کا معنوی انعکاس

انیس احمد جعفری ایم

کتاب "آثار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ" میں لکھتا ہے۔ کہ فرق اسلامی کی تاریخ جہاں اپنے اندر عبرت و موعظت کی بہت سی داستانیں پوشیدہ رکھتی ہیں۔ وہاں ایک بات یہ ہے۔ کہ گو بہت سے بزرگوں نے تاریخ لکھنے کی کوشش کی۔ اور بہتوں نے پوری عرق ریزی اور جانکاہی کے ساتھ لکھی تھی۔ لیکن کوئی ایسی تاریخ آج تک مرتب نہیں کی جا سکی۔ جو بے لاگ غیر جانب دار اور تخریب سے بری ہو۔

اس وجہ سے ہر فرقہ کے ساتھ کچھ مخصوص جذبات تائید یا مخالفت محبت و نفرت بے گانگی یا یگانگت کے نسلی اور موروثی طور پر بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں شعوری اور غیر شعوری طور پر چلے آرہے ہیں۔ ہر تحریر کسی نہ کسی حد تک اپنی جھلک دکھاتے ضرور ہیں۔

پھر وہ دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

کوئی مذہب ایسا نہیں جو فرقوں سے خالی ہو۔ ایک دین اسلام ایسا تھا۔ جس میں کسی طرح کی تخریب کاری کی گنجائش نہ تھی۔ یہ سیدھا سادھا مذہب اپنی سادگی کی بنا پر ایک ایسا سرچشمہ تھا۔ جس سے عالم

عامی سب ہی سیراب ہوگئے تھے۔ اس میں نہ نسل کی تمیز تھی۔ نہ رنگ کا امتیاز تھا۔ نہ نسب کا فخر اور نہ خاندان کی برتری۔ اس کے ہاں خدائے برتر کی پرستش اور نبی آخرزمانؐ کی تصدیقِ رسالتؐ اور چند نہایت سادہ سے اعمال اور مکارم اخلاق پر مبنی تھا۔ لیکن تخریب پسند طبیعتوں نے اس میں بھی فرقے پیدا کر دیئے۔ اور یہ فرقے شاخ در شاخ بڑھتے بڑھتے اور پھیلتے پھیلتے خود ایک مذہب بن گئے۔ اور ان فرقوں کے وجود نے پیام وحدت واخوت ومساوات کو زیادہ سے زیادہ مجروح کرنے کی کوشش کی۔

(آثارِ امام شافعیؒ)۔

موصوف مترجم رئیس احمد جعفری کی یہ نظر بہت ہی صداقت پر مبنی ہے۔ جو تمام تاریخی اور مشاہداتی نیز موجود ذہنی امور پر واقع بیان ہے۔ اب اس عالم کے کچھ نظریاتی اختلافات کا جو شاہ سید محمد نوربخش قدس سرہ العزیز کی ذات سے واسطہ ہے۔ وہ نہایت ہی قابل غور ہے۔

شاہ صاحبؒ نے اسلام کے آئینے پر پڑے دھول دھونس کو صاف کرنے کی جدوجہد فرمائی ہے۔ جو اسلامی نامناسب فرقوں کے وجود سے معرض وجود میں آیا۔ اور مکمل مذہب اختیار کرکے اصل آئینہ اسلام پر آئے ہوتے غبار کو روک نہ سکے وداں حالیکہ آئینہ اسلام کا اصل وجود بھی غبار تلے دبنے کا خطرہ لاحق ہوگیا۔

تب آپؒ نے اسلام کے آئینہ نما چہرے کو عالم الہام وواقعہ کے مخفی قوتوں کے ذریعے جان لیا۔ اور اس دھندلے ہوئے شیشے کو صاف کرنے کی کوشش کی۔ اور خوب صاف کرکے تمام اسلامی

فروعی اور اصولی اختلافات کا پردہ چاک کیا۔ جو صرف ضد اور حسد ہی کے شاخسانہ سے پیدا ہو گئے تھے۔ اور خود سرچشمۂ تحقیق اور اجتہاد کی سیڑھی سیدھی کر کے منازلِ عرفان و معرفت کے رہنما بن گئے۔

جہاں از عکسِ رویش گشت روشن
گر آبگینہ نہ بیند ہیچ غم نیست

۱۴

مُریدِ مُرشِد

یہ ہمارا چودہواں روحانی و عرفانی نعرہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم عشق و محبّت، عقیدت و ارادت کے ناطے مرشدِ کامل کو بھی ماننے والے ہیں۔

عشق چونکہ فرطِ محبّت سے اُبھرتا ہے۔ محبّت و عقیدت اور ارادت سے بنیاد پکڑتی ہے۔ اور یہی ارادت ہے۔ جس کے ذریعے انسان معرفت کے ثمرات حاصل کرلیتا ہے۔ ابدی سعادتوں سے ہمکنار ہوجاتا ہے۔ اس کے سامنے فیوضِ ربّانی، علومِ عربی کے اسرار و رموز کے دائرے پھوٹ پھوٹ کر نکل آتے ہیں۔ راہِ سلوک

کے طلبہ استعداد جلالی و جمالی سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔ خواہشات کے عمیق درکات سے ابھر کر روحانی رفعتوں کی منزلیں طے کرنے لگتے ہیں شیطان کی تابعداری سے منہ موڑ کر ایک ذاتِ واحد یعنی معبودِ حقیقی کی یاد میں ہمیشہ محو ہو جاتے ہیں اور یہ لوگ معرفتِ رب کے عمیق سمندر سے گوہر نایاب نکال لاتے ہیں۔ سلوک کے راہی اپنے ہی مرشد کو خضرِ راہ سمجھتے ہیں۔ اس کی رہنمائی میں منازلِ طریقت کے نشیب و فراز سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ اور نفسِ امارہ جیسے دشمن سے نبرد آزما ہو کر روحانی کامیابی حاصل کر لیتے ہیں۔ اور نفسِ مطمئنہ سے سرفراز ہو جاتے ہیں:۔

گر تو مے خواہی مردِ راہ شوی
جز بفرمان پیر پائے منہ
گرچہ آید بغیرِ ذکرِ خدا
در دلش ہیچ گونہ جائے منہ

ترجمہ:۔ اگر تو راہِ حق پانے والوں میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ تو مرشد کے حکم کے بغیر ایک قدم نہ اٹھائے۔ اور اگر تو یادِ خدا کو فراموش کرتا رہے۔ تو اس کے دل میں تمہارے لئے کس طرح جگہ مل سکتی ہے؟۔

مرید اَرَادَ، یُرِیْدُ، اِرَادَۃً سے، مرید کے معنی ہیں چاہنے والا، قصد کرنے والا، ارادہ کرنے والا، کسی چیز میں گم ہونے والا وغیرہ۔

ارادت ثمرۂ معرفت ہے۔ مرید اپنے مرشد کا ارادتمند ہوتا ہے۔ رسالہ ذکریہ میں میر سید علی ہمدانی قدس سرہ العزیز نے لکھاہے۔ کہ ابوبکر واسطی رح نے فرمایا ہے۔

أَوَّلُ مَقَامُ الْمُرِيدِ ظُهُورُ إِرَادَةِ الْحَقِّ فِيهِ بِإِسْقَاطِ إِرَادَتِهِ۔

ترجمہ:۔ خود پرستیوں کو چھوڑ حق پرستی کے ظہور مرید کا پہلا مقام ہے۔ یہی منزل ارادت آفتاب ازلی ہے۔ جو مرید کے صحرائے وجود پر طلوع پذیر ہوتا ہے۔ جس سے اس کی فاسد ارادت اور باطل خیالات کا بستر گول ہو جاتا ہے۔

مرید کا وجود سراپا ارادت حق سے اس طرح معمور ہو جاتا ہے۔ غیر حق کے لئے وہاں تل دھرنے کی جگہ نہیں ملتی۔ شاہ ہمدان رح تھوڑا سا آگے جاکر حضرت جنید بغدادی رح کا قول رقم کرتے ہیں۔

اَلْمُرِيدُ الصَّادِقُ غَنِيٌّ عَنْ عِلْمِ الْعُلَمَاءِ۔
(رسالہ ذکریہ)

ترجمہ:۔ سچا مرید وہ ہے۔ جو ظاہری علمآ کے حکم کا محتاج نہیں ہوتا۔

ولایت اس طرح ہر شوقین کو حاصل نہیں ہوتی بلکہ عمر کا اکثر حصہ ارادت مندی کی ہریالی کو دل کے باغ میں ریاضت اور خلوص کے پانی سے سیراب کرتے رہے۔ تب جاکر اس سعادت ابدی کے

ثمرات حاصل ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر کتانیؒ فرماتے ہیں:۔

عَلَامَةُ الْمُرِيْدِ اَنْ تَكُوْنَ ثَلَاثَةُ اَشْيَاءِ نَوْمُهُ غَلَبَةٌ اَكْلُهُ فَاقَةٌ وَ كَلَامُهُ ضَرُوْرَةٌ۔

ترجمہ:۔ سچے مرید کے تین نشان ہوتے ہیں۔ اول اس کی نیند غرقیہ کی نیند کی مانند ہو۔ اس کا کھانا بیماروں کا سا ہو۔ اس کی باتیں مصیبت زدوں کی طرح ہوں۔

حضرت علی رودباریؒ فرماتے ہیں:۔

لَا يَكُوْنُ الْمُرِيْدُ مُرِيْدًا حَتّٰى يَكْتُبَ عَلَيْهِ صَاحِبُ الشِّمَالِ عِشْرِيْنَ سَنَةً۔

ترجمہ:۔ مرید تب مرید کہلاتا ہے کہ جب بُرے اعمال لکھنے والے فرشتے بیس سال کے اعمال نامے میں اس کی بدی نہ لکھے۔

مطلب یہ ہے آدمی جب تک بیس سال ریاضت میں محنت نہیں کرپاتا مرید نہیں کہلاسکتا۔ بدی لکھنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ اس دوران بندہ سے کئی گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے۔ اور اپنے کثیر گناہوں کو دیکھ کر تائب ہو جاتا ہے۔ اپنی ذات کی حیثیت اللہ تعالیٰ کی توحید و وجود کے سامنے فنا کر دیتا ہے۔ اور اس سے حق الیقین کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

چنانچہ شاہ ہمدانؒ فرماتے ہیں:۔

بدریائے فنا انداز خود را

کہ آنجا صورتِ لا و نعم نیست

چو قطرہ غرقِ دریا شد یکی

ہمہ دریاست آنجا کیف و کم نیست

ولے نابودِ تو شرط است آنجا

کہ ہرگز آفتاب و شب بہم نیست

مطلب :- اے سالک! خود کو فنا فی اللہ کے دریا میں وارد کردو۔ جہاں نفی و اثبات کی گنجائش نہیں رہتی۔

چونکہ پانی کا قطرہ دریا میں گرتا ہے۔ تو وہ بھی دریا بنتا ہے۔ اور اس کی کیفیت کا اندازہ نہیں رہتا۔

لیکن وہاں "تو" کو ختم کرنا شرط ہوگیا ہے۔ کیونکہ سورج اور تاریکی دونوں یکجا نہیں ہو سکتے۔

مطلب جہاں "تو" ہے۔ وہاں "میں" ہوگی۔ جو کہ حقیقت مطلقہ کے جمال کا پردہ ہے۔ کثرت اعتباری سے حقیقتِ توحید متاثر ہوگی۔ جب تک یہ "تو" ختم نہیں ہوگا۔ توحید ظاہر نہیں ہوگی۔ اور "میں" تکبر اور انانیت کی علامت ہے۔ اس سے قلب میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔ جبکہ خدا کی ذات میں فنا ہو جائے۔ "تو" "تو" کی گنجائش نہ ہوگی۔ یہ علامت بقا اور روشنی ہے۔ لہٰذا روشنی اور تاریکی دونوں یکجا ہونا امرِ مانع ہے۔ جو خدا تعالیٰ کا عارف ہے۔ "میں" نہیں کہتا۔ لہٰذا خود کو عشق سے فنا کر کے توحیدِ رب کے دریا میں غرق کرتے ہوئے آفتاب تجلی سے سینے کو روشن اور تابدار بنا دیں۔

دراصل لفظ "میں" حقیقت ہویات کے جملہ حقائق کو شامل ہے

صرف انسانی جان اور بدن کی طرف نہیں ہے۔ لیکن اضافت کے طور پر انسان ہی کا وجود ہے۔ طریقت میں ما و من راستے کی اصل رکاوٹ ہے۔

حضرت علاؤالدولہ سمنانیؒ کتاب العروہ عربی میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

خدا کی وحدانیت پر مکمل یقین کرنے۔ قولی، فعلی، ظاہری، باطنی طور پر متوجہ رہنے کے بعد شریعت میں حضرت خاتم الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت اور طریقت میں کسی بھی شیخ (مرشد) کی طرف مکمل ارادت قائم کرنا۔ جو حق کی طرف واضح رہنمائی کرنے والا ہو۔ سیدھے راستہ پر چلاتے ہوئے یقینی طور پر مرید کو مراد تک پہنچانے والا ہو۔

ارادت کی دولت

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی علیہ رحمہ کے نزدیک ارادت کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ ارادت سے محبت کی ابتدا ہوتی ہے۔ اور محبت معرفت کا ثمرہ ہوتی ہے۔ سالک کے لئے ولایت کی کنجی اور طالبعلموں کے لئے صبح سعادت کا ظہور ہے۔ باعثِ فراوانی رحمتِ خداوندی اور جذبہ ذوقِ خودی کی بیداری ہے۔

در اصل ارادت یہ ہے کہ سالک کی ارادت رب کی منشأ و رضا میں گم ہو جائے۔ اس سلسلے میں ذرہ بھر کی انانیت کی گنجائش نہ ہو جب تک یہ چیز موجود ہے۔ خود بین و خود پرست ہے۔ جو منافی توحید ہے۔ اس سے مکمل اجتناب کئے بغیر حق پرست نہیں بن سکتا۔

عالم نفس و ہوا سے گریز کر کے ذاتِ حق میں محو نہیں ہو جاتا۔ آدمی کمال آدمیت سے ہمکنار نہیں ہو سکتا۔ بندہ اس کے سامنے ذاتی انا کو ختم کر دے اور نفسِ موہومہ کو اس کے در ذات پر قربان نہ کرے۔ مقبولِ درگاہ الٰہی نہیں ہو سکتا۔ (رسالہ ذکریہ)

معلوم ہوا کہ توحید کا ثمرہ ارادت سے بار آور ہو سکتا ہے۔

ارادت کے بغیر کسی صورت میں ابتکارِ عقیدت یا محبت کو جلا حاصل نہیں ہوتی۔ اس طرح مرید کی ارادت پیر کی طرف خالص نہ ہو۔ روابط قلبی و روحی منسلک نہیں ہو سکتے۔ اس طرح قربت و مواصلت کے بجائے فاصلوں اور خلیج کا عنصر پیدا ہو جاتا ہے۔ جو منافی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ دین میں نقصان اور انسان کو کمال و عرفان اور طریقت سے باز رکھنے کا سبب ہے۔ ارادت کا فقدان انتشار کو ہوا دیتا ہے۔ مرید کو پیر کی کمالیت اور کاملیت پر کسی قسم کا شک نہیں ہونا چاہئے۔ اس سے مکمل عقیدت، محبت اور ارادت قائم رکھتے ہوئے سکون و اطمینان کی کیفیت محسوس کرنی چاہئے۔ اور اپنے شیخ کے سوا کسی غیر کی طرف جھکاؤ اختیار نہ کرے۔ اس طرح شیخ میں جذب ہونے سے بہت سی پریشانیوں کا علاج ہو سکتا ہے۔ آجکل مرشد کامل تو خال خال ہی ملتا ہے۔ ورنہ ناقصوں نے تو خوب دکانیں سجا رکھی ہیں۔ اور صرف ظاہر پرستوں کا قبلہ بنے ہوئے ہیں۔ اور سادہ لوح مریدوں سے پیسے بٹورنے اور ہدیہ جات لے لینے میں مصروف ہیں۔ ملنگوں تنگوں کو پیرانے والے بھی ہیں۔ اس لئے مرید یہ یاد رکھیں۔ کہ یہ سودا دیکھ بھال کر کے کرنا چاہئے۔ راہ سلوک میں اکثر یہ ہوتا ہے۔ کہ مرشد کی خفیف برہمی مرید کو

بلندی سے پستی کے عمیق گڑھے میں گرا دیتی ہے۔

دل میں معمولی سی منفی سوچ بھی برسوں لہو رلاتی ہے۔ برسوں کی کمائی ایک ساعت میں لٹ جاتی ہے۔ نورِ معرفت سے بھرا ہوا سینہ ایک نظر سے خالی کر دیتا ہے۔ طریقت میں مرشد کی نظر کی بڑی اہمیت ہے۔ چہل اسرار میں شاہِ ہمدانؒ اس نکتے کی اس طرح گرہ کشائی کی ہے۔ ؎

اے علی رو نظری کن ز سرِ صدق و صفا
کہ بجائے نہ رسیدی بے نظرِ پیر، مرید

مطلب:- اے علی (ہمدانیؒ) صدق و صفائی کے بھید کے ذریعے مرید پر نظرِ التفات کر دے۔ ورنہ مرید، مرشد کی توجہ کے بغیر کسی مقام کو نہیں پہنچ سکے گا۔

راہِ سلوک تو مرید کے لئے پلِ صراط سے کم نہیں ہے۔ ننگی تلوار پر برہنہ پا چلنا پڑتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں اُلجھ کر نہ رہ جائے۔ یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ چونکہ شیخ کمالاتِ صوری و معنوی سے متصف ہوتا ہے۔ علم و تقویٰ، زہد و ریاضت اور مجاہدہ جیسے تمام اوصافِ حمیدہ سے مزین ہوتا ہے۔ شریعت کا پابند، طریقت کا عارف کامل اور حقیقت و معرفت میں مغنی نگاہ مرشد ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی کمالِ ارادت سے احترام بجالاتے رہے۔ عقیدت مندی بڑی نعمت ہے۔ جو سکون و عافیت کا ساماں فراہم کرتی ہے۔

حضرت شاہ سید محمد نور بخش قدس سرہ العزیز نے الفقہ الاحوط باب جہاد میں کامل مرشد کے مکمل اوصاف دل افروز تشریح

کے ساتھ تفصیل کئے ہیں۔ جس کے مطالعے سے تشنہ بیانی کا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔

مرشد

اَرْشَدَ، یُرْشِدُ، اِرْشَادًا فَھُوَمُرْشِدٌ کے معنی ہیں۔ حکم کرنا، ہدایت کرنا۔ راستہ دکھانا وغیرہ۔

حضرت علاوالدولہ سمنانی قدس سرہ العزیز العروہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"مرشد کسے را میگویم کہ
در ظاہر و باطن مریداں
تصرف تواند کردن۔"

ترجمہ: میں کہتا ہوں ولی مرشد وہ ہوتا ہے۔ جو اپنے مریدوں کے معاملاتِ ظاہری و مکارماتِ باطنی کے سلجھاتے میں تصرف کرسکتا ہو۔

واضح بات ہے کہ چونکہ ابتدا میں انسان تمام مالوفات دینوی و خواہشات نفسانی اور لہو لعب سے اخلاقی و روحانی اعتبار سے صاف نہیں ہوتا۔ دل شیطانی وسواس سے غبار آلود رہتا ہے۔ اس لئے اس میں شیخ کامل کی روحانی قوت و تصرف کے بغیر نورِ عرفان روشن نہیں ہوسکتا۔ مرید کی روگ کی بات نہیں کہ وہ شیطان کا مقابلہ جیتے۔ نفس اور شیطان سے مقابلے کا نام جہاد اکبر ہے۔ اس پرخطر میدان میں آنے کے لئے ذاتی صلاحیت پیدا کرے۔ پھر ریاضت و مجاہدے کو تیار ہو جائے۔

لیکن کسی کامل ربانی مرشد صمدانی کی تعلیم کے بغیر دم مارنے کی گنجائش نہ ہوگی ورنہ یہ سراسر خودکشی ہوگی۔

رسالہ کشفُ الحقائق میں میر سید محمد نوربخش قدس سرہ العزیز رقم طراز ہیں :۔

"کشف والے مرید میں تصرف کرتے ہوئے غیب سے ہی معاملات کا مشاہدہ کرتے ہیں"۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں :۔

"رب تعالیٰ علم والوں کو رشد و ہدایت کے ذریعے فنافی اللہ اور بقا باللہ کے بوستان میں پہنچا دیتا ہے۔ اور مرشد اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے مریدوں کو ان کے استعداد و قابلیت کے مطابق ہدایت فرماتا ہے۔ اور مرید شیخ سے سوالات کے ذریعے استبصار کر کے مشکلات کا حل تلاش کرتا ہے۔ اس طرح بعض نوردان، بعض نوربین اور بعض نوربخش بن جاتے ہیں۔"

ضرورت و افادیتِ مرشد

مرید چونکہ علم و عرفان کی روشنی میں بقائے حیات کے چمکتے ہوئے خورشید کی تلاش و جستجو میں نکلتا ہے۔ اور وہ ابھی اس سفر کے منازل سے ناواقف ہوتا ہے۔ اس لئے کسی کامل شخصیت کی رفاقت و معیت کا سہارا لے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس راہ میں بغیرِ شیخ دم مارنے کی اجازت نہ تھی۔

میر سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ رسالہ کشف الحقائق میں فرماتے ہیں :۔ ؎

پیر باید راہ را تنہا مرو
واز سر عمیا دریں دریا مرو

مطلب :۔ اس راہ میں رہبر کی ضرورت رہتی ہے ۔ اکیلا قدم ہی مت اٹھاؤ۔ یہ ایک دریا ہے ۔ جس میں اندھوں کی طرح چھلانگ لگانے کا نہیں ہے ۔

چونکہ رہنما کے بغیر ریاضت کرنا ہی خطا ہے ۔ چنانچہ فرماتے ہیں :۔

مَنْ لَّا شَیْخَ لَہٗ فَشَیْخُہٗ الشَّیْطَانُ ۔ (نوریہ)

ترجمہ :۔ طریقت میں جس کا مرشد نہ ہو اس کا مرشد شیطان ہوتا ہے ۔

اسی بات پر تمام اکابرینِ ارشاد متفق ہیں :۔
اسی لئے کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے ۔ ؎

ایں مرحلہ بے ہمرہی خضر مکن
ظلماتست بترس از خطرِ گمراہی

مطلب :۔ خضر سا رہنما کے بغیر یہ طریقت کا مرحلہ طے ہی نہ کرے ۔ تاریکی سے خوف کھانا چاہیئے ۔ تاکہ گمراہ ہونے کا خطرہ مول لینا نہ پڑے ۔

کتاب نہج الفصاحت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث مرقوم ہے ۔

اَلشَّیۡخُ فِیۡ قَوۡمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیۡ اُمَّتِہٖ۔

ترجمہ :۔ شیخ قوم میں اس طرح اہمیت رکھتا ہے۔ جس طرح ایک قوم میں نبی کی ضرورت ہوتی ہے۔

لہٰذا حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تک یداً بید باتصال پہنچنے والے روحانی سلسلے کو تھام کر رہنا چاہئیے۔ اس سے اعراض سلف الصالحین کے طریقوں سے روگردانی کا مترادف ہے۔ اپنے سلسلے کے مرشدوں سے عقیدت و ارادت رکھنی چاہئیے۔ تاکہ ہم انتشار کا شکار ہو کر رحمت خداوندی سے محروم نہ ہوں۔ اور ہمارا اجتماع بھی ایک ہی پلیٹ فارم پر ہوسکے۔

کتاب عوارف میں ہے کہ :۔

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد گرامی ہے۔

لَیۡسَ مِنَّا مَنۡ لَّمۡ یُجِلَّ کَبِیۡرَنَا وَیَرۡحَمۡ صَغِیۡرَنَا وَیَعۡرِفۡ لِعَالِمِنَا حَقَّہٗ۔

ترجمہ :۔ وہ ہماری جماعت سے نہیں ہے۔ جس نے بڑوں کا احترام نہیں کیا۔ اور چھوٹوں پر رحم، اور ہمارے علماً کا حق نہ پہچانا۔

پس بزرگوں اور علماً کا حق ادا کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی ہدایت پر مبنی ہے۔ اور اس کو ترک کرنا سراسر سرکشی اور خذلان ہے۔

مقامِ غور

افسوس ہے کہ اس سائنسی اور بیداری دور میں

علم و عرفان اور طریقت و سلوک کی روشن دنیا میں ریاضت و مجاہدہ کرنے والے کالعدم ہیں۔ ریاضت و مجاہدہ، اربعینات و چلہ کشی اور خانقاہی نظام کے ذریعے خواہشات نفس کے نکوہیدہ صفتوں سے باطنی اور روحانی تصفیہ کرانے والوں کا کوئی طبقہ موجود نہیں۔ جس کی وجہ سے ہر کس و ناکس پیر و مرشد ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ ہر کوئی نفسا نفسی آہی واہی میں مبتلا ہے۔ لوگ سلسلہ ذہب جیسے کاملین اولیاء کا (آئمہ کرام علیہم السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یداً بید۔ باتصال پہنچنے والا) سلسلہ ہے اس سے بے عمل رہے ہیں۔

روحانی ذکر و فکر کی مجلسیں فقد روایتی ہو کر رہ گئی ہیں۔ اِس کی جمالیاتی ثقافت و تہذیب و تمدن، محفل ذکر و اوراد ناپید ہونے کے قریب ہے۔ اعتکاف و عزلت نشینی خال خال رہ گیا ہے۔ یہ عظیم اور معنی خیز سنت کو چھوڑا جا رہا ہے حتیٰ کہ رمضان کے آخری عشرے میں بھی اعتکاف میں بیٹھنے والا کوئی نہیں ہوتا اندازے کے مطابق ہر جگہ یہی حالت ہے۔ حالانکہ اعتکاف و عزلت نشینی کے فوائد و فضیلت کسی باشعور پر مخفی نہیں ہیں۔ اعتکاف تو تصوف والوں کا مشہور طرز عمل ہے۔ جس کے ذریعے وہ لوگ مقام ولایت حاصل کرتے تھے۔ اور معنوی ترقی و کامیابی پاتے تھے۔

ہم اپنے نفس کی تابعداری میں صرف دل کو فریب دینے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں روحانی کامل مرشد جو کہ اس نظام خانقاہی کی طرف پوری توجہ کرنے والا ہو میسر نہیں۔ حالانکہ یہی ایک بہانہ نہیں۔ ہزاروں بہانے تخو ہیں ہم ان کے اظہار کرتے ہوئے بھی خفت محسوس نہیں کرتے ہیں۔ صرف دل کو فریب دے کر خواہشات کی دنیا آباد کرنے پر ہم سب تلے ہوئے ہیں۔

اور دلوں پر کالک لگ چکی ہیں۔ جس کی وجہ سے ہم کئی قسم کے روحانی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ اعتماد و ارادت ہر کسی نے کھو چکا ہے۔ کسی کو صاحبِ عزت اور مقام والے خیال کرنے کی توفیق نہیں۔ علم دشمنی، علماٗ کی بے عزتی، دین کے بزرگوں کی تابعداری سے منہ موڑنے کو فخر سمجھ چکے ہیں۔ تنگ نظریوں اور خود بینیوں کی برمار سے جہالت و انتشار کا سیلاب اُمنڈ رہا ہے۔ اتفاق و اتحاد کی دھجیاں اڑی جارہی ہیں۔ ؎

تعصب چھوڑ ناداں دھر کے اس آئینہ خانے میں

مسلمانو! غور کرو ہماری اس حالت پر شیطانی لشکر رقص کر رہا ہے۔ ابلیسیوں کی موج ہوگئی ہے۔ قرآنِ شریف ہماری شکایت کر رہا ہے اے رب! یہ لوگ تیرے قرآن کو چھوڑ دیا۔

بس۔ یہی وجہ ہے کہ ہم معنوی کمالات و طیرانی سے محروم ہیں۔

؎ اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
(اقبال)

تزکیہِ نفس کی ضرورت

مسلمانوں میں تزکیہ نفس کرنے کے عمل کا فقدان ہے۔ تصفیہ باطن اور روحانی ریاضت مجہول کا نذر ہوگئی ہے۔ دل گدلا ہو چکا ہے۔ روح میلا میلا ہے۔ روحانی بیماریاں عام ہیں۔ ہم علاج کی سوچ کرنے سے عاری ہیں۔ روحانی حکیم یا ڈاکٹروں کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ ؎

نہیں ہے نا اُمید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیر ہے ساقی

دوستو! ہمیں اس طرح ناامید ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ عمل سراسر گناہ اور نقصان کا باعث ہے۔ ہمیں صرف دین اور شریعت کے رہنما اصولوں کو اپنا کر مسائلِ پریشان کا حل نکالنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنے اولیائے سلف الصالحین کے اطوار و اعمال کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ دین اور قوم میں موجود زبوں حالیوں کو پھر سے تازہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے بداعمالیوں کو توبہ اور رجوع الی اللہ کے زرّین حقیقت سے بدلنے اور عملیات و عبادات میں سرگرم عمل ہونا ہے۔ یہی چیز ہماری تمام تر روحانی بیماریوں کا علاج ہے۔ ہمارے امراض کا مداوا اسی میں ہے۔

کتاب دعوات صوفیہ کے اعمال و ورد وظائف کو ہم پھر سے زینتِ گھر کرنے کے لئے ماحول فراہم کرنا ہے عوام میں جذبۂ غیرتِ جہاد اُبھارنا ہے۔ مساجد و خانقاہوں کو نماز با جماعت، ورد وظائف اور محافل و مجالس ذکر سے آباد کرنا ہے۔

ہم اگر حضرت امیرِ کبیر سیّد علی ہمدانیؒ کی تعلیمات کو اپناتے ہوئے اسے فروغ دیں۔ اِس کی تصانیف و رسائل کا مطالعہ کرتے رہیں۔ تو کوئی بڑی بات نہیں کہ ہم اپنی مشکلات حل نہ کر سکیں۔

بس ہم عامل ہو جائیں۔ اور خالص مومن ہو جائیں۔ تو ان شاء اللہ معنوی اور روحانی ترقیاں آپ کی قدم چومے گی۔

تزکیہ جاری رکھیں!

تزکیہ نفس و تصفیہ باطن اور تجلّی روحانی کے منازل طے کرنے والے مریدوں کو کامل مرشد کے فقدان کی صورت میں بھی ریاضت و مجاہدہ

کرنے کی اجازت ملتی ہے۔ بجہ مجبوری آپ بہت احتیاط سے علم کی روشنی اور حضرت امیر کبیر قدس سرہ کی تعلیمات کی روشنی میں عمل جاری رکھ سکتے ہیں۔ تاکہ مرید تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کے حصول سے محروم نہ رہے۔ اور ابلیس لعین کے شر سے محفوظ و مامون رہے۔ نیز طریقت کا چراغ ٹمٹماتا رہے۔

اسی خاطر حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی قدس سرہ العزیز نے رسالہ اقرب الطرق اذا لم یوجد الرفیق میں لکھا ہے۔ دراصل یہ کتاب حضرت معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ متن عربی میں ہے۔ لیکن آپؒ نے عوام کی سہولت کی خاطر فارسی میں ترجمہ فرمایا ہے۔ اور یہ "دہ قاعدہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی ابتدا میں یہ تحریر موجود ہے۔

"اگر کسی طالب مرشد یا دینی بھائی کو رہنمائی کرنے والا مرشد نہ ملے۔ تو رسالہ "دہ قاعدہ" پر عمل کرنے سے بطریق اولیٰ مقصد کو پہنچے گا۔"

چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں۔ مشائخ قدس اللہ اسرارہم نے طریقت و سلوک کی صحیح رہنمائی میں بہت سی تصانیف چھوڑ گئے ہیں۔ ہر ایک میں سالکوں کو ہدایت کی گئی ہے۔

بعض نے اس سلسلے میں پنتیس نکات بیان کئے ہیں۔ لیکن ہم ان میں سے اہم ترین اور قابل ذکر باتوں کو جمع کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے رسالہ "دہ قاعدہ" میں طریقت کے ان تمام نکات کو مرید کی خاطر

رقم فرما دیتے ہیں۔ جس پر چل کر ہم جیسے بدقسمت لوگ مقصودِ دارین حاصل کر سکتے ہیں۔

آپؒ نے طالبانِ حق کے لئے موتواقبل ان تموتوا کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ طالبانِ حق کے لئے بے شمار راہیں کھلی ہیں۔ اسی راستے سے ہم واصلین بحق ہو سکتے ہیں۔ ؎

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو ہم دنیا بھی نئی دیتے ہیں

"اقبال"

شرائطِ مریدیہ

راہِ سلوک میں آنے کی صورت میں انسان کو کسی کامل مرشد کا مریدیہ بننا ہوگا۔ اور مرید بننے کے لئے جو شرائط مختص ہیں۔ ان کو شاہ سید محمد نوربخش قدس سرہ العزیز نے الفقہ الاحوط کے باب جہاد میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

جنہیں ہم نمبروار درج کرتے ہیں۔

۱۔ پکا ارادہ ہونا۔
۲۔ عمر کا بیس سال کو پہنچنا۔
۳۔ کسی مرشد امام کی پہچان۔
۴۔ توبہ کرنا۔
۵۔ ہمت کی بلندی۔

۶۔ ایسا عمر رسیدہ نہ ہو جو ریاضت و مجاہدہ کی طاقت نہ رکھے۔
۷۔ کسی مقلیع فرد کی تقلید میں بند نہ ہونا۔
۸۔ طریقت کے سالکین کا منکر نہ ہونا۔
۹۔ دماغ کا مخل نہ ہونا۔
۱۰۔ اور مرشدین پر اعتراض کرنے والا نہ ہونا۔

توضیح

۱۔ اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے اپنے ارادے کو اس حد تک مظبوط اور مستحکم کیا جائے کہ کسی بھی وقت میں مشکل مصائب و آلام درپیش ہونے کی صورت میں استقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے صبر و تحمل اختیار کرے۔ اور مکافات عمل کے ارتفاع میں مستعد رہے۔ تمام انسانی اور شیطانی وسوسوں سے خود کو محفوظ و مامون رکھے۔ اور سستی و کاہلی کی نوبت تک نہ آئے۔ اور اصل مقصد کے حصول تک کاوشوں کو جاری رکھے۔ تاکہ انسان ناکامی کی ذلت سے بچا رہے۔ ہادیِ مرشدین ؒ۔ عارفِ اصلاں معرفت حضرت امیر کبیر فرماتے ہیں۔ ؎

دریں رہ ہر کہ او ثابت قدم نیست
رہ جانش باسرارِ قدم نیست

ترجمہ :۔ جو شخص اس طریقت کے راستے میں ثابت قدم نہیں ہے۔ اس کا یہ راستہ اسے طریقت کے بھیدوں تک پہنچا نہیں سکتا۔

۲۔ "عمر بیس سال سے کم نہ ہو" یہ متوسط درجہ ہے۔ لیکن مرید ہر حالت میں عقل اور شعور کے لحاظ سے پختہ صحت و تندرستی کے لحاظ سے ست

اور توانا ہونا چاہیے۔ البتہ جسمانی کمزوری کو فربہی کے فقدان سے محمول نہ کیا جائے۔ ہمت اور مردانگی کے سامنے یہ کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ عمر کی یہ حد جب پہنچتی ہے۔ تو انسان خود مختار بن جاتا ہے۔ اور اس کا شعور خوب کام کرنے لگتا ہے۔ اب سے اس کے حق میں بالغ ہونے کی تمام علامات مکمل ظہور پذیر ہو جائیں گے۔

۳۔ مرید مارگزیدہ شخص کی مانند ہے۔ جو زہر کا اثر زائل کرنے کے لئے معالج کا متلاشی رہتا ہے۔ لہٰذا فراست سے مرشد کے اوصاف و کمالات کو ملحوظ نظر رکھنے کے علاوہ اس کی ریاضت و مجاہدہ کا بھی کھوج لگانے کی کوشش کرے تاکہ کسی باعمل کامل کو پاکر مرشد بنا سکے۔ ؎

از وجود ست یهم خط اسماً خواند
پس بہ تحقیق ہمہ عین مستی بینند

ترجمہ:۔ سنریھم آیاتنا فی الافاق وفی انفسھم کے واضح خطوط کے ذریعے سے عرفان والے معرفت والوں کے نام پڑھ لیتے ہیں اس کا ہونا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ انسان گیان کے ذریعے ہر چیز کی اصل کو دیکھ لیتا ہے۔

بہت دفعہ آدمی اس بارے میں ناکامی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور وہ اصل سے نقل کی طرف کھرے سے کھوٹے کی طرف متوجہ ہونے لگتا ہے۔ جو نہایت ہی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہر زردی سونا نہیں ہوتا۔ ہر لوہا فولاد نہیں ہوتا۔ اور ہر دعویدار حقیقت میں مرشد نہیں ہو سکتا۔ مرید کو جب تک کوئی حقیقی مرشد نہیں ملتا۔ وہ کبھی فلاحِ راہ حاصل نہیں کر سکتا۔

چنانچہ حضرت شاہ سید محمد نور بخش قدس سرہ العزیز رسالہ تلویحات میں نبوت و ولایت کا فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مَنْ لَمْ یَرَ مُفْلِحًا لَا یُفْلِحُ (تلویحات نوربخش)

ترجمہ:۔ جو شخص کسی کامل کو نہ پائے کامیاب نہیں ہوتا۔

عوارف المعارف میں لکھا ہے۔ جب اسے ایسا شیخ مل جاتا ہے تو شیخ کے باطن سے ایسے مرید کے لئے خود بخود ایک توجہ صادق نمودار ہوتی ہے۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ شیخ اس کی سچی ارادت سے آگاہ ہے۔ اور خود مرید کا باطن بھی شیخ کی محبت سے معمور و لبریز ہو جاتا ہے۔ دلوں کی یہ باہمی قربت اور ازل سے دونوں میں جو باطنی رابطہ تھا۔ اس کا یہ ظہور محض اللہ کے لئے اللہ کی طرف سے ساتھ ہوتا ہے کوئی نفسانی غرض شامل نہیں ہوتی۔ محض اللہ کے لئے یہ رابطہ اور تعلق پیدا ہوتا ہے۔ تو واضح بات ہے۔ ان کا یہ تعلق مرید صادق کو بے بصیرت سے بصیرت والا بنا دیتا ہے۔

مرید کو چاہیئے کہ وہ مکمل طور پر تائب ہو جائے تمام گناہ صغیرہ و کبیرہ سے توبہ کرکے ہر حالت میں پرہیزگاری اختیار کرے۔ مکافات عمل اور لغزشوں سے اجتناب کرے۔ اور عملی کوتاہیوں کو بھی دور کرنے کی سعی جاری رکھے۔ اس کے بعد وہ اس بات کا حامل ہو سکتا ہے۔ کہ وہ معنوی کمالات کے حصول کی راہ میں کمربستہ ہو جائے۔ چونکہ توبہ سے تو وہ معنوی طور پر پاک ہو چکا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ۔
(نہج الفصاحہ)

ترجمہ :- حقیقی توبہ گزار اس شخص کی طرح ہے۔ اس کا کوئی گناہ ہی نہ ہو۔

اس لئے طریقت میں توبہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

۵:- طریقت کے راہی کو چاہئے۔ کہ وہ اپنی ہمت و جرأت کی تمام تجوریاں یکجی کرے۔ چونکہ جب تک مرید ہمتِ عالی کا حامل نہیں ہوگا۔ وہ طرح طرح کے آزمائش معاملات میں خوف کھا سکتا ہے۔ یہ ڈراوے اس راہ میں متزلزل بنا سکتا ہے۔ اس لئے یہ امر اس کے حق میں نہایت ہی خطرناک اور نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

اقبالؒ کی زبانی عزم بلند کو اس طرح نتیجہ خیز بنانے کی ضرورت ہے۔ ؎

آں عزمِ بلند آور آں سوزِ جگر آور
شمشیر پدر خواہی بازوئے پدر آور

مطلب :- اگر روحانی والد کی شمشیر کا حامل ہونا چاہتا تو بیٹے کو عزم بلند سوزِ جگر اور اس بازو کا حامل ہونے کی ضرورت بھی ہے۔
شاہ ہمدان قدس سرہ العزیز نے اس راز کی اس طرح پردہ کشائی کی ہیں۔ ؎

علی چو ہمت عالی نداری
ترا گاہے بہ کوشش لاجرم نیست

مطلب :- شاہِ ہمدانؒ اپنے آپ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ اے علی اگر تیری ہمت بلند نہیں ہے۔ تو تجھے اس کی گلی میں بکنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ؎

بہ جز ہمت نہ یابی راہ مقصود
ہمائے ہمت آنجا متہم نیست

مطلب :- ہمت کے بغیر تو منزلِ مقصود نہیں پا سکے گا۔ ہمت کا ہما کی موجودگی میں وہاں کسی ناکامی سے متہم نہیں ہوگا۔

۶:- ریاضت و مجاہدہ کا عظیم بوجھ اٹھانے کے لئے ہمت و مردانگی کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ عمر رسیدہ شخص اس معاملے میں قدرےکم قوت کا متحمل ہوتا ہے۔ اس لئے ایسا آدمی اس بات کی زحمت نہ اُٹھائے تاکہ سستی و شکستگی کی وجہ سے مقصد کے حاصل کرنے میں ناکامی کا منہ دیکھنا ~~پڑے~~ پڑیگے۔ ؎

دلی کز درد را درمان نہ سازد
وجود او بمعنی جز عدم نیست

مطلب :- جو دل اپنے درد کا درماں نہیں بن سکتا۔ اس کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔

۷:- کسی معین فرد کی تقلید میں بند نہ ہونا۔ یعنی مرید کو چاہئے کہ وہ کسی ظاہر پرست عالم کی تقلید میں جکڑا نہ رہے۔ جو نفسی رجحانات کا شکار ہو، کام چور، غصیلا ہو۔ ظاہری احوال کی قید میں بند ہو۔ اور رسمی تقلید کرنے کی وجہ سے عصبیت کا شکار ہو۔ یہ باتیں مرید کے حق میں بہت مضر ہیں۔ معنوی صحت کی خرابی کا باعث

بن سکتی ہیں ہے

علی گوہر کسے یابد کہ او از سر قدم سازو
کہ الفقاخہ گوہر معنی تیراگر قدر سر باشد

مطلب:۔ شاہِ ہمداں خود کو مخاطب ہوکر فرماتے ہیں۔ اے علی موتیاں اس آدمی کو مل سکتے ہیں۔ جو اپنا ذلت کا سر لے چلے۔ اگر تو اپنے سر کو اس قابل نہیں سمجھتا ہے۔ تو معنوی گوہر کس طرح حاصل ہو سکے گا۔

۸:۔ "دماغ کا مختل نہ ہونا" اس لئے کہ صفراوی یا لیخولیا کا شکار آدمی اس راہ کے راہی نہیں بن سکتا۔ چونکہ یہ فرد جہادِ اصغرو اکبر دونوں سے آزاد ہوتا ہے۔ وہ معذور اور مرفوع القلم ہے۔ اس کا یہاں آکر مجاہدہ طریقت میں سر بہ دیوار مارنا چہ معنی دارد!

وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ۔ ترجمہ:۔ اور نہ مریض پر کوئی حرج ہے۔
(القرآن)

چونکہ مریض بلند ہمت کی نعمت سے محروم ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا ادھر ہاتھ پیر مارنا مناسب نہیں ہے۔

۹:۔ "طریقت کے سالکین کا منکر نہ ہونا" ریاضت و مجاہدہ کرنے والوں کو عقیدت کی نظروں سے نہ دیکھنے والے بھی اس راہ کے قابل نہیں ہیں۔

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں۔ کہ حسن ادب دماغ کا ترجمان ہے۔ تصوف سراسر ادب ہے۔ ہر حالت کے لئے ادب ہے ہر مقام کے لئے ادب ہے۔ جس نے ادب کا التزام کیا۔ سو وہ بڑے لوگوں کے درجہ کو پہنچا۔ اور جو اس سے محروم رہا۔ وہ خدا سے دور رہا۔ اگر اپنے آپ کو خدا کے

نزدیک خیال کرتا ہے۔ بے ادب مردود ہوا۔ اگرچہ اپنے آپ کو مقبول سمجھتا ہے۔

(آداب المریدین)

طریقت والوں کا گروہ اسرارِ الٰہی اور مکاشفاتِ ربانی کا حامل ہوتا ہے۔ یہ لوگ صاحبانِ دل ہوتے ہیں۔ ان کو انکار و فرطِ نفرت سے دیکھنا اور برا بھلا کہنا بدعت ہے۔ بدعتی اس راہ کے کبھی قابل نہیں ہو سکتا۔

اِنَّ اَهْلَ الْبِدْعِ كِلَابُ اَهْلِ النَّارِ۔ ترجمہ:۔ بدعتی لوگ دوزخ والوں کے کتے ہیں۔

(بخاری شریف)

منگر بہ چشم خوار درایں پا برہنگان
نزد خرد عزیز تر از دیدہ تر بود

مطلب:۔ ان برہنہ پا ہستیوں کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو۔ عقل والوں کے ہاں یہ بہت عزیز ہیں۔

۱۰:۔ مرشدین پر اعتراض کرنے والا نہ ہونا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ ترجمہ:۔ تم اپنی آوازوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آواز سے بلند مت کرو۔

(القرآن)

یہ کمال ادب اور عقیدت کی انتہا ہے۔ اگر مرید اس فعل قبیح اور مزاج خبیث سے بچ نہیں سکتا۔ تو اس راہ میں آنا ہی فضول ہے۔ جہاں مرشدین ہی رہبر و رہنما ہیں۔

مصر دل را چو فرعون ہوا پاک کند
صدق موسائے بدی از ید بیضا شنوند

مطلب :۔ جو دل کے شہر (مصر) کو فرعونی خواہشات سے پاک کرتا ہے۔ تو حضرت موسیٰ جیسے ہادی کی صداقت یدِ بیضاء سے چھکتی ہے۔

؎ قدسیاں کوسِ اَطِیۡعُوا اللّٰہ برجان کوبند
از دل ونفس سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا شنوند ؂

مطلب :۔ قدسیوں کا یہ شیوہ ہے۔ کہ وہ اطیعواللّٰہ کے نقارے کو اپنی جانوں پر تھاپتے ہیں۔ اور دل وجان سے اطاعت کی خاطر امر ربی کے لئے سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا کی فضا پیدا کرتے ہیں یعنی وہ اپنے مرشد کے ہر حکم پر لبیک کہتے ہوئے تابعداری اختیار کرتے ہیں۔

شیخ کے معاملات کے بارے میں سوال کرنا۔ اور اس کے فرامین پر حجت طلب کرنا مناسب بات نہیں ہے۔ بلکہ شیخ کو دور سے پکارنا۔ آواز دینا بھی سراسر بے ادبی ہے۔

چنانچہ قرآن کریم اس بارے میں یوں تعلیم دیتا ہے۔

لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا ؕ

ترجمہ :۔ تم رسول کو اس طرح نہ پکارا کرو۔ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

(القرآن)

بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ جو کوئی اس شخص کی حرمت کا خیال نہ رکھے۔ جس نے اس سے ادب سیکھا ہے۔ تو وہ ادب کی برکت سے محروم رہے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو اپنے استاد سے "کیوں" کہہ کر سوال کرے گا۔ تو کبھی فلاح حاصل نہیں کرے گا۔

(آداب المریدین)

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب
بے ادب تنہا نہ خود کردن خراب
بلکہ جملہ آب گردد منجلاب
(مثنوی)

وَمَا تَوْفِيقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا
وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا
اجْتِنَابَهٗ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْاَشْيَاءَ كَمَا هِیَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ
اٰمِيْنَ ثُمَّ اٰمِيْنَ
يَا اَللّٰهُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ
مُحَمَّدٍ

ختم
شد

ماخذ و معارف

نمبر شمار	نام کتب	فن یا موضوع
۱	قرآن شریف	اسلام
۲	بخاری ″	حدیث
۳	مسلم ″	″
۴	نہج الفصاحہ	″
۵	نہج البلاغہ	″
۶	مودۃ القربیٰ	″
۷	ینابیع المودّۃ	″
۸	السبعین فی فضائل امیر المومنینؑ	″
۹	تفسیر حسینیؒ	تفسیر
۱۰	تفسیر قاضی بیضاوی	″
۱۱	شرح تفسیر قاضی بیضاوی	″
۱۲	الفقہ الاحوط (مترجم)	فقہ
۱۳	کتاب الاعتقادیہ	عقائد

فن یا موضوع	نام کتب	نمبر شمار
عقائد	کتاب نور بخشیہ	۱۴
"	تحفہ قاسمی	۱۵
"	قائم الحق	۱۶
"	نور المومنین	۱۷
"	دعوات صوفیہ (فارسی)	۱۸
"	دعوات صوفیہ (اردو)	۱۹
لغت قرآنی	مجمع البحرین	۲۰
اخلاق	مخزن الاخلاق	۲۱
"	ذخیرۃ الملوک	۲۲
"	نجم الہدیٰ	۲۳
تصوف	العروۃ لاہل الخلوۃ والجلوۃ	۲۴
"	نفحات الانس	۲۵
"	سوانح محی الدین ابن عربی	۲۶
"	شرح گلشن راز	۲۷
"	عوارف المعارف	۲۸
تاریخ	تاریخ القرآنی	۲۹
عمرانیات	آثار امام شافعیؒ	۳۰

نمبر شمار	نام کتب	فن یا موضوع
۳۱	آثار امام احمد بن حنبلؒ	عمرانیات
۳۲	سیرت امام اعظم ابوحنیفہؒ	〃
۳۳	طبقات نوریہ	〃
۳۴	مشجر الاولیاء (سلسلہ ذہب) ج: ۱، ۲	〃
۳۵	سید علی ہمدانیؒ (ڈاکٹر ریاض)	〃
۳۶	مقالات محمد شفیعؒ ج: ۲	تاریخ و تذکرہ
۳۷	رسالہ ذکریہ	ذکر و فکر
۳۸	کلیات اقبالؒ	ادب و فلسفہ
۳۹	غزلیات محمد نوربخشؒ	تصوف
۴۰	مشارب الاذواق	ادب و تصوف
۴۱	اوراد امیریہ	ذکر و فکر
۴۲	جلوہ کشمیر	تاریخ
۴۳	تاریخ کشمیر اسلامی عہد میں	〃
۴۴	گلستان سعدیؒ	ادب و اخلاق
۴۵	دیوان حافظ شیرازیؒ	〃
۴۶	آداب المریدین	تصوف
۴۷	چہل اسرار	〃

نمبر شمار	نام کتب	فن یا موضوع
۴۸	فتوحات مکیہ	تصوف
۴۹	بحر الحقیقۃ	〃
۵۰	فلاح المومنین	عملیات
۵۱	مثنوی مولانا رومؒ	تصوف
۵۲	رسالہ قشیری	〃
۵۳	کشف المحجوب	〃
۵۴	کتاب سلسلہ ذہب (قلمی)	〃
۵۵	رسالہ چہل مقام	〃
۵۶	سیر الطالبین (قلمی)	〃
۵۷	رسالہ نوریہ (شاہ سید قلمی)	〃
۵۸	رسالہ تلویحات (قلمی)	〃
۵۹	بستان السیاحہ	〃
۶۰	سید علی ہمدانی (ڈاکٹر سیدہ)	سوانح

نوربخشی بچوں کے لیے

کلماتِ مقدسہ منظوم

ہم بندۂ خدا ہیں ذریت جناب آدمؑ
حضرت خلیل اللہؑ کی ملت پہ ہیں تادم

اُمت نبیِ اکرمؐ دین ہے ہمارا اسلام
قرآن کتاب ہماری آئین پیارا اسلام

قبلہ ہمارا کعبہ ہم تابعین سنّت
دوستدار ہم علیؑ کے وہ ہیں ہمارا حجت

ہم سلسلہ ذہب کے مذہب صوفیہ ہے
ہمدا نیہ میرا مشرب روش نوربخشیہ ہے

ہم ہیں مُریدان کے جو مُرشدانِ حق ہیں
ثابت رہیں انہی پر جو پاسبانِ حق ہیں

شکور علی انور

ختم شُد